

عربی ادب کی تاریخ



جس میں ابتدائی زمانے سے لیکر نہایت تک کے سارے حالات جو عربی ادب
و اسلامی حکومت کے متعلق ہیں بڑی تحقیق و ترقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں

مؤلف: جاکوہ محمد

فاکسار محمد عبدالاحد غفر اللہ عنہ نے اپنے اہتمام سے

دفعہ ۱۹۰۹ء ماہ نومبر ۱۹۰۹ء

مطبع محبت بانی دہلی میں طبع کیا

کاپی راست محفوظ

U 4819

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

کئی وجہ سے عربی علم ادب کی تاریخ کی اردو میں سخت ضرورت ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے آج تک کسی نے اس مضمون کی کوئی کتاب ہماری ہندوستانی زبان میں نہیں لکھی ہے۔ کشور ہند میں بڑے بڑے فاضل اجل گزرے ہیں جنہوں نے اپنی فصیلت و لیاقت کے شہور پایا و گار عربی اور فارسی اور اردو میں چھوڑے ہیں اور اقوت بھی ایسے ایسے نامی علماء موجود ہیں جو نے تحقیقت علم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور فضلا روزگار کے ستر ناج ہیں۔ پر سب کے سب عربی کی مستند کتابوں کے دقائق معانی کی شرح و تفسیر میں مصروف رہے اور عربی علم ادب کی تاریخ کی طرف بالکل توجہ نہیں کی کہ اس کا ترتیب و احوال سہل و روزمرہ کی اردو میں افادہ عام کے لیے لکھ جاتے۔ ہند کے مکتبوں اور سرکاری مدارس میں لاکھوں طلباء و کمال اشتیاق کے ساتھ عربی زبان کا مطالعہ کرتے اور محنت شاقہ کے بعد نہایت اعلیٰ درجہ کی استعداد پیدا کر لیتے ہیں۔ پر اس عجیب زبان کے ادب کی تاریخ سے بیخبر اور ناواقف رہتے ہیں۔ حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ مدرسہ رشیدیہ تعلیم نے بھی عربی کے اعلیٰ درجہ کے امتحانوں کے لیے کوئی ایسی کتاب مقرر نہیں کی جس کے ذریعہ سے طلباء کو عربی ادب کی تاریخ سے واقفیت ہو۔ حق تو یہ ہے کہ اردو میں اس طرز کی کوئی کتاب ہی نہیں جو نصاب تعلیم میں داخل کی جائے۔ وہی مثل بحر

”دہن از کجا آرم کہ جامہ ندارم“ اس مضمون پر خامہ فرسائی کی ایک بڑی وجہ تو یہی ہے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ عربی ایک ایسی فاتح قوم کی زبان ہے جس نے اپنی فتوحات کے نشان دنیا کے ہر طبقہ میں کم و بیش چھوڑے ہیں اور بعض حصے تو دنیا کے ایسے ہیں جہاں اس سعادتمند قوم کے آثار نمایاں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ روئے زمین کے خوبصورت و زرخیز خطے اس قوم کے زیر نگین تھے۔ عربی نسل بادشاہوں کے سیکے ان کی فرمانروائی کے قصبے بیان کرتے۔ اور ان کی بہادر و جنگجو سپاہ مختلف ممالک و دیار میں دکھائی دیتی تھی۔ قیصرانِ روم و خسرانِ ایران کے مقبوضات انہی قلمرو میں شامل اور قرب و جوار کی قومیں ان کی باجگذار تھیں۔ گنبد گردون مبارزانِ اسلام کی تکبیر کی صدا سے گونجتا تھا اور بادشاہانِ زمین کے سرانے قدموں پر ٹیکے رہتے تھے۔ حصار ہائے محکم کی دیواروں پر ان کے پرچم لہراتے اور روئے زمین کے دور دراز گوشوں تک ان کے فرمان جاری ہوتے تھے۔ پھر اقبالِ مندی ان کے سروں پر تاج پہنتا اور دولت و شہمت ان کی رکاب چومتی تھی۔ ان کی شان و شوکت کی کچھ انتہا نہ تھی کیونکہ چاروں طرف سے بے قیاس دولت شاہی خزانہ میں آتی تھی۔ جہاں جہاں یہ گئے اسلام کی برکت اپنے ساتھ لے گئے۔ لاکھوں ان پہلے مسلمانوں کی دنیوی و دگر بخشی کو دیکھ کر اسلام لائے۔ مثل مشہور ہے *الثَّائِسُ بِكُلِّ دِينٍ مُّسْلِمٌ كَهْمٍ*۔ مفتوح قوموں نے اپنے فاتحوں کی زبان۔ اور پوشش۔ عادات و عقائد اختیار کر لیے عربی قوم کے عروج میں ہمیں دو امور وابستہ دکھائی دیتے ہیں۔ دین و سلطنت۔ پہلے ہی سے ان کی زبان میں فصاحت و بلاغت کے تمام قدرتی لوازمات بھرے ہوئے تھے۔ اسلام کے قبل عرب جاہلیت کو اپنی سحر بیانی و آتش دہانی پر ناز تھا۔ سال میں ایک دفعہ یہ لوگ کشت و خون کے ہنگامہ کو بند کر کے عکاظ کے میلے میں فراہم ہوتے اور وہاں اُنکے خطیب اور قوم کے شعراء اپنی شجاعت و سخاوت۔ مہمان نوازی اور عقباری کا حال نہایت پر جوش و ملیح اشعار میں حاضرین کے سامنے پڑھتے۔ چنانچہ اُس زمانہ کے اشعارِ زمیہ و مدحیہ و عشقیہ آج تک موجود ہیں۔ انہیں پڑھ کر تعجب معلوم ہوتا ہو کہ ان

صحرا اور دشتا عربوں اور باد یہ بجا قبیلوں میں اس زور شور کی بلاغت و قادر الکلامی کہاں سے آئی۔ اور قن شعر گوئی میں ان لوگوں نے ایسی غیر معمولی ترقی بغیر کسی استاد کی مدد کے کیسے کی۔ بہن اس زمانے کے اشعار دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی شاعری قدرتی ہے۔ آواز و بناوٹ۔ مبالغہ و تصنع کا رنگ اس میں بہت ہی کم دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ عرب جاہلیت کی ترقی فقط شعر گوئی میں تھی۔

ابھی یہ لوگ اپنی جہالت و سب پرستی میں غرق ہی تھے کہ یک بیک اسلام کا کوکب درخشان آفتی بر نمودار ہوا۔ اسکا نمودار ہونا تھا کہ وہ ظلمت جو ایک عرصہ سے ملک عرب پر چھائی ہوئی تھی رفتہ رفتہ چھٹنے لگی۔ اور نور توحید اُس تاریک جزیرہ نما کے گوشوں کو روشن کرنے لگا۔ جہاں یہودی اور عیسائی واعظ سوتے دلون کو جگانے سے عاجز رہے و مان حضرت محمد علیہ السلام عجیب طور پر کامیاب ہوئے۔ شروع ہی شروع میں آپ کی نہایت سخت مخالفت ہوئی۔ تبلیغ پیغام الہی میں اکثر بڑی دلت و رسوائی اٹھانی پڑی اور بار بار دشمنوں نے انہیں جان سے مارنے کا بھی قصد کیا لیکن ”دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست“ مخالفوں کی ساری کوششیں را لگان گئیں۔ اور اسلام روز افزون ترقی کرتا رہا۔ یہ انہیں کا دم تھا کہ یہ وحشی۔ جنگجو۔ لٹیری قوم اسلام کی پیرو اور ایک برحق معبود کی معتقد بن گئی۔ اسلام نے بت پرستی اور باطل اوہام کو بیخ و بنیا د سے دور کر کے اس تند خواہ اور سنگدل قوم کی کایا باکل پلٹ دی اور ان میں نئی روح پھونک دی۔ حضرت کے انتقال کے بعد دس برس کے اندر ہی اندر نوج مسلمین کے آب شمشیر نے گبر و مجوس کے آتشکدوں کو بجھا دیا اور زہر و بائزند کے اوراق پر پسل فنا بر سائی۔ ایران کو حلقہ بگوش کر کے انہوں نے ملک شام کی طرف توجہ کی۔ اس ملک پر اسوقت روم کے عیسائی بادشاہ حکمران تھے۔ اکتھی قمرًا۔ شہر افسوس کے ساتھ یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ عیسائیوں کی حالت اسوقت نہایت خراب تھی دولت و ثروت نے انہیں مغرور۔ عیاش اور بددیانت بنا دیا تھا۔ ان کے اجداد کے فضائل و محاسن ان سے خدا حافظ کہہ کر جدا ہو گئے تھے۔ اور صداقت و انصاف نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ یہ ان بہادر دن کی کپوت ادلاؤ تھے جنکی متانت و شجاعت مملوت

وجہ امت مزب اہل تعین۔ دین حق کے بے انہوں نے صلیب پرستی اور تصویر پرستی اختیار کر لی تھی اور معبود عالم کی عبادت کے بجائے مقدسوں اور اولیاء کبار کے مزاروں کے استانوں پر کھڑے ہو کر مغفرت کے لیے زاری و فریاد کرتے تھے۔ عاقبت انکی بگڑی ہوئی عقیدیں اور اخلاق انکے نہایت رومی تھے۔ اس پر انہیں یہ زعم تھا کہ ہم خدا کے لادے ہیں اور جنت ہماری میراث ہے۔ بھلا ایسوں میں اسلامیوں کے حملوں کی تاب کہاں تھی۔ جہنم کی فوجوں کی جب ٹٹھ بھٹھ ہوئی تو میدان کارزار میں انہوں نے پشت پھیر دی اور کشتوں کے پشتے اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ اس نہایت کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ پھر صدیوں تک لشکر اسلام کے آگے ان کے قدم نہ گئے۔ ایران اور شام ہی نے فقط ان فتح مندوں کے آگے تسلیم خم نہ کیا بلکہ مصر نے بھی کچھ مقابلے کے بعد انکی اہانت قبول کر لی۔ تھوڑے عرصے کے بعد سارے شمالی افریقہ کو فتح کر کے یہ بہادر فاتح ملک سپین میں داخل ہوئے اور وہاں ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو مغرب سات سو برس تک قائم رہی۔

پس اسلام کے ساتھ گویا دو برکتیں لگی ہوئی تھیں۔ شوکت و نبوی اور نجات اخروی یہ ایک دین بھی تھا اور سلطنت بھی۔ دونوں ہی صورت میں یہ بڑے جاوہر و جلال کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اور اپنے ساتھ وہ مسند و ثبوت لایا جس کے آگے مخالفین کو سکوت اختیار کرنا پڑتا تھا۔ قرآن کی بلاغت و جادو بیانی نے عرب کے فصیح القضا اور ابلغ البعا کو ہنر زبان بریدہ بکنجہ نشست تھم بکم بنادیا۔ اُسکے فاتوا بئسور قورین مثلہا کے دعوے سن کر خداوندان سخن کا منہ بند کر دیا۔ اب سے آگے ہمیشہ کو یہ کلام ربانی کمال بلاغت اور کمال کا معجز نامونہ ہو گیا۔ بارہا عرب کے قبائل کے چیدہ چیدہ شعراء اور اہل کمال نے قرآن کی عبارت لکھنے کی کوشش کی پر ناکام رہے۔ اس نے سحر و افسون کی قدر کھودی اور جادو سے مصر کو خاک میں ملا دیا۔ سامعین کو طوفان و گردن ماننا بھی پڑتا تھا کہ ایسا کلام طاقت بشری سے باہر ہے۔ سخت سے سخت دل بھی اس غضب کی آتش بیانی سے موم بجاتے اور پتھر کے کعبے پانی ہو جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے تند مزاج آدمی

قرآن کی عبارت کو پڑھ کر آہ و زاری کرنے اور اپنے پروردگار کے آگے چھاتی پھینکتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ تین تلواریں اپنے بہن و بہنوئی کے گھر میں گھسے تو وہ ان کے ہاتھ کاغذ کا ایک ورق لگا جس پر یہ آیت کریمہ مکتوب تھی ”طہ۔ مَا أَنتَ لَنَا عَلِيكَ الْقُرْآنَ لِنَشْفِي۔ اَلَا تَذَكَّرُ لِمَنْ يَخْشَى۔ قَدْ زَيَّلْنَا عَنْ خَلْقِ الْاَرْضِ وَ السَّمَوَاتِ الْعُلَى اَلَّذِينَ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى۔ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرَى وَ اِنْ نَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهُ يَكْتُمُ السِّرَّ وَ اَخْفَى۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنَى“ اسکا پڑھنا تھا کہ آپ کی آنکھ سے آنسو ٹپ ٹپ ناز و قطار گرنے لگے اور وہ اسی وقت اسلام لے آئے۔ حضرت لبید کو بھی اسی طرح اس معجزہ بلاغت نے مستحضر کر لیا۔ اور وہ اُسکی حیرت انگیز فصاحت و بلاغت کو اس کے من جانب اسد ہو سکی دلیل سمجھنے لگے۔

قرآن سے عربی زبان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اسکی وضع و شکل طرز و بندش مخصوص ہو گئی فضیلت و براعت کے اندازہ کرنے کا وہ صحیح پیمانہ و معیار قرار دیا گیا۔ ہر اسکے نکات و دقائق کو سمجھنا اور حل کرنا آسان نہ تھا اسکی بلاغت کے اسرار عوام کی نظر سے چھپے ہوئے تھے۔ لہذا ان کی شرح کے لیے قدیم شعراء کے سارے اشعار جمع کرنے پڑے۔ سرگرم و جان نثار بندگان آہنی اب اسی کو شش میں لگ گئے کہ جس طرح ممکن ہو عرب العرب کے کلام کو جہان بین کر نکالیں اور انکی مدد سے کلام اسد کو زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھیں۔ ساتھ ہی ساتھ قواعد کی کتابیں مرتب ہوئیں۔ تفسیریں اور شرحیں لکھی گئیں۔ حدیثیں جمع کی گئیں۔ فقہ کا مطالعہ شروع ہوا۔ خلفاء خاندان امیہ کے وقت تک تو یہ کوششیں امور دینیہ پر محدود رہیں لیکن جب خلافت پر خاندان عباسیہ کا قبضہ ہوا تو اور ملکوں کے علم و ہنر کی طرف بھی تھخن کی توجہ ہوئی۔ اس عہد میں عربی علم ادب نے ایسی ترقی کی جسکی نظیر حسین کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ منصور اور ہارون الرشید۔ مامون اور واثق اور معتصم کے زمانہ میں بغداد جو ان کا دار الخلافہ تھا علوم و فنون کا مخزن و معدن ہو گیا۔ پھر کبھی کسی ملک میں جاہ و احتشام اور علوم و فنون ایسے رونق افروز نہ ہوئے۔ ان ظاہر پر شعر صادق آتا ہے

ازہمیت شاہ جہان لرزد زمین و آسمان : انگشت حیرت در دہان نیمے درون نیمے برون

عربی دعبی - یہودی دیونانی علماء ان پادشاہان گردون مار کے درباروں میں شبے روز موجود رہتے تھے۔ مسائل و منیہ اور فلسفہ پر آزادانہ بحث ہوتی۔ مذاہب مختلفہ کے مقلد اپنے عقائد و خیالات کا اظہار بڑی صراحت کے ساتھ کرتے تھے کیونکہ کسی طرعی روک ٹوک و مان نہ تھی۔ یہ زمانہ عربی علم ادب کی تاریخ میں کمال عروج کا زمانہ گذرا ہے۔ کوئی فن ایسا نہ تھا جس کی بڑی بڑی ضخیم کتابیں نہ لکھی گئی ہوں۔ شعر و سخن میں عجیب کا رنگ صاف بھلنے لگا۔ دور دور کے کتب خانے قدیم دنیا بیاں نسخوں کے لیے چھلے گئے۔ اور شتران بارکش کتابوں سے لدے ہوئے چار طرف سے بغداد میں آتے اور اپنے پیش بہاہیئے خلیفہ کی نذر کرتے تھے۔ الکہیات میں آزاد خیالی کا وہ زور ہوا کہ خوف تھا کہ کہیں اسلام کی کشتی گرواب کفر و الناموس میں پھنک کر ڈوب نہ جائے۔ نئے نئے فرقے پیدا ہو گئے۔ اور یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن۔ معتزلہ اور اشعری صفائی اور مجسمی۔ جبری و قدری بے دھڑک کلمہ کھلا دین کے اوق مسائل پر مباحثہ کرتے اور اپنے مخالفوں پر تیرا و لعنت برساتے تھے۔ اور ہر فرقہ نے اپنے اپنے معتقدات پر کتابوں کے طومار کے طومار لکھ مارے۔ سیوطی اور ابن خلکان نے انکا مفصل حال اپنی کتابوں میں دیا ہے۔

اسی ہتم باشان زمانہ میں عبرانی دیونانی۔ رومی و پارسی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کیے گئے۔ علوم شرقیہ و غربیہ کی ہزاروں کتابیں تالیف ہوئیں۔ طب و ریاضی میں نئی نئی معلومات نے اپنا رنگ دکھایا۔ منطق و فلسفہ کی بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔ حکمت و دینیات کے علماء کی تصانیف سے کتب خانے آراستہ کیے گئے۔ ملکوں اور سلطنتوں کی تاریخیں مرتب ہوئیں۔ یہاں تک کہ فن موسیقی کے متعلق بھی بہت سے رسائل تصنیف ہوئے عربی زبان اب تصانیف کے سبب ساری زبانوں کی ملکہ ہو گئی۔ پرافسوس صدافسوس ہلاکو خان کے دست ہلاکت نے صدیوں کے علم و ہنر کے ذخیرہ کو آگ لگا کر برباد کیا۔ اور اس وقت کے سرمایہ علم میں سے بہت تھوڑا سا صحیح و سالم ہم تک پہنچا ہے۔ بیشتر حصہ اسکا خاک میں مل گیا۔ اتنا ہم جو کچھ بالفعل موجود ہے وہ اتنا ہے کہ اسکا منت ابلہ

پاہ جس زبان کے علم ادب کے ساتھ کرلو۔

خلفاء عباسیہ کے عہد میں فقط بغداد ہی میں علوم و فنون کا ایسا چرچا نہ تھا بلکہ اور شہر بھی اس عظیم الشان سلطنت میں ایسے تھے جہاں علوم نے غیر معمولی ترقی کی تھی کوہ نور بصرہ کو تودمان کے یگانہ روزگار نے شہرت دوام کا تاج پہنا دیا ہے۔ ایسے ایسے پیرمیران دو شہروں میں ہو چکے ہیں جن کے انوار سے زمانہ روشن تھا ان میں بڑے نامی صرفی و سخوی مجتہد و محدث پیدا ہوئے ہیں۔ اور کسی وقت تو یہاں علم کی وہ ترقی تھی کہ شہر ہر عاملوں کے جتنے یہاں ہی ملتے تھے۔ حریری نے مقامہ حراسیہ میں بصرہ کی تعریف اس طرح کی ہے

وَحَبِيرَانِ تَنَافَوْا فِي الْمَعَارِفِ	بِهِمَا مَا شِئْتُمْ مِنْ دِينٍ وَ دُنْيَا
وَمَفْتُوْنَ بِرَأْيَاتِ الْمَشَافِرِ	تَمَشُّوْنَ بِأَيَاتِ الْمَشَافِرِ
وَمُطَّلَعٌ لِّتَخْلِصِ عَارِفِ	وَمُضْطَلَعٌ بِتَخْلِصِ الْمَعَارِفِ
أَضْرَبَ بِأَجْفُونٍ وَ بِالْجَمَافِ	وَ كَمِ مِنْ قَارِي فِيْهَا وَ قَارِ
وَ تَادِلِلَسْدِي حُلُو الْجَارِ	وَ كَمِ مِنْ مَعْلَمٍ لِلْعِلْمِ فِيْهَا
أَعَارِيْدُ الْعَوَانِ وَ الْأَعَارِ	وَمَعْنَى لَا تَزَالُ تُعْنَى فِيْهِ
وَأَمَّا شِئْتُمْ فَادَّتْ مِنَ الدَّنَانِ	فَصِلَ إِنْ شِئْتُمْ فِيْهَا مَنْ يُصِلُ
أَوَ الْكَسَاتِ مُنْطَلِقِ الْعِيَانِ	وَدُوْكَ صُحْبَتِهِ الْكَأَيَّاسِ فِيْهَا

علاوہ ان شہروں کے دمشق اور حلب اور طبرجہ اور اصفہان اور سمرقند بھی علم کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ ایک عالم کے بارے میں روایت ہے کہ اگر وہ اپنی کتابوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا تو چار سو اونٹ اس کام کے لیے ضرور ہوتے۔

مصر بھی فاطمی خلفاء کے تسلط میں علوم و فنون کے اعتبار سے رشک بغداد میں رکھتا سکندریہ میں بیس مشہور دارالعلوم تھے۔ قاہرہ کے شاہی کتب خانہ میں ایک لاکھ قلمی نسخے موجود تھے۔ خلیفہ الحاکم نے قاہرہ میں ایک دارالحکومت بنوایا جسکی سالانہ آمدنی دھائی ہزار دینار سے زیادہ تھی۔ یہ امور نہ فقط اسلام کی شان و شکوہ۔ اور دولت و اقبال کو دکھاتے ہیں بلکہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اسلامی اپنے وقت میں علم و ہنر میں

بھی عیدیم المثال اور لاثانی ہوئے ہیں۔

پچیس ملک میں عربی تہذیب و شایستگی سود و سودو برس تک نہیں بلکہ سات سو برس تک جلوہ نما رہی وہ اندلس تھا۔ قرطبہ کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں سچی ہوئی تھیں وہ ان اسلامی شان صدیوں تک اپنے نئے بہرہ و رنگ دکھاتی رہی۔

اب توجہ پہنچائی کفران نعمت و احسان فراموشی کر کے اپنے محسن مسلمانوں کو برا کہیں پر کوئی صاحب انصاف اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یورپ کے عیسائیوں کو اندلس کے مسلمانوں سے بڑے بڑے فیض پہنچے ہیں بخفی نہ ہے کہ آٹھویں صدی سے لیکر پندرہویں صدی کے شروع تک بڑا نہ عیسائیوں کی تاریخ میں ”تاریک زیانہ“ کہلاتا ہے جس وقت مسلمانوں کے دارالعلوم سویل اور قرطبہ اور غرناطہ بڑی آب تاب کے ساتھ چمک رہے تھے اس وقت یورپ پر جہالت کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور جو تھوڑے بہت علماء و محققین میں ادھر ادھر دکھائی دیتے تھے وہ سب مسلمانوں کے دارالعلوم کے تعلیم یافتہ تھے۔ عیسائی طلبہ کالے کوسون سے ان دارالعلوم میں تعلیم پانے کی عرض سے آئے اور بلا امتیاز اسلامی طلباء کے ساتھ پڑھتے اور پلٹے پاتے آئے۔ جس محفل و انصاف کے ساتھ یہ مسلمان ان عیسائی طلباء سے برتاؤ کرتے تھے وہ قابلِ تعریف ہے۔ حاکم محکوم کا پھر ایسا ارتباط و اختلاط سوائے اکبر کے عہد کے اور کبھی دکھائی نہیں دیا۔

مذکورہ بالا مضمون سے ظاہر ہے کہ زبان عربی کو اسلام اور اسلامی سلطنتوں سے بڑا فروغ حاصل ہوا حسن اتفاق سے کئی ایسے سبب مجتمع ہو گئے جنہوں نے اس کے علاوہ کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ حتیٰ کہ کوئی زبان اسکی ہم پلہ و نظیر نہیں رہی۔ اسے نہ فقط دینی زبان ہونے کا شرف تھا بلکہ ملکی و علمی زبان ہونے کا فخر بھی حاصل تھا۔ علاوہ بریں فتحیاب عرب جہاں جہاں گئے اس زبان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہفت اقلیم میں بھی زبان بولی جانے لگی۔ چنانچہ اس کے عالمگیر ہونے کا ثبوت آج تک صفحہ دہرین موجود ہے اور وہ ثبوت یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اس عجیب زبان کے پڑھنے والے اور

بولنے والے اور سمجھنے والے پائے جاتے ہیں۔ یہ سنسکرت اور لاطینی اور عبرانی کی طرح مُردہ زبان نہیں ہے بلکہ زندہ زبان ہے۔ اور دنیا کے کئی بڑے بڑے حصوں میں اب تک مروج ہے۔ بائیں ہتھ قلعہ روزگار و گردش لیل و نہار اس کا بوستانِ خصا اب تک سرسبز و شاداب ہے اور ایک عالم اب تک اسکے گلہارے بلاغت کی بو باس سے مہک رہا ہے۔ اسلامی دنیا میں تو اس زبان کا یہ حال ہے کہ لاکھوں کروڑوں آدمی مختلف مضم کے بڑی کوشش و جانفانی سے اسکا مطالعہ کرتے اور اپنی عمریں اس میں کچھا دیتے ہیں۔ پس جس زبان کی قدر و منزلت ایسی ہو اس کے حیرت انگیز علم ادب کی تاریخ کا مطالعہ تو ضرور چاہیئے۔

اس زبان کا جو اثر دوسری زبانوں پر ہوا وہ نہایت ہی تعجب خیز ہے۔ بالفعل یورپ کی کوئی زبان اسی نہیں ہے جسکا دامن عربی زبان کے غوان نعمت کے ریزوں سے چرند ہو اور جو دعویٰ یورپ کی زبانوں کی نسبت کیا گیا ہے وہی ہلکا سا لٹا اور زیادہ صحت کے ساتھ ایشیا کی زبانوں کی نسبت کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایشیا کی دو مشہور زبانوں پر تو اسکا ایسا اثر ہوا ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ یعنی فارسی اور اردو پر۔ ان دونوں زبانوں میں عربی کے ہزاروں لفظ ایسے ہیں جو روزمرہ کی بول چال میں داخل ہو گئے ہیں۔ عام طور پر یہ قاعدہ کلیہ باندھ سکتے ہیں کہ علوم و فنون کی ساری عربی اصطلاحیں جیسی کی تیسری ان دونوں زبانوں میں آگئی ہیں۔ فارسی و اردو و نظم کی کتابیں عربی الفاظ اور محاورات سے بھری ہیں۔ ان دونوں زبانوں کے شعراء کے کلام میں عربی زبان کے لفظ و اجزاء کی مانند جڑے اور جملہ گاتے نظر آتے ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ بغیر عربی زبان کو تحصیل کیے فارسی یا اردو میں کامل استعداد ہم پہنچانی دشوار ہے۔ تحقیق لغوی اور صحت تلفظ عربی زبان بانی پر موقوف ہے۔ فارسی اور اردو کے ناثر و ناظم شروع سے اپنے کلام کو عربی سانچوں میں ڈھالتے رہتے ہیں۔ فن بلاغت و فن شعر گوئی میں تو انہوں نے جو بہوان کی نقل کی ہے۔ الہیات و فلسفہ۔ منطق و طب۔ پر سب عربی سے لیا ہے اور بے کم و کاست لیا ہے۔ عربی ہی کی بدولت دونوں زبانوں میں رنگینی و یکسانی۔ خوبی و خوش اسلوبی پائی جاتی ہے۔ غرض

ان کا حسنِ ستعار ہے اور عربی سے مستعار ہے۔ بلبلانِ فارس اور طوطیانِ ہند نے
 یہ ساری شیدائیاں جیسپر وہ ایسے پھولتے ہیں عرب کے ہزارستان سے سیکھی ہے۔
 الغرض ان سب امور پر غور کرنے سے بندہ احقر نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر عربی زبان کے
 علم ادب کی ایک مسلسل تاریخ لکھی جائے تو امید ہے کہ شائقینِ باتکیں اُسے ہاتھوں ہاتھ
 خریدیں گے اگر اردو زبان میں اس مضمون کی کوئی کتاب ہوتی تو شاید میں اس کے لکھنے کا قصد
 نہ کرتا۔ پر چونکہ ایسی کوئی کتاب ہے نہیں۔ بندہ نے اسکی ضرورت سمجھ کر اس کے لکھنے کی جرأت
 کی۔ واللہ المستعان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل

عرب کا جغرافیہ اور وہاں کے قدیم باشندوں کا مختصر حال

عرب یا عربستان اُس وسیع قطعہ زمین کا نام ہے جو بڑا عظیم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ طول اسکا کوئی ۱۴۰۰ میل اور عرض ۷۰۰ میل ہے۔ اس وقت وہاں کی آبادی قریب پچاس لاکھ ہے۔ اس کے شمال میں ملک کنعان اور دشت شام ہیں۔ مشرق میں خلیج فارس۔ جنوب میں بحر ہند اور مغرب میں بحر قزقم واقع ہیں۔ عمان۔ تہامہ۔ یمن۔ حجاز۔ نجد اور بحرین اس کے مہر حصے ہیں۔ یہ ملک خشک اور ریگستانی ہے۔ وسط و شمال و جنوب کی طرف صحرائوں اور بیابانوں کے بڑے بڑے سنسان اور ویران قطعے ہیں جن میں نیل گائے اور شتر مرغ۔ گورخا اور ہرن اور طرح طرح کے درندے جا بجا پائے جاتے ہیں۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پہاڑوں اور نیچی نیچی پہاڑیوں کے سلسلے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ پانی کا یہاں بڑا توڑا ہے۔ قلت بارش کی وجہ سے زراعت کم ہوتی ہے۔ اکثر حصے تو بالکل بنجر اور ریتے ہیں صحرا ایسے خطرناک اور دشوار گزار ہیں کہ انہیں قطع کرنا مشکل ہے۔ قافلوں اور راہگیروں کو ان میں بڑی بڑی صعوبتیں اور وقتیں پیش آتی ہیں۔ دور دور تک کہیں سبزی یا پانی کا نشان نہیں ہے۔ عربی زبان میں ایسے صحرائوں کو مفاہذ و مہالک کہتے ہیں مسافر اکثر انہیں قطع کرتے وقت ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ برسات کا جو پانی وادیوں

اور گر ٹھون میں جمع ہو جاتا ہے وہی بیشتر پینے کے کام آتا ہے۔ دریا اس ملک میں ایک بھی نہیں۔ دو چار چھوٹی چھوٹی ندیاں جنوب اور مغرب کی طرف بہتی ہیں۔ بہاڑوں کی کثرت کی وجہ سے نالے بے شمار ہیں۔ جہاں کہیں تھوڑا بہت ماؤکلا دکھائی دیا قبیلے کے قبیلے اپنے جانوروں اور اہل و عیال کو لے کر وہاں آ جاتے ہیں۔ اور جب پانی اور چارہ ختم ہو جاتا ہے تو وہاں سے جگہ کہیں اور جہاں پانی ملتا ہے جا مقیم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ساتھ خیمے اور ڈیرے رکھتے ہیں۔ اسی سبب سے انہیں خانہ بدوش کہتے ہیں۔

میں سب سے زرخیز حصہ سمجھا جاتا ہے۔ بارش یہاں خوب ہوتی ہے۔ اور کو سے جا بجا جوار اور قہرہ اور انواع و اقسام کے میوے کے درخت بوئے جاتے ہیں۔ خرمائے درخت سارے ملک میں عموماً اور مین میں خصوصاً کثرت سے ہیں۔ ان درختوں کی ہری ہری شاخیں اور پتیاں دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ قدیم زمانہ سے یہاں کے لوگ شہر و دیہات میں رہتے آئے ہیں۔ خانہ بدوش شہریوں کو نظر سے متحقر سے دیکھتے ہیں۔ طائف بھی نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے۔ چاروں طرف کھجور کے درخت کثرت میں۔ باقی حصے خشک ہیں۔ ریت کے ٹیلے اور کالی کالی بزمین چٹانیں ہر طرف دکھائی دیتی ہیں۔ وسط کا حصہ جسے نجد کہتے ہیں بہت مرتفع ہے۔ حجاز حضرموت اور یمامہ ریگستان سے بھرے ہیں۔ مکہ شریف اور مدینہ منورہ حجاز میں واقع ہیں۔ ملک کے وسیع ریتلے میدانوں میں کہیں کہیں قدرتی چشمے ہیں جو برابر آبلتے رہتے ہیں۔ ان سے قافلوں کے آدمیوں کو بڑا آرام ہے۔ اس پاس کی زمین سیراب و سرسبز ہو کر سبز فرارسی دکھائی دیتی ہے کھجور کے درخت بافراط پیدا ہو جاتے ہیں جبکہ سایہ ٹھکے ماندے مسافروں کو بڑا پیارا معلوم ہوتا ہے۔ چلچلیا قادیان میں چلتے چلتے قافلہ والوں کی زبانیں اور لب پیاس کے مارے خشک ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ان چشموں کا ٹھنڈا۔ میٹھا اور خوشگوار پانی ان کے لیے آب حیات کا سا حکم رکھتا ہے۔ گرمی اس ملک میں بڑی سخت پڑتی ہے۔ شدت حرارت کی وجہ سے یہ پتے ریگستان جن میں پتے تک کا نام نہیں دوزخ کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ موسم گرما میں سورج کی کرنوں کی چمک ایسی تیز ہوتی ہے

کہ نظر ٹھیک سے کام نہیں کرتی۔ ان دنوں کی دو پہر دھوپ میں ہرن بھی اندھے کی طرح ادھر ادھر ٹکرا کر چلتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر کہیں پہاڑ کی اوٹ یا درخت کا سایہ مل جائے تو لوگ اُسے غنیمت جانتے ہیں۔ ریگ تانوں میں آندھیاں اس سناٹے کی چلتی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ان ہی دنوں میں آندھی اور محکمہ کے تندرستوں سے ریت کے تودے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی اجل رسیدہ قافلہ ان کی جھپٹ میں آجائے تو پھر جان کی خیر نہیں بلکہ ان کے نیچے وب کر زندہ دفن ہو جاتے ہیں۔ اس مرگ نے ہنگام کے شکار کی ہڈیاں سینکڑوں کوس تک پڑی نظر آتی ہیں۔ دن کو بادِ سموم چلتی ہے جسکی زہریلی تاثیر سے اکثر آدمی اور چوپائے مر جاتے ہیں۔ گرد و غبار کے سبب آسمان کا رنگ کبھی کالا۔ کبھی پیلا۔ کبھی خاکستری دکھائی دینے لگتا ہے۔ گرمیوں میں دن چونکہ بڑا ہوتا ہے لوگ باگ تھوڑی دیر کو سو جاتے ہیں جسے قیلولہ کہتے ہیں جاڑا بھی یہاں کڑاے کا بڑا تپا ہے اور اگر خط سالی ہو تو خشک سردی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ وائٹے دانت بجھنے لگتے ہیں۔ ان دنوں میں اگر اتفاق سے بارش بھی قدرے غلیل ہو جائے تو پھر تو لگ جلائے بغیر گذارہ نہیں۔ بارش کے دنوں میں اور جاڑوں میں شبنم بہت پڑتی ہے۔ اولوں کی بھی اکثر بوجھاڑ ہوتی ہے۔ کھجور۔ تھوہ۔ عربی گوند۔ مرکافور وغیرہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور ادھر ادھر دیگر مالک میں بھی جاتے ہیں۔ عربی نسل کے گھوڑے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ گھوڑے خوبصورت اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ عرب کے لوگوں کی نظر میں یہ اس قدر عزیز و بیش قیمت ہوتے ہیں کہ گھبراہ جورو جانتا۔ اکل اولاد۔ سب سے جدا ہونا منظور کر لین گئے پر اپنے گھوڑے سے جدا ہونا گوارا نہیں کریں گے یہ اہل گھوڑے بڑے دفا دار ہوتے ہیں اور اپنے مالکوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ عرب کے کسی بادشاہ نے بنی تمیم کے ایک آدمی سے کہا کہ تم اپنی گھوڑی سکاب مجھے دے دو (سکا) اس گھوڑی کا نام تھا) اس شخص نے گھوڑی دینے سے انکار کیا اور عذر میں پانچ شعر کہے جن میں سے پہلے دو یہاں نقل ہوئے ہیں۔ ۵

أَبَيْتُ اللَّعْنَ إِيَّكَ سِكَابَ عَلِيٍّ لَفَيْتُ لَاقِعًا وَلَا تَبَاعُ

اے بادشاہ! تو لعنت کے کاموں سے بچو۔ میری گھوڑی سکا ب ایک بیش قیمت
نفیس چیز ہے اور نہ بطور عاریت دی جاسکتی ہے نہ فروخت کیجا سکتی ہے۔

مُعَذَّاهُ - مُكْرَمَةٌ عَلَيْنَا | يَجْبَعُ لَهَا الْعِيَالُ وَلَا يَجْعُ

ہماری جان و مال اُس پر فدا ہیں اور وہ ہم کو بہت عزیز ہے۔ بال بچے تو اس کے
سبب سے بھوکے رکھے جاتے ہیں مگر وہ بھوکی نہیں رکھی جاتی۔
اور القیس اپنے گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے

وَقَدْ أَغْتَدَى وَالطَّيْرُ فِي وَكُنَّا نَهْنَأُ | مَنِجْرٌ قَتِيلٌ أَوْ أَيْدٍ هَيْكَلٌ

میں سویرے نکلتا ہوں جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں ایسا گھوڑا لے کر
جس کے بال کم ہیں اور جو جانوروں کے لیے بمنزلہ قید ہے اور بڑا تناور و طیار رہے

مِكْرٌ - مِقْرٌ - مُقِيلٌ - مُدْبِرٌ مَعًا | كَجَلْمُودٍ صَخٍّ حَطَّهَ السَّبِيلُ مِنْ عِلٍّ

وہ بار بار حملہ کرنے والا اور بٹھنے والا۔ آگے بڑھنے والا اور پیچھے کو بٹھنے والا ہے اور
ان ساری حرکتوں میں ایسی تیزی کرتا ہے جیسے وہ پتھر سے سیل اوپر سے دھکیل لائی ہو۔

عَلَى الذَّنْبِلِ جَيَّاشٌ كَأَنَّ هَيْتَرَامَهُ | إِذَا جَاشَ فِيهِ حُمِيَّةٌ عَلَى مِرْجَلٍ

وہ ایڑ کے اشارے پر بہت گرم ہو جاتا ہے۔ اور جب گرم ہوتا ہے اس کے قرآن کی آواز
ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی ہانڈی کا جوش۔ عرب کے گھوڑے بدن کے پھریرے
اور کمزور چست اور چالاک و دردمند اور تیز رو ہوتے ہیں اسی سبب سے انکی قیمت بہت ہوتی ہے
اونٹ کی بھی اس گرم اور صحرائی ملک میں بڑی قدر ہے۔ اسے ”کشتی صحرا“
کہنا چاہیے اور نامناسب نہیں۔ خالق نے انکے پاؤں ایسی حکمت سے بنائے ہیں کہ آسانی
سے سینکڑوں کوس ریت پر چل سکتے ہیں۔ بڑے بڑے ریتے بیابان۔ اور لمبے چوڑے
صحرا ان ہی کی پشت پر سوار ہو کر قطع ہو سکتے ہیں۔ یہ عجیب جانور آٹھ آٹھ دس دس دن
تک بغیر پانی پیے چل سکتا ہے۔ عرب کے لوگ سفر سے پہلے اسے خوب پیٹ بھر کر پانی
پلا دیتے ہیں۔ جب راہ میں کہیں پانی نہیں ملتا تو اس کے شکم کو چاک کر کے پانی نکالتے اور
پیتے ہیں۔ خالد بن ولید جب رومی فوج سے لڑنے کو شام کی طرف چلے تو ایسے صحرا سے

جو گزرتے جس میں کہیں پانی میسر نہیں آسکتا۔ پانی کا انتظام یہ کیا کہ سوا ونٹ اپنے ساتھ لیے جنہیں خوب پیٹ بھر کر پانی پلوادیا۔ راستہ میں جب لپا ہی پلے ہوئے تو ان شترؤن کا پیٹ چیر کر پانی نکھوایا۔ اس جانور کا گوشت عرب کے آدمی بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اسی کو وہ مہانوں۔ مسافروں۔ دوستوں اور غرباء کے لیے فوج کرتے ہیں اسکا مفصل بیان آگے آئیگا۔ چونکہ یہ جانور اس ملک میں بہت کام آتا ہے۔ لہذا اسکے بغیر گزارہ ناممکن ہے۔ اس لیے عربی میں غریب دوہرا لفظ ہیں۔ اہل عرب نے اسکی تعریف میں ہزاروں شعر کہے ہیں۔ طرف کے مشہور قصیدہ میں سے تین اشعار بطور نمونہ کے نقل کرتا ہوں ۵

يَعُوْجَاءُ مِنْ قَالٍ تَرْفُحُ وَ تَغْتَدِي
عَلَى الْاَحْبَابِ كَانَتْ ظَهْرُ بَرْجَبٍ
سَفَّجَتْ تَبْرِي لَا تَزْعَمُ اَسْرَبَد

قَاتِي لَهْ مَضَى الْهَمَّ عِنْدَ احْتِضَارِهِ
اَمُوْنٍ كَانُوا اِحَادِثِ نَصَا مَهْمَا
جَمْعًا لَيْتُوْ وَ حَمَاءُ تَكْرَدِي كَانَهَا

عرب کا کلام ایسی تشبیہات اور استعارات سے بھرپور ہے جن سے اس ملک کا حال روشن ہوتا ہے۔ چنانچہ زنانہ سینہ کو آہوؤں اور گادان دشتی سے۔ اور اسخیا و کرام کو ابر باران سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور حب کسی کو دعا دیتے ہیں تو اسوقت بھی یہی کہتے ہیں کہ صبح یا شام۔ دن یا رات کے برسنے والے بادل اسکی فرو و گاہ کو تر کرین۔ یہاں تک کہ اپنے عزیزوں یا محسنوں کی قبروں کے واسطے بھی یہی کرت چاہتے ہیں کہ وہ ابر باران کے ڈیڑیوں سے تر و تازہ ہوتے رہیں۔ چنانچہ ایک شخص بادل کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ وہ تیکھے بن زیاد کی قبر کو سیراب کرے ۵

۱۵ میں اپنے ارادہ کو ایک جفاکش قبلی قبلی نافعہ کے ذریعے جو تیز رو اور شام صبح برابر پھر نیوالی ہو پورا کرتا ہوں ۱۱
۱۶ وہ ٹھوکر نہیں کھاتی اور تختہ تابوت کی طرح صاف اور وسیع الصدر ہے۔ اسے میں ایسے کشاؤ طریق پر مانگا جو دھاریدار کسبل کی پشت کی مانند تھا ۱۲

۱۷ وہ ناقہ مثل شتر کے جو اور بڑے کلمہ کی ہے۔ اور دوڑتے وقت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا وہ مادہ شتر مرغ ہو جو ایک جوان کم موبہو سے شتر مرغ کے مقابلہ میں دوڑتی ہو ۱۳

قُلْتُ لِحَتَّانَةَ دَلُوحِ أُمِّي الصَّرِيمِ الَّذِي أُسْقَى لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ أَنْ تَشْهَى	تَسْكُمُ مِنْ قَائِلِ سَكُوحِ ثُمَّ اسْتَهْلَى عَلَى الصَّرِيمِ عَلَى فَتَى لَيْسَ بِالشَّيْخِمْ
ایک شاعر ربیعہ بن مکدم کے مرثیہ میں کہتا ہے ۔ ۵	
لَا يَبْعَدَنَّ رَبِيعَةَ بْنِ مُكْدَمٍ وَسَقَى الْغَوَادِي قُبْرَهُ يَدُنُوبِ	
اسی طرح کا یہ شعر ہے ۵	
سَقَى جَدَّ شَاوَرَى أَرَبِ بْنِ عَسْعَسٍ مِنَ الْعَيْنِ غَيْثًا كَيْسَبَقِ الرَّعْدِ وَالْبَلْ	
اور یہ شعر بھی ۵	
سَقَى اللَّهُ أَحْبَادًا وَرَأَى تَرْكُومًا يَحْضِرُ قَنْسَرِينَ مِنْ سَبَلِ الْقَطْرِ	
تشبیہات اور استعارات کے نظائر کو بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جس ملک میں جو چیزیں کثرت سے پائی جاتی ہیں انہیں سے اس ملک کے باشندے تشبیہات اور استعارات نکالتے ہیں۔ اور ملک کے اشیاء قدرتی کارنگ عوام کے کلام میں صاف دکھائی دینے لگتا ہے۔	
تورخون نے اہل عرب کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ اول۔ عاریہ۔ دوم۔ متعربہ۔ سٹوم۔ متعربہ۔ عرب کے سب سے قدیم باشندوں کو عرب العاریہ کہتے ہیں۔ ان کی تاریخ ہمیں بالتفصیل معلوم نہیں ہے۔ انہیں عرب البائدہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ بار نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ انھوں نے نسل کو عرب المتعربہ اور اسمعیل کی نسل کو	
۱۱۔ میں نے بہت رونے والے اور برسنے والے بادل سے جو خوب جگر پرستا ہے کہا۔ ۱۱	
۱۲۔ کہ تو اس قبر کا قصد کر جس کا میں نلم لیتا ہوں اور پھر خوب اس قبر پر برس۔ ۱۲	
۱۳۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ تو اس جوان کی قبر پر برسنے میں بخل کرے جو خود بخیل نہ تھا۔ ۱۳	
۱۴۔ خدایہ بن مکدم کو ملاک نہ کرے۔ اور صبح کا برسنے والا لینہ اس کی قبر کو بڑی ڈول سے سیراب کرے ۱۴	
۱۵۔ اس قبر کو جسے ارب بن عجمس کو انکھ سے چھپایا ایسا ابر سیراب کرے جبکہ باران کے قطرے رعد سے پہلے برستے ہیں ۱۵	
۱۶۔ خدا ان قبروں کو جنہیں میں اپنے پیچھے حاضر قنسرین میں چھوڑ آیا ہوں ان سے سیراب کرے ۱۶	

عرب المستعربہ کہتے ہیں۔ عرب العارۃ بین جواب لوح ہستی سے قطعاً مٹ گئے ہیں کئی
شعوب تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ عاد۔ غمود۔ جدیس۔ نلسم۔ جرہم الاودی۔ اور عالق بن جہم الاودی
کو چھوڑ کر باقیوں کا مختصر حال یہاں درج کیا جائیگا کیونکہ جرہم الاودی کے بارہ میں ہمیں فقط
اتنا معلوم ہے کہ یہ قبیلہ مین میں بود و باش کرتا اور عبرانی زبان بولتا تھا۔

عاد۔ بنی عاد مین و عمان کے درمیان آباد اور حضرموت و شحر تک پھیلے ہوئے تھے۔ انکا
جدا مجد عاد عرب کا پہلا بادشاہ تھا۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے لوگ
دراز قامت تھے کیونکہ یہ آیت آئی ہے ”اَوْحَدِیْہُمْ اَنْ جَاءَ کُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ
مِّنْکُمْ لَیْسَ ذَا کُفْرٍ وَّاذْکُرُوا الَّذِیْ جَعَلْکُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ ذَرَاکُمْ فِی الْخَلْقِ
بَصُطَۃٍ۔ فَادْکُرُوا الْاٰیَۃَ الّٰہِیَّۃَ لَعَلَّکُمْ تَفْلَحُوْنَ“ ہود علیہ السلام اپنی قوم بنی عاد سے
کہتے ہیں کہ کیا تمکو یہ تعجب ہو کہ آئی تمہیں نصیحت تمہارے رب کی ایک مرد کے ہاتھ جو ہم میں
ہے کہ وہ تمہیں ڈرنا سے اور یاد کرو کہ تمہیں قوم نوح کے بعد سردار کیا اور زیادہ دیا تمکو بدین
میں پھیلاؤ۔ پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔ شاید تمہارا بھلا ہو۔ شداد بن عاد انکا ایک بڑا مقتدر
اور فحتمند بادشاہ تھا جس نے شام اور ہند اور عراق اور بہت سے شہروں کو اپنے قبضہ
میں کر لیا تھا۔ اس نے ایک غذا اور نہایت عالیشان شہر تعمیر کروایا۔ اس شہر کے اندر ایک
رفیع الشان اور خوبصورت محل تھا اور اُس محل کے چاروں طرف پُر نضا باغ لگے تھے۔
سونے اور چاندی کی اینٹوں سے اسکی دیواریں بنی تھیں اور قسم قسم کے جواہرات اور بیش
قیمت پتھر اُس میں جڑے ہوئے تھے۔ سیم زر کے طرح طرح کے پھول اور پھل کے درخت
بنائے گئے تھے جن کی شاخوں پر چاروں جانب سونے کے پرندے بیٹھے نظر آتے
تھے ان بیجان پرندوں کے کمو کھلے شکون مین دنیا بھر کی خوشبو مین بھری گئی
تھیں۔ ہر وقت ان خوشبوؤں کی بھینی بھینی مہک ہوا مین رہتی تھی۔ اُدھر پھولوں
کی لگک باد صبا اور نسیم کے جھونکوں کے ساتھ دور دور مقامات تک جاتی اور
لوگوں کے دماغ معطر کرتی تھی۔

درحقیقت یہ مغرور بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ خدا کا ہمسرہ جتنا ہو جائے۔ اور وہ شہر مغرور

تصور کیا جائے۔ اسی سبب سے اُس نے اس شہر کا نام ارم رکھا۔ اَلْحَرُّ كَيْفَ فَعَلَ
 سَرَّ بَلَدٍ بَعَادِ اَرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّذِي لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ۔ جب یہ شہر
 پہرا پہن کر طیار ہو گیا۔ شہداد اپنے اُمراء اور اراکین دولت کو اپنے ہمراہ لے کر اُس کے ملاحظہ
 کو چلا۔ جب ایک منزل کا فاصلہ باقی رہ گیا خدائے قادر نے ان سپہوں کو عجیب طبع سے
 ہلاک کر دیا۔ طبری جو ایک بڑا مشہور مورخ ہوا ہے یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے
 عہد خلافت میں ایک اعرابی اپنی کھوئی ہوئی نافت کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا اس شہر
 میں جا پہنچا۔ اور اُسکی ویرانی و سنسانی کے سبب خائف ہو کر وہاں سے بھاگا کہتے
 ہیں کہ ایک دفعہ خدائے حضرت عزرائیل سے پوچھا کہ تجھے کبھی روحوں کو قبض کرنے کی
 رحم بھی آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اور کہا۔ یا باری تعالیٰ
 اور دفعہ مجھے رحم آیا۔ ایک تو اس موقع پر جب تیرے حکم سے مجھے ایک عورت کی روح قبض
 کرنی پڑی جس کے اسی وقت بچہ پیدا ہوا تھا اور وہ بچہ بیچ سمندر میں ایک تختہ سے چٹا ہوا
 موجوں کے تھپڑوں سے ادھر ادھر ٹکراتا پھرتا تھا۔ دوسرے اس موقع پر جب تو نے
 شہداد کی روح قبض کرنے کا حکم دیا کیونکہ اُس نے بڑے شوق سے ایک شہر تعمیر
 کرایا اور تو نے عین اُس وقت جب وہ اُسے دیکھنے جا رہا تھا مجھے حکم دیا کہ اُسکی روح
 قبض کروں۔ خدائے جواب دیا۔ شہداد وہی بچہ تھا جس پر تجھے رحم آیا تھا۔
 قرآن شریف میں کئی جگہ قوم ہاد کا ذکر ہے۔ خدائے نے اسی قوم میں سے ایک شخص
 ہود کو رسول بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ ان کی منادی و ہدایت سے فقط چند آدمیوں
 نے توبہ کی۔ باقی اپنی شرارت و بت پرستی میں منہمک رہے۔ اس نافرمانی کے
 سبب خدا کا غضب ان پر نازل ہوا۔ ہود اور ان کے ساتھیوں کے سوا سب
 کے گئے۔ فَانْلِكْ عَادًا مَّحْدُوًّا يَا نَبِيَّ مَرْيَمُ وَعَصَوْا اَرْسَلَهُ وَاتَّبَعُوا الْاَمْرَ
 حَكْلًا جَبَّارًا عَنِيدًا وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
 اَكَاٰنَ عَادًا مَّكْفُورًا سَابِغًا۔ اَلَا بَعْدَ الْعَادِ قَوْمٌ مِّثْلُ هٰؤُلَاءِ۔ اور یہ تھے عادیوں کے
 ہوئے اپنے رب کی باتوں سے اور زمانے اُس کے رسول اور مامور حکم النکاح سرکش اور

مخالفت تھے۔ اور پائی اس دنیا میں پھنکار اور قیامت کے دن۔ سن لو عا و منکر ہوئے اپنے رب سے۔ سن لو پھنکار عا و قوم ہو دو کو۔ وَلَمَّا جَاءَهُمْ نُنَايَجِيْنَا هُوْدًا ۙ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُۥ ۙ يَرْجُوْنَ مِيْنَ اَنْ نَّجِيْنَا هَمَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۱۰ اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہے ہو کو اور جو یقین لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہر سے اور بچا دیا انکو سخت مار سے ۝ شعرا کے کلام میں بھی عا و ارم کی طرف کہیں کہیں اشارہ ہے اور وہ یوں کہ مدت مدید کو عہد عا و سے مستعار لیتے ہیں یا صاف صاف انکی نافرمانی و ہلاکت کا ذکر کرتے ہیں معمر بن المکبر الغنوی ایک شاعر جاہلی کہتا ہے ۝

حَتّٰی اَنْتُمْ الْمِيَاۤءُ الْجَوْفِ ظَاهِرًا ۙ اَمَّا لَمْ تَنْسُرْ فَبِكُلِّهٖ عَادٌ وَّ لَا اِرَادَہٗ

یہاں تک کہ وہ لوگ مقام جوف کے پانیوں پر دو پہر کو پہنچے۔ اور ایسے چلے کہ قوم عا و ارم بھی ایسی نہ چلی تھی۔ ایک اور شاعر جاہلی کہتا ہے ۝

مِنْ عَمْدٍ عَادٌ كَانَ مَعَهُ دِفْلًا ۙ اَسْرُ الْمُنَاوِلِ ۙ وَ قَتْلُهَا وَ قِتْلُهَا

عہد عا و سے لینے زمانہ قدیم سے ہمارے حق میں بادشاہوں کو قید و قتل کرنا اور اپنے لڑکا مشہور ہے۔ رشید بن رمیض الغزوی ایک شاعر جاہلی ایک نے جو ان شیخ بن ہند کی شجاعت و جنگ پیشگی کی تعریف میں کہتا ہے ۝

كَيْسَ بِنِ اِمْرِ اِبِلٍ لَا اَعْتَمُ ۙ لَا يَجْزٰ اِبْرَہٰمَ عَلٰی ظَهْرِ حَنَمٍ ۙ مَنْ يَلْفَنِيْ يُؤَدِّكُمَا اَوْدَتَاہٖ

وہ نوحمان شریح بن ہند اونٹوں اور بھیڑوں کا چرانو الاہنین اور نہ قصا ہے جو گوشت کو تخت پر رکھ کر بچتا ہے۔ اس نوجوان کا تو قول یہ ہو کہ جو مجھ سے لڑے گا قوم ارم کی طرح ہلاک ہوگا مُتَبٰی اِبْتَلٰکَ قَصِيْدَہٖ مِنْ کہتا ہے ۝

اَوْحَاہٖ بِہَا الْهَلَاکَ عَلٰی اَنَابِیْ ۙ لَهْمُ يَا لَللّٰہِ فِیْ قِیْسَۃٍ یَغْیُ عَادَہٗ

اور القیسیہ میں جن لوگوں کی سرکشی عا و کی سرکشی کی مانند تھی ان پر ہلاکت چھا گئی۔ مَثُوْد۔ قوم ثمود کے لوگ بھی قوم عا و کے لوگوں کی طرح لیے قد کے تھے۔ دولت ان کے پاس بہت تھی۔ انہوں نے اپنے لیے محل بنائے اور رہنے کے لیے چٹانوں میں گھر تراشے تھے۔ صالح علیہ السلام جو ان ہی لوگوں میں سے تھے انکے پاس بھیجے گئے

پہ صبح پہلے نوح دہو کی قومین اُن دو بیویوں کے ساتھ پیش آئیں اب قوم ثمود صبح کے ساتھ پیش آئی۔ انہوں نے ان سے ایک نشان طلب کیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ نے حقیقت خدا کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ایک ناقہ جو حاملہ ہو چٹان میں سے نکالیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آخر خدا کے حکم سے ایک ناقہ موعہ بچہ کے جو اس وقت پیدا ہوا تھا ایک چٹان میں سے نکلی۔ اُسے دیکھ کر مٹورے سے ایمان لائے۔ ایک شخص خُدار نے بچے کو توجان سے مارا اور ناقہ کی کو پیچن کاٹ ڈالین۔ ”فَعَقَرْنَا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَهْلِ تَمِيمٍ“ خدا نے سوا صبح ۲ اور اُن کے ساتھیوں کے باقی سمیٹ کر ایک دہشتناک زلزلہ سے ہلاک کر دیا۔ ”فَاَخَذَ اللَّهُ الْجَفَّةَ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثَمِينَ“ ”پھر کچڑا انہیں زلزلہ نے۔ پس رہ گئے صبح کو اپنے گھر میں اور ندھے پڑے۔“ غرض یہ قوم بھی اپنی نافرمانی و بیت پرستی کے سبب نوح اور ہود اور عیسیٰ کی قوموں کی طرح ہلاک و نابود کی گئی شعراء کے کلام میں کبھی کبھی اس قصہ کی کی طرف اشارہ ہوتا ہے چنانچہ متنبی کہتا ہے۔ ۵

وَفِي جُحْدٍ كَفَيْكَ مَا جُدَّتْ لِي | بِنَفْسِي وَكُنْتُ اُسْقَى شَمُوْدَ

اور تیرے دونوں ہاتھوں کی بخشش میں میری جان بھی ہے جسے تو نے مجھے بخش دیا ہے اگرچہ میں قوم ثمود کے بد بخت ترین کی مانند ہوں۔

قوم ثمود حجر اور داوی القریٰ میں جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہیں رہتی تھی۔ وہاں کے کہتے تھیں کہ اب تک ایسے مکان ملتے ہیں جو چٹانوں میں تراشے ہوئے ہیں۔ جدیس اور طسم۔ یہ دونوں قبائل یرامہ میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ بادشاہ قبیلہ طسم میں سے منتخب ہوتا اور دونوں قبائل پر حکمرانی کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک طسمی بادشاہ نے جو نہایت عیاش اور ظالم تھا یہ حکم نافذ کیا کہ جدیس کی کنواری لڑکیاں بیاہ سے پہلے اُسکے محل میں لائی جائیں تاکہ وہ اُن سے مباشرت کر کے ازالہ بکارت کرے۔ جدیس اس ذلت و رسوائی کے متحمل نہ ہو سکے۔ لہذا انہوں نے سازش کی کہ اس بادشاہ کو قتل کریں۔ اس غرض سے انہوں نے بادشاہ اور اُسکے افراد کی

میاں کی۔ اور اپنی تلوار میں ریت میں چھپا دین۔ جب وہ اگر دسترخوان پر بیٹھے اور شراب کا دو سر شروع ہوا جیسی تلوار میں لیکر اُن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں شہ تیغ کیا۔ جو بچے بھاگ کر یمن کے بادشاہ کے پاس گئے اور اُس سے مدد حاصل کر کے عبدلیون پر حملہ آور ہوئے اور بڑی نے حمی کے ساتھ انہیں ہلاک کیا۔ یون یہ دونوں قبیلے اپنی ہی شرارت و غارتگی سے بالکل برباد و تباہ ہو گئے۔ شعر اعراب کے کلام میں کہیں کہیں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سلسلی بن ربیعہ نے اپنی ایک نظم میں ذیل کے شعر لکھے ہیں ۵

وَالْعُسْرُ كَالْيُسْرِ وَالْعِزُّ	كَالْعُدْمِ وَالْحَيُّ لِلْمَيِّتِ
------------------------------------	------------------------------------

اور تنگدستی عدم تھا میں مثل فراخ دستی کی ہے اور توانگری مثل افلاس کی ہوا ہر زندہ موت کے لیے ہر

وَأَهْلُ حَبَاشٍ وَصَادِقٍ	عَنْدَى بَعْضٍ وَذَاهِبُ
وَأَهْلُ حَبَاشٍ وَصَادِقٍ	وَأَهْلُ حَبَاشٍ وَصَادِقٍ

زمانہ کی گردشوں نے اول قوم طسم کو اور بعد میں انہی بھیڑ بکری اور گائے کے بچے ہلاک کر دیے اور پھر دو جدوں حمیری کو ہلاک کیا اور پھر حاش و مارب کے باشندوں کو اور لقمان بن عاد اور تقن کی قوموں کو ہلاک کیا۔ یعنی ہلاکت سے بچنا محال ہے۔

عما لبق۔ قوم عا لبق بھی اب صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ قوم بڑی زبردست تھی اور مصر کے شمالی حصہ کو فتح کر کے ایک عرصہ دراز تک وہاں حکمرانی کرتی رہی۔ زبأء ایک مشہور ملکہ حبکا نام ضرب لٹل ہو گیا ہے اسی قوم سے تھی عرب کے ایک بادشاہ جذیمۃ الابرش نے ملک گیری کے ارادہ سے اسکے والد کو قتل کیا۔ زبأء پر اب خون پڑ کا قصاص لینا واجب ہوا چنانچہ اُس نے اس بادشاہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر تو مجھ سے تمنا کر لے تو میں اپنے باپ کے خون کے انتقام سے درگزر کروں گی۔ جذیمۃ الابرش اپنے وزیر قصیر کی صلاح کے خلاف اس بات پر راضی ہو گیا۔ اور زبأء کے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ وزیر بھی ہمراہ تھا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے بادشاہ گرفتار ہو گیا اور ملکہ کے حکم سے اسکے ہاتھ کی فصہ بن کھول دی گئیں اور وہ لٹا قصیر وہاں سے جیسے تیسے اپنی جان بچا کر بھاگا اور جذیمۃ کے بھانجے عمر بن عدی کے

پاس پہنچ کر سارا قصہ بیان کیا۔ اس ماجرے کے بعد قصیر نے اپنی ناک اپنے آپ کاٹی اور زبا کے پاس جا کر یہ کہا کہ جذیم کے بھانجے نے مجھ پر یہ اتہام رکھا ہے کہ میں نے اُسے قتل کے لیے تیرے حوالے کیا۔ زبا نے اس قول پر اعتماد کیا اور اُسے اپنے ہاں پناہ دی تھوڑے دنوں کے بعد قصیر تجارت کے بہانے ادھر ادھر جہلے لگا اور ملکہ کے تجارت کا یقین دلانے کی غرض سے درودور ملکوں کی عجیب غریب چیزیں خرید کر اسکی نذر کرتا جب ملکہ کو پورے طور پر یقین ہو گیا کہ یہ فی الحقیقت تجارت کرتا ہے تو قصیر عزن عدی جذیم کے بھانجے کے پاس گیا اور اُس سے اتنی مردان مسلح لیکر انہیں اسی صندوق میں بند کر دیا اور اُن صندوقوں کو اونٹوں پر لاوا۔ ہراونٹ پر دو دو صندوق۔ اور زبا کے قلعہ میں داخل ہوا۔ سپاہی یہ سمجھے کہ ان صندوقوں میں ملکہ کے واسطے غائب و تحائف ہیں۔ آدھی رات کو اُس نے صندوق کھول دیئے سپاہی جو صندوقوں میں بند تھے باہر نکل آئے اور قلعہ والوں کو قتل کرنے لگے۔ زبا، اپنی جان بچا کر بھاگی۔ مگر عزن عدی قلعہ کے دروازہ پر اپنے لشکر سمیت گھات میں لگا تھا اُس نے اپنی شمشیر سے ملکہ کا کام تمام کر دیا۔ اور اسکی مملکت پر قبضہ کر لیا۔ عربی زبان میں یہ قصہ ضرب اشل ہے چنانچہ جریری کے دیباچہ میں ایک یہ عبارت ہے ”الْجَادِعُ مَا رَدَّ اَنْفَهُ يَكْفِيهِ“ مقامہ و بریتین ابو زید سرور جی حارث بن ہمام سے کہتا ہے ”يَكْفِيهِ مَا جَدَّ قَصِيرٌ اَنْفَهُ“ مقامہ تبریز میں جریری زبا کے نام کو اسطرح لایا ہے ”لَوْ حَبَبْتُكَ شَيْئِينَ جَعَلْتُهَا وَ ذَبَدْتُهَا مَالِهَا وَ بَلَقْتُسُ بَعْرَ شَيْهَاتٍ وَ بَوْرَانٍ بَعْرَ شَيْهَاتٍ الرَّبَّاءُ بِمَلِكِهَا“ اسی قصہ کے متعلق ایک ضرب اشل یہ بھی ہے ”لَا يُطَاعُ لِقَصِيرٍ اَقْرُ“ میں نے اس قصہ کو اس مقام پر اسی سبب درج کیا ہے کہ زبا و قوم عمالیتی سے تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ او ر قصوں کی طرح قصہ بھی عرب جاہلیت کے درمیان مشہور تھا۔ چنانچہ متلمس کی ایک نظم میں ذیل کا شعر ہے

فَمِنْ طَلَبِ الْاَوْتَارِ مَا حَرَّ اَنْفَهُ	قَصِيرٌ وَ حَاضِ الْمَوْتِ بِالسَّيْفِ يَهْمُ
---	---

کیونکہ ہی کی طلب میں قصیر نے اپنی ناک کاٹ ڈالی اور یہیں تلوار لیکر موت میں گھس گیا زبا و کا نام ضرب اشل ہو گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں ”اَعْرُ مِنْ الرَّبَّاءِ“

جدیۃ المابرش کے بارہ مین ایک اور قصہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ یہ اس قدر مفرد تھا کہ سیکو اپنی ہم نشینی و منادمت کے لائق نہیں سمجھتا تھا۔ جب شراب پیئے بیعت تو اکبلا بیٹھتا اور یہ کہتا کہ فرزدان سیکر ندیم ہیں (فرزدان دوستاروں کے نام ہیں) اور جب ایک پیالہ آب خالی کرتا تو وہ فرزدان کے لیے زمین پر لٹھ ماتا۔ اسکا ایک غلام تھا جسکا نام حدی بن نصر تھا۔ جدیمہ کی بہن اسے بہت چاہتی تھی۔ ایک روز نشے کی حالت میں جدیمہ اُن دونوں کی شادی پر راضی ہو گیا۔ اور شادی ہو گئی۔ دوسرے دن جب خمار ٹوٹا اور اُسے معلوم ہوا کہ اسکا غلام اب اسکا بہنوئی ہے تو نہایت غضبناک ہوا اور اُسے نوراً قتل کروادیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد بہن کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اسکا نام عمرو رکھا گیا جدیمہ نے اُسے متبنیٰ بنا لیا اور چون چون وہ بڑھتا گیا جدیمہ اُسے لاڈ و پیار سے رکھنے لگا۔ ایک دن وہ غائب ہو گیا۔ اور کہیں اسکا کھوج نہ لگا۔ آخر وہ بھائی مالک و عقیل اُسے ایک دیر نے سے ڈھونڈھ کر لائے۔ جدیمہ نہایت شادمان ہوا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ مانگیں گے پائیگیں گے۔ انہوں نے اُسکے ندیم بننے کی دست کی چنانچہ وہ دونوں ندیمانہ جدیمہ کے نام سے مشہور ہیں۔

عرب المتعرب۔ قحطان بن عابر بن شراح بن ارفخشذ بن سام کی اولاد کو عرب المتعرب اس سبب کہتے ہیں کہ انہوں نے عرب العاربہ کے ساتھ صحراؤں اور بیابانوں میں سکونت اختیار کی تھی اور انکے اخلاق و آداب سیکھ لیے تھے۔ قحطان جو قحطان کا معنی ہے ملک مین کا پہلا بادشاہ تھا جس نے تاج شامانہ اپنے سر پر رکھا۔ بنی قحطان عرب العاربہ کے ہم عصر اور ان کے مددگار تھے۔ یہ اکثر ایسی جگہوں میں جا مقیم ہوتے تھے جہاں دادیان اور ترائیان ہوتی تھیں۔ ان کے انخاد و عشرت رفتہ رفتہ اس قدر بڑھے کہ عرب العاربہ کے بعد یہ سارے ملک مین پھیل گئے۔ یَعْرَب بن قحطان عرب کے بزرگترین بادشاہوں میں سے ہے۔ اسی کو لوگ سب سے پہلے اَبِیْت اللّٰعْن اور اَلنَّم صبا کہا کرتے تھے۔ اسکے انتقال کے بعد اسکا بیٹا ایشجب تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ پست ہمت اور بزدل تھا۔ اسکے عہد میں اسکے

چچا ملک کے مختلف حصے دبا بیٹھے۔ یثجب کے بعد اسکا بیٹا عبد الشمس بادشاہ ہوا۔
یہ بڑا زبردست اور فہم فرما نرد تھا اور اپنی کثرت فزوحات کے
سبب سے سب کو کہلاتا ہے۔ اسکی سلطنت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ صنعا و اس کا
دار الخلافہ تھا۔ اسی نے دو پہاڑوں کے درمیان پتھر اور چوٹے سے
سد ماریٹ بنوایا جسکا بیان آگے آئیگا۔

عرب المستعربہ۔ عدنان بن اسمعیلؑ کی اولاد کو عرب المستعربہ کہتے ہیں۔ بنی عدنان
حجاز میں رہتے اور کتبہ شریف کے متولی تھے۔ ایک دفعہ قحط شدید کی وجہ سے بنی جرہم
پانی و چارہ کی تلاش میں نکلے۔ راہ میں اسمعیلؑ اور ماجرہؑ بیان میں بھٹکتے مل گئے
بنی جرہم نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا اور مکہ شریف کی ترائی میں جا اترے اور علیٰ یقین
کو قتل کر کے ان کے ملک پر قابض ہو گئے۔ اسمعیلؑ نے بنی جرہم کے درمیان پرورش
پائی۔ اور انہیں کی زبان سیکھی اور انکے ساتھ رہے اور ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی
بنی جرہم اس زمانہ میں بیت الحرام کے والی بن گئے۔ سد ماریٹ کے ٹوٹنے کے بعد عربوں
عام اپنی قوم کو لیکر وہاں سے نکلا اور جس جگہ گیا اُسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جبکہ مکہ شریف
کے قریب آیا بنی جرہم نے اسکی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ تین دن تک
دونوں میں سخت جنگ کہی۔ بنی جرہم میں سے فقط ایک شخص بچ رہا۔ باقی سب مر گئے
پھر بچے بنی اسمعیلؑ بنی خزاعہ کے ساتھ مل گئے۔ بنی خزاعہ تین سو برس تک بیت العتیق کے
محافظ رہے۔ اس کے بعد قضی القرشی جو بنی اسمعیلؑ میں سے تھا بیت العتیق کا والی
ہو گیا۔ حضرت محمدؐ اسی کے خاندان سے تھے۔

باب۔ زمانہ جاہلیت۔ شاعری کا آغاز۔

اسلام کے قبل کے زمانہ کو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں۔ ملک عرب میں اس وقت
سینکڑوں قبیلے تھے۔ یہ سب یا تو قحطان یا عدنان کی اولاد سے تھے۔ عام طور پر کہنا
صحیح ہوگا کہ ملک کے باشندہ حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل تھے۔ ان کی زبان مختلف

مختلف زبانوں سے ملکر بنی تھی۔ عبرانی و سریانی زبانوں کا رنگ اس میں زیادہ ملا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کچھ آمیزش قبیلۂ عربی زبان کی بھی تھی کیونکہ عرب کے لوگ تجارت کے لیے ملک مصر کو جاتے تھے اور یہ امر قرین قیاس ہے کہ ضرور کچھ نہ کچھ اثر قبیلۂ عربی پر ہوا ہو گا۔ عرب کے تجارت بڑے مشہور تھے۔ اور کیوں نہ ہوں۔ مختلف ممالک کی تجارتی اشیاء ان کے ملک سے ہو کر گذرتی تھیں۔ یہی شام و ایران کی چیزوں کو بازار مصر میں اور مصر کی تجارتی اشیاء کو بلاد شام و ایران میں بیچتے تھے۔ ان ہی سوداگروں کے قافلے اپنے شتروں پر ہر ملک کی صنعت کے اسباب لاوے ہوئے عرب کے دستہ ہاے پہنا دراز کو قطع کرتے دکھائی دیتے تھے غرض دنیا بھر کی دستکاری و صنعت ان کے ذریعے سے اور ملکوں میں پہنچتی تھی۔ یہودیوں کی کتابوں میں ان کا ذکر بار بار آتا ہے۔ چونکہ یہ اور یہودی ایک ہی باپ کے دو بیٹوں کی اولاد ہیں۔ اس سبب سے عبرانی و عربی میں بڑی مشابہت ہے۔ عبرانی زبان میں جتنی ضمائر ہیں وہ عنقریب سب عربی میں موجود ہیں۔ افعال و اسماء کی گردانیں بھی یکساں ہیں۔ عربی و عبرانی کے نام نے تحقیقت عبرانی حروف کے نام ہیں۔ شکل و صورت اور ترتیب میں بھی وہ بہت ملتے ہیں۔ عبرانی کے لے شمار الفاظ عربی میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ کہنا کہ عربی و دوسری عبرانی یا بدلی ہوئی عبرانی ہر غلط نہ ہو گا۔ بہت سے لفظ عربی کے توسط سے ہماری اردو زبان میں بھی داخل ہو گئے ہیں۔ مثلاً کتاب۔ شراب۔ نبی۔ قبر۔ سلام۔ آسمان وغیرہ۔ پر گو عربی نے کسی زمانہ میں عبرانی سے ہزاروں لفظ مستعار لیے۔ رفتہ رفتہ اسلام کی برکت کے سایہ میں اس نے وہ عزت و رونق پائی جو اس کی بڑی بہن عبرانی کو کبھی خوابوں میں بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ قبیلۂ قریش کی زبان سلیس و پاکیزہ مانی گئی تھی چنانچہ انہیں کی قرأت میں قرآن نازل ہوا۔ پھر قرآن شریف کی بدولت اسے ایسا مشرت و مرتبہ حاصل ہوا جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

اہل عرب اس بات پر واجبی فخر کر سکتے ہیں کہ ہم کبھی کسی قوم کے مطیع نہیں ہوئے۔ یہودیوں۔ رومیوں اور ایرانیوں نے اپنے اپنے مروج کے زمانہ میں کوشش کی کہ سطح

انہیں حلقہ بگوش کر دیں۔ پر کامیاب نہ ہوئے۔ تاہم اتنی بات تو ضرور ہوئی کہ اس پاس کی قوموں کا تصور ابہت اثران پر ہوا۔ گویہ اثران کی زبان و رسوم میں کسی بڑے انقلاب کا محرک نہ ہوا۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اکثر غیر ملکوں کی چیزوں کو استعمال کرتے تھے۔ شام و ایران و مصر کے ریشمی و کتانے کپڑے یہاں کے افراد بڑے شوق سے پہنتے تھے۔ بخملا اور اشبار کے شراب بھی شام و ایران سے یہاں آتی تھی۔ انہیں اس کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ اسکے نشہ میں چور و مخمور رہنا باعث فخر سمجھتے تھے یا پھر وہ کہتا ہوا

وَإِنْ تَبَغَيْتُمْ فِي حُلُقَةِ الْقَوْمِ تَلْفَيْتُمْ	وَإِنْ تَقْتَنِيصْتُمْ فِي الْحَوَائِثِ تَضْطَلُّوْا
مَتَى تَأْتِي أَصْبَحَكَ كَأَسَا دُونِي	وَإِنْ كُنْتَ عَنْهَا ذَاغِي فَاغْنِ وَأَكْزِدْ

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی مغل لکنتی تھی تو زمین شراب کا دورہ مرقا تھا کہ ایک شاعر کہتا ہے

أَمْثَلُ مُحِبِّكَ يَا سَلَمَةَ تَحْيِيَّتَا	وَإِنْ سَقَيْتَ كَرَامَ النَّاسِ فَاسْقِينَا
--	--

سے غمرا کر شراب میں پانی بھی ملا لیا کرتے تھے جیسا کہ اگلے شعر سے ظاہر ہے

إِنِّي أَبَى اللَّهِ أَنْ أَمُوتَ فَإِنِّي	صَدَهْرِي هَمَّ كَأَنَّهُ جَبَلٌ
يَمْتَحِنُنِي لَذَّةُ الشَّرَابِ وَإِنْ	كَانَ قِطَا بَاكَ أَتَهُ الْعَسَلُ

جنگ میں یہ قسم قسم کے ہتھیار لے کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ خطی و سمہری نیزے بیچ و حرم کی کمائیں اور طے طے کے تیر تو سب ملک عرب ہی میں بنتے تھے۔ پیر اکبری دہری بناوٹ کی زرہیں اور خود اور مشرقی و ہندی تلواریں باہر سے آتی تھیں شہسواروں میں یہ شہرہ آفاق تھے۔ اور اکثر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اڑتے تھے۔

۱۱ سو گروہ کو قوم کی مغل میں ڈھونڈ لیا تو دان پایا۔ اور اگر تو مجھے کلاخانوں میں شکار کرنا چاہیگا تو شکار کرے گا ۱۲

۱۳ جب تو میرے پاس آئے گا میں تجھے چمکتا ہوا جام شراب پلاؤں گا۔ اور اگر تو شراب سے بے پروا ہے تو

ایسا ہی رہے بلکہ اور بے پروا ہو جا۔ ۱۴

۱۵ اے سلمیٰ۔ ہر لمحہ سلام کہتے ہیں تو جی بہن سلام و تحنہ کہہ۔ اور اگر بڑے بزرگوں کو تو شراب پلاتی ہے تو ہمیں بھی پلا ۱۶

۱۷ میں ایسا ہوں کہ خدا کو یہ منظر نہیں کہ میں مردوں اور میرے سینہ میں کوئی فکر پیدا کی طرح ہو ۱۸

۱۹ جو مجھے لذت شراب سے روکے اگرچہ اس شراب کے ساتھ پانی ملا ہو گویا کہ وہ شہد ہے ۲۰

چنانچہ ذیل کے اشعار سے یہ ثابت ہے۔ ۵

كُلَّ قَوْمٍ أَغْدَا تَحْتِى لِوَحْلِ سَفْوَانٍ	لَوْ لَيْدَتْنِي شَبَابَاتُ بَصَنَ وَهَيْدِ كُمُ
إِذَا مَا عَدَتْ فِي الْمَازِقِ الْمُتَدَارِي	تَلَدَتْ قَوْمًا إِذَا لَا تَحْيِيْدُ عَيْنُ الْوَعْدِ

عمدون معدی کرب ایک نظم میں کہتا ہے ۵

أَعْتَدْتُ لِلْجِدِّ ثَانِيًا سَا	يَغْنَةُ وَغَدَاً عَدَاً عَدَسًا
-----------------------------------	----------------------------------

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑنے وقت ان میں سے بعض اپنے آپ کو اسلحہ حرب سے بالکل ڈھانک لیتے تھے چنانچہ ذیل اشعار اسکا پتہ دیتے ہیں ۵

كُلَّ قَوْمٍ إِذَا لَا تَحْيِيْدُ عَيْنُ الْوَعْدِ	إِذَا مَا عَدَتْ فِي الْمَازِقِ الْمُتَدَارِي
عَلِمَتْ أَلَمَاءُ الْغُرْمِ مِنْ أَلِ مَازِنٍ	كَيْمُوكَ طِعَانٍ عِنْدَ كُلِّ طِعَانٍ
أَوْ إِذَا أَلَمَاءُ تَحْتُوْا أَنْ تُصِيبَهُمْ	حَدَّ الطَّبَاةِ وَصَلْنَا هَا بِأَيْدِيْنَا

قبیلے کے لوگ کبھی کبھی اپنی شہسواری گھڑ وڑ میں دکھاتے اور ناظرین سے دواپالتے تھے۔ چنانچہ ان شعروں سے ظاہر ہے ۵

إِنَّ الرِّبَاطَ التَّكْدَمُ مِنْ آلِ دَجِيسٍ	أَبَيْنَ قَمَا يَفْلَحْنَ يَوْمَ رَهَانٍ
أَوْ إِنَّ تَبْدُدَ غَايَةٍ يَوْمًا لِمَكُوفَةٍ	تَلَقَّ السَّوَابِقَ مَسَاوِ الْمَصْلُوبَةِ

غرض صاف ظاہر ہے کہ اس پاس کی قوموں کا بڑا اثر عرب جاہلیت پر ہوا تھا۔

۱۵ اے بنی شیبان قبیلہ اور ابی دھلیان کم کرو۔ کل سفوان پر تم میرے گھوڑوں سے ملو گے ۱۶

۱۷ ایسے گھوڑوں سے ملو گے جو کبچ بیچ اور تنگ جگہ میں بھی لڑائی سے نہیں ہٹتے ۱۸

۱۹ میں نے حادثہ روزگار کے لیے ایک پوری زرہ اور طاقتور و تیز رو گھوڑا تیار کیا ہے ۲۰

۲۱ تم ایسے گھوڑوں سے ملو گے جو کبچ بیچ اور تنگ جگہ میں بھی لڑائی سے نہیں ہٹتے ۲۲

۲۳ ان گھوڑوں پر بنی نازن کے شاندار مشہور بہادر تہیارس کے ڈھکے ہونگے جو نیزہ زنی کے وقت فیروزہ زنی کے شیرازین ۲۴

۲۵ جبکہ تہیارس کے ڈھکے ہونے بہادر اس سے پرہیز کریں کہ تلواروں کی دھاریں انہیں ٹپڑیں ہم ان دھاروں کو ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں ۲۶

۲۷ بیشک منحوس گھوڑوں نسل دجس نے گھوڑ دڑ میں کاسیا بی سے انکار کیا اور گھٹ گئے ۲۸

۲۹ اگر کسی اخیر کی طرف لوگ ہم سے پہلے دوڑائے جائیں تو اول دردم گھوڑے ہمارے ہونگے ۳۰

عرب کے لوگ گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہو کر یا پاؤں پیدل کسی جنگل یا صحرا کو قطع کرنا بڑی دلیری کا کام سمجھتے تھے اور اپنے لیے اسے مایہ خیز جانتے تھے۔ چنانچہ امر القیس اپنے بارہ بین کہتا ہے ۵

لَمْ يَكُنْ لِي كَمَنْ فِي الْعَبِيرِ فَقَدْ قَطَعْتُ ۝ بِدِ الذَّنْبِ يَعْوِي كَمَا تَحْلِيْعُ الْمُعْتَلِ

تأبط شتر اپنی ایک نظم میں اپنی تعریف یوں کرتا ہے ۵

لَمْ يَبْدُ بِمَعْنَى الْوَحْشِ حَتَّى أَهْنَتْ ۝ وَبُصْبِمُ لَا يَحْمِي لَهَا الدَّهْرُ قَرْنًا

مثنوی اپنے ایک قصیدہ میں اپنی شجاعت کا بیان اس طرح کرتا ہے ۵

لَمْ فَاتَحِلْ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَةُ تَعْرِفُنِي ۝ وَالصَّرْبُ وَالطَّعْنُ وَالْفَرَسُ أَسْأَلُكُمْ
لَمْ صَحَبْتُ فِي الْفُلُوكِ الْوَحْشَ مُنْقَرِدًا ۝ حَتَّى تَعَجَّبَ مِنْهُ الْقَوْدُ وَالْأَكْمَرُ

ایک اور قصیدہ میں کہتا ہے ۵

وَقَطَعْتُ فِي الدُّنْيَا أَهْلًا وَكَارِبِي ۝ فِيهَا وَاقِي الضُّحَى وَالْمَوْهِنَا

تأبط شتر نے ایک موقع پر اپنے حجاز اور بھائی کی تعریف میں کہا ہے ۵

لَهُ قَلِيلُ الشُّكْرِ لِلْمَهْمَةِ فَيُصِيبُهُ ۝ كَثِيرُ الْهَوَى شَيْءُ النَّوَى وَالْمَسْلَاكِ
لَهُ يَكُلُّ بِمَوَايِءٍ قَائِمِي بِغَيْرِهَا ۝ يَحْيِي شَأْنًا وَيَعْرِفُ فِي ظُهُورِ الْمَهَالِكِ
لَهُ يَرَى الْوَحْشَةَ إِلَّا نَسَى لَا يَنْسَى وَيَهْتَدِي ۝ بِحِكْمَتِ أَهْتَدَتْ أُمُّ النَّجْمِ مِنَ الشُّوَايِكِ

۱۵ اور بیت سی ماویاں مثل ماویٰ میر کے میں نے قتل کیا جن میں ہجو کا بھیڑ یا مثل ماویٰ جوئے کثیر العیال تھا بازار کے رور تھا ۱۲

۱۶ دو درختوں کے رہنے کی جگہ میں رات کا تپا ہے یہاں تک کہ وہ اُس سے ہل گئے ہیں اور وہ ایسے حال میں صبح کرتا ہے کہ انہیں چرنے سے نہیں روکتا ۱۲

۱۷ گھوڑے اور رات اور سیاہان اور شمشیر فرنی اور نیزہ بازی اور کاغذ اور قلم بچے پہناتے ہیں ۱۲

۱۸ میں جنگلوں میں حب اور دون کے ساتھ تنہا رہوں یہاں تک کہ پہاڑیان اور ٹیلے بھی مجھ پر تعجب کرتے تھے ۱۲

۱۹ دشمن کسی امر دشوار کی جو بیش آئے شکایت نہیں کرتا۔ اور اُس کے مطالب اور امانے اور طریقے متفرق ہیں ۱۲

۲۰ وہ دن چپہ کی جنگل میں پہاڑ اور شام کو استقلال کے ساتھ دوڑے ہیں۔ اور اور خوفناک کی نیکی میٹھ پر سوار ہوتا ہے ۱۲

۲۱ وہ دشت کو دلی دوست سمجھتا ہے اور وہاں راہ پاتا ہے جہاں کہکشاں راہ باقی ہے ۱۲

انہیں اپنے نسب پر بڑا ناز تھا۔ اور مکے نسب کا پتہ نہ لگے اسے کمینہ و فرومایہ سمجھتے تھے
لہذا ایک شاعر اپنے بارہ مین کہتا ہے ۵

إِنَّا بَنِي هَاشِمٍ لَا نَدَّ عَيْنِي إِلَّا بِ
عَشَّةٍ وَلَا هَوَايَا لَا بَنَاءَ كَثِيرًا

سُؤْلُ بْنُ عَادِيَا اپنے اور اپنی قوم کے بارہ مین کہتا ہے ۵

لَهُ عَلَوٌ نَا إِلَى خَيْرِ الظُّهُورِ حَظَّنَا
لَوْ قَتَلَ إِلَى خَيْرِ الْبَطُونِ نُزُولُ

ایک اور شاعر جالبی کہتا ہے ۵

لَهُ نَعْمٌ لَّهْمَا آخِرَى إِذَا مَا نَسَبْتَنِي
إِذَا لَمْ تَقُلْ بَطْلًا عَلَى وَكَيْتِنَا

عرب جاہلیت کے گھروں میں غلام اور لونڈیاں بھی خدمت کو موجود رہتی تھیں۔ اپنے
غلاموں کو یہ بہت مانتے تھے اور اکثر لونڈیوں سے انکے اولاد ہوتی تھی گو قوم کے شرف
الیسوں کی وقت بہت کم کرتے تھے۔ اپنی اولاد پر یہ لوگ جان دیتے تھے خصوصاً بیٹوں پر
کیونکہ اس لوٹ مار کے زمانہ میں بیٹوں سے خاندان و قوم کی آبرو کی حمایت کی توقع
ہوتی تھی۔ اور جس کے زیادہ بیٹے ہوں وہ زیادہ زبردست و خوش نصیب تصور کیا جاتا تھا
جو محبت انہیں اپنی اولاد سے ہوتی تھی اسکا کچھ اندازہ ہم ان شعروں سے کر سکتے ہیں ۵

لَهُ إِذَا مَا أَوْ لَا دَنَا بَيْنَنَا
أَكْبَادُ نَا تَمْشِي عَلَى الْأَكْفَانِ

لَهُ كَوَهَبَتِ الْيَتِيمُ عَلَى الْبُغْصِ
لَا مَسْعَتَ عَيْنِي مِنَ الْغُصْنِ

ہمیں اولاد کے ضمن میں اور بھی کچھ بتانا ہے جسکا مفصل بیان تیسرے باب میں آئیگا۔
دیباچہ میں یہ صراحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ ملک عرب میں بہت بڑے بڑے
ریگستان اور سیلابان ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ اپنے اونٹوں کو لیکر ریگستانوں سے گزرتے

۱۵ ہم ہنشل کی اولاد ہیں اور اس سے دوسرا باپ نہیں بدلتے۔ اور نہ وہ ہکو اور دکنے بیٹوں کے بدلے بچتا ہے ۱۲

۱۵ ہم ہلوکی چوٹی پتو نہیں بند ہوئے اور پھر یوں نفل مقدرنے ایک وقت ہمیں تک مار دینکے اچھے شکون میں آتا ۱۱

۱۵ قسم پتیری جان کی جب تو میرا نسب بیان کیگا میں سزا نہ ہو دینکا بشرطیکہ تو میرے بارہ مین کذب و دروغ نہ بولے ۱۲

۱۵ ہمارے اولاد ہمارے درمیان ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر پھرتے ہیں ۱۱

۱۵ اگر ان مین سے کسی پر ہوا چلے تو نیند میری آنکھ کو حرام ہو جاتی ہے ۱۲

تو اونٹوں کے بانٹوں کے صد سے ریت میں سے یکے بعد دیگرے معین وقت پر آواز نکلتی اور یہ اُس آواز کو سنتے سنتے اُس کے قعین کے عادی ہو گئے۔ لہذا اگر تنہائی کے سبب افکار کا هجوم ہوتا تو یہ اپنے خیالات باطنی کو ایسے لفظوں میں ادا کرتے جو اس موقع پر خود بخود ناپ و مقدار میں شترونگے بانٹوں کی متواتر آواز سے مل جاتے تھے یعنی اُن الفاظ میں قدرتاً ایک طرح کا وزن ہوتا۔ یہ بات مشہور ہے کہ خلیل بن احمد جو فن عروض کے موجد ہوئے ہیں ایک دن سیر کو نکلے۔ راستہ میں ایک لوہار کی دوکان تھی گھن پر ایک دکھتا ہوا پارہ آہن رکھ کر اُسے ہٹوڑے سے پیٹ رہا تھا۔ ہٹوڑے کی ضرب سے جو متواتر بری تھی معین وقت پر تگدن تگدن کی آواز ہو رہی تھی۔ اُسی آواز کی بدولت انہوں نے افاعیل نم کے وہ اوزان اختراع کیے جن کے ذریعے اشعار کی موزونیت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اُن سے صدیوں پہلے ان مصرعہ اور دشر بانٹوں کو شترونگے بانٹوں کی دھن دھن دھن آواز نے قدرتی طور پر شعروں کے اوزان سکھا دیے۔ کیونکہ وہ آواز ان کے حق میں بمنزلہ تال و دھن تھی۔ چلتے چلتے جب انہیں مصرع کی ہوا لگتی اور ان کے دل میں محبت و عشق بازی۔ عداوت و شجاعت کے خیال موجزن ہوتے تو وہ آپ ہی آپ موزون لفظوں کے پیرایہ میں اُن کے منہ سے نکلتے گتے۔ یوں رفتہ رفتہ انہیں مسیح عباد تو بنیں کلام کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حدیٰ خوان سب سے قدیم شاعر ہیں۔ مسیح عباد توں میں شاعر اکثر یا تو اپنے جذبات نفسانی کو بیان کرتا اور اپنے مردوں پر مرثیے کہتا یا اپنے دشمنوں کی ہجو کرتا اور اُن پر لعنتیں برساتا۔ ہوتے ہوتے مسیح سے رجز نکلا۔ رجز خوانی سے انہیں مقفا عباد توں کا ملکہ ہو گیا۔ بعد اسکے بحر کی ترکیب آسان ہو گئی۔ بحر و اوزان کا اندازہ انہیں معلوم ہو گیا گو ان کے نام پیچھے خلیل بن احمد نے اختراع کیے۔ قدیم شعراء کے کلام میں یہ بحر کامل صورت میں پائے جاتے ہیں۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ شعر گوئی میں عرصہ دراز تک عوام نے مشق کی۔ اور جب بتدریج طبع سلیم نے صحیح انداز معلوم کر لیا تو استادان فن کا کلام اسی میں ہونے لگا۔ اور مسیح ع سے کوئی پانچ سو برس بعد شعراء عرب کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔

باب ۳۔ زمانہ جاہلیت کے دستور

ہم باب سابق میں بتا چکے ہیں کہ عرب کے لوگ اپنی اولاد پر جان دیتے تھے خصوصاً بیٹوں پر۔ اس کی ایک وجہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اُس زمانہ میں جنگِ جہال کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا۔ لہذا بیٹوں کے ہونے سے خاندان والوں اور قبیلہ والوں کا زور بڑھتا تھا اور وہ اپنے مخالفوں کے آگے پٹے نہ تھے۔ لیکن علاوہ اس کے ایک اور وجہ تھی جس سے بیٹوں کی پیدائش کے وقت ایسی خوشی منائی جاتی تھی جیسی لوگ شادی پیادہ کے موقع پر مناتے ہیں۔ بیٹے سے انہیں یہ امید ہوتی تھی کہ شاید وہ جوانی میں شعر گو بکھلے اور شعر گوئی اُن کے خیال میں ایسا وصف تھا جس سے قوم کو بڑا فربغ حاصل ہوتا تھا کیونکہ اس وقت لوگ شعر میں اپنے دشمنوں کی ہجو اور دوستوں اور قوم والوں کی مدح کرتے تھے۔ پس یہ اشعار گویا دشمنوں کے حق میں زہر اور دوستوں کے حق میں آملت تھے۔ ان ہی شعروں میں مخالفوں کی مذمت سارے ملک عرب میں مشہور ہوتی۔ یہی آدمی کو سارے قبیلوں میں ذلیل و رسوا کرتے یا انہیں نیکنامی و شجاعت کا ہار پہناتے خاندان قوم کے کارنامے اور داد و دہش کا حال اشعار ہی میں بیان کیے جاتے اور اسی لباس میں وہ چاروں طرف شہرت دوام پاتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شاعر پہلی بار اپنی قوم کے آگے اپنے شعر پڑھتا تو یہ لوگ شتر فوج کرتے اور گانے والیوں کو بلواتے اور اپنے سارے احباب کی ضیافت بڑی دھوم دھام کے ساتھ کرتے اور خوشی مناتے تھے۔ بیٹا خواہ لونڈی کے بطن سے کیوں نہ ہو خاندان والوں کو عزیز ہوتا تھا۔ بیٹی کی پیدائش سے وہ نہایت ناخوش ہوتے اور اکثر انہیں جان سے مار دیتے تھے۔ قرآن شریف میں جا بجا دھڑکشی کی مذکورہ دکر وہ رسم کی طرف اشارہ ہے۔ اس خوفناک دستور کو سمجھنا چند دن دشوار نہیں۔ عرب کے قبائل خانہ جنگی یا ناخفت و تاراج میں شب در شب مشغول رہتے تھے۔ لڑائی اور غارتگری کے وقت عورتوں کی بڑی کثرت تھی۔ اگر قبیلہ دالے یا جلتے یا قریب کے رشتہ دار مر جاتے تو پھر کوئی اُلکا محافظ اور فریادرس نہ رہتا۔ غارتگروں کے

کا حقہ میں گرفتار ہونے سے ان کی ایسی شامت آئی کہ ناگفتہ بہ عصمت یا عفت کا خاک میں مل جانا۔ یا اسیر ہو کر لونڈیوں کی طرح انہی خدمت گرانہ مقتول ہونے سے بھی بدتر تھا۔ ان سارے مصائب و حوادث کے رانی کی صورت فقط ایک ہی تھی۔ موت سے تنگ و ناموس محفوظ رہنے کا اور مرے پیچھے پھر کوئی مصیبت محسوس نہ ہوگی۔ پس بیٹوں کو وہ اسی خیال سے مار دیتے تھے کہ انہیں آئندہ کی تکلیف دہ عزتی سے بچائیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ شریف عورتیں جب دشمنوں کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتیں تو بے حرمتی دہے آبروئی سے پہلے ہی خودکشی کر ڈالتی تھیں۔ چنانچہ فاطمہ بنت خرقشہ عصبی کو جب محل بن بدر فراری نے اسیر کر لیا اور اُسے ایک ناقہ پر سوار کر کے اپنے قبیلہ کی طرف چلا تو اُس نے اپنے آپ کو ناقہ پر سے نیچے گر کر اپنی جان دے دی زمانہ جاہلیت کی عورتوں کو اُس وقت کے دستور کے مطابق بہت آزادی تھی۔ اس آزادی کا سبب یہ تھا کہ ہر عورت اکثر اپنے ہی قبیلے میں رہتی اور باہر والوں کی نظر شہوت انگیز سے بچی رہتی تھی۔ قبائل ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اس وجہ سے باہر والے کی چڑچڑاہٹ نہ پڑتی تھی کہ کسی عورت کو قبیلہ میں جا کر بے حرمت کرے۔ علاوہ برین ہر قبیلہ دوسرے سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اسلام نے اگر ان کے سارے تفرقے اور لفاظ کو دور کر دیا اور عجیب اخوت و قومی یگانگت پیدا کر دی۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ مسلمین کے گروہ کے گروہ ایک جاشہردن میں آباد ہوئے۔ مجمع کثیر میں جہاں مختلف طبائع کے لوگ ہیں عورتوں کے اخلاق کے بگڑنے کا بہت بڑا اندیشہ ہے۔ اگر ایسے حال میں بھی آزادی ہو تو طبعا نہایت مکروہ خرابیاں پیدا ہونگی۔ لہذا اسلام نے طبیعت بشری کو حد اعتدال میں رکھنے کا یہ انتظام کیا کہ عورتوں کے لیے پردہ کا دستور قائم کیا جس سے وہ غیر مردوں کے برے خیال سے بچکر اپنے اہل و عیال کی خبر گیری و خانگی انتظام میں مصروف رہیں۔ اور خوف خدا میں عصمت و عفت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

یہ قبیح دستور سارے قبائل میں مروج نہ تھا۔ اور نہ ہمیشہ نے حرمتی کے خوف سے انہیں مار ڈالتے تھے بلکہ کبھی کبھی محض اُن کی تکلیف کے خیال سے اُن کی موت کے

خفا ہوا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیٹیوں سے بھی وہ کم محبت نہیں رکھتے تھے
اسحاق بن خلف ایک شاعر کہتا ہے ۵

۱۔ لَوْ لَا أُمِّيَّةٌ لِّحَرِّ جَزَعٌ مِّنَ الْعَدَمِ	وَلَقَدْ أَقَابَ الدَّجَىٰ فِي حِنْدٍ سِ انْظَلَمِ
۲۔ وَهَذَا فِي رَغْبَةٍ فِي الْعَيْشِ مَعْرِفَتِي	ذُلَّ النَّيْمَةِ يَجْفُو هَذَا وَالرَّحْمِ
۳۔ أَحَادِرُ الْفَقْرِ لَوْ مَا كَانَ يُلْمَرُ بِهَا	فِيهِمَا تَكَ الشَّرْعُ عَلَى الْحَرَمِ
۴۔ هُوَ حَيَاتِي وَأَهْوَى مَوْتَهَا شَفَقًا	وَالْمَوْتُ أَكْرَمُ نَزَالٍ عَلَى الْحَرَمِ
۵۔ أَخْشَى فُطَاظَةَ عَمْرٍَا وَجَفَلَةً أَخِي	وَكُنْتُ أَبْقَى عَلَيْهِمَا مِنْ أَدَى الْكَلِمِ

ایک اور شاعر حطّان بن المعلی کہتا ہے ۵

۱۔ لَوْ لَا بُنْيَا تٌ كَزُغَبِ الْقَطَا	رَدَدَتْ مِنْ بَعْضِ إِيَّائِي لِبَعْضِ
۲۔ لَكَانَ لِي مَضْطَرٌ رُبَّ رَاسِعٍ	فِي الْأَرْضِ ضِدَاتِ الطَّوْلِ وَالْعُرَى

ہزاروں ہزار شکر ہے کہ حضرت محمدؐ نے دفتر کشی کی موذی رسم کو ایک قلم مٹا دیا۔
زمانہ جاہلیت کے جو کچھ دستور اور عقائد تھے وہ سب اشعار کے پیرایہ میں موجود ہیں جو کچھ وہ تھے
وہ ان اشعار سے ظاہر ہے اگر ہم تک اُنکے یہ اشعار نہ پہنچتے تو ہمیں اسلام کے قبل زمانہ
کی کیفیت بہت کم معلوم ہوتی۔ شکر کا مقام ہے کہ یہ اشعار موجود ہیں کیونکہ ان سے نہ فقط
اُس وقت کا حال کھلتا ہے پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو کس خیال اور دستور کے

۱۔ اگر میری بیٹی ایسہ ہوتی تو میں افلاس سے نہ ڈرتا اور نہ اندھیرے کی سختیاں شبہاتے تاریک مین اٹھاتا۔ ۱۲
۲۔ قید کی خواری کے خیالی نے کہ رشتہ دار اُسے دور دور پرے پرست کرینگے مجھے زندگی کا زیادہ آئندہ منہ کڑوا جو ۱۳
۳۔ میں ڈرتا ہوں کہ کبھی افلاس اُسے کسی دن آئے اور اُس ضیف و ذلیل کا پردہ اٹھا کر اُسے بے حرمت کرے ۱۴
۴۔ وہ تو میری زندگی کی خواہشمند ہے اور میں تکلیف کے خوف سے اُسکی موت چاہتا ہوں۔ اور موت
عورتوں کے لیے بزرگستہ مین مہمان ہے ۱۵

۵۔ میں چپاکی سختی یا عیالی کے ظلم سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں تو ہم کر کے سخت بات کی بھی تکلیف نہیں پہنچاتا ہوں ۱۶
۶۔ اگر میرے پاس قطا کے بچوں کی مانند جھوٹی روکیان نہ ہوتیں جو میرے بعد ایک دو سکر کے پاس لوٹاؤں جا بیٹگی ۱۷

۷۔ تو بہت میرے لیے زمین پر جو لمبی چوڑی ہے چلے جانے کو میدان فراخ ہوتا ۱۸

لوگوں سے پالا پڑا اور کیسی ابترا اور موت کی سی حالت سے اسلام نے انہیں نجات دی جو کچھ اسلام فی نفسہ ہے اس کا صحیح اندازہ بغیر اس زمانہ کے حالات کو جاننے کے مشکل ہے۔ چونکہ میرا مقصود فقط ان اشعار کے مضامین کو کچھ تفصیل کے ساتھ بتانا ہے لہذا اسلام کی خوبون کی بحث بے محل ہے۔ زمانہ اسلام کے باب میں اسکا بیان شرح دیبسط کے ساتھ ہو گا۔

زمانہ جاہلیت کے جو تعصبات اور غریزے اور مرثیے اور شعرا اس وقت موجود ہیں۔ ان سے اس زمانہ کی بہت سی باتیں بہن معلوم ہوتی ہیں۔ انہوں نے وہ عزت پائی ہے جو شکل سے کسی اور زبان کے قدیم اشعار کو ملی ہے۔ یہ فی الحقیقت عرب کے دیوان ہن جن میں انہی سخاوت و شجاعت، محبت و عداوت وغیرہ کے قصے منضبط ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا اور کیا وہ سب ان ہی شعروں سے معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں ان اشعار کے مضامین ترتیب دیے جاتے ہیں۔

(۱) توند صل اور فریہ آدمی کو وہ استحقاق کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ فریہ جیستی دجالا کی کو مانع ہے۔ پتلے، چھریے۔ ہلکے ہلکے بدن کی وہ بڑی تعریف کرتے تھے۔ البوکیر الہندی کا بیٹا شتر کا سوتیلایا بیٹا بیٹا شتر کی تعریف میں کہتا ہے ۵

لَا وَكَهْدَ سَرَايَةٍ عَلَى الظَّلَامِ جَوْشِمِ	جَلَدًا مِنَ الْفَدْيَانِ عَنْ مِرْمَقَل
لَا يَمْنَحُ حَمَلَهُمْ وَهُنَّ عَوَاثِدُ	حَبَابِكَ الْبَطَاقِ قَسَبَتْ غَيْرُهُمْ بَل

ایک عورت اپنے بھائی کی تعریف میں کہتی ہے ۵

لَا فَنِي قَدْ قَدَّ السَّيْفُ لَمْ تَقْصُرْ بِلْ	وَلَا رَهْلٌ لَبَّائُهُ وَبَا دِلْ
---	------------------------------------

طرفہ اپنے بارہ میں کہتا ہے۔ ۵

لَا أَنَا الْقَجْلُ الْقَصْرُ الَّذِي تَعْرِفُونَا	خَشَائِشُ كِرَاسِ الْحَيَّةِ الْمُتَوَقِّدَا
--	--

(۲) قرودن میں وہ چرکتے اور ہوشیار کو قابل مرعہ جانتے تھے۔ چونکہ انہیں اپنے دشمنوں کے

۵ بخدا میں رات کو باوجود تاریکی کے ایک خود راسے قوی چالاک جوان کے ہمراہ چلا ۱۲

۵ وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ ان کی والدہ کو انکا حل بھر رہا۔ اسی سبب سے وہ چھریا پھر تیلہ جوان ہوا۔ ۱۳

۵ وہ جوان دو دھاری تلوار کی طرح ستیم اقامت تھا۔ اور اسکی بھائی اور بیان نعل کا گوشت اور بن پستان ڈھیلے تھے

۵ میں چھریا پھر تیلہ مرد ہوں جسے تم جانتے ہو اور ادا وہ کا پورا ایسا سانپ کا چکنا مسر کہ جہاں چاہے گھس جائے ۱۴

مال و متاع کو لوٹنے کے لیے دور دور مقاموں میں جانا پڑتا تھا اور راہ میں بہت کم آرام یا نیند کا موقع ملتا تھا۔ لہذا وہ بیداری و ہوشیاری کو ایک بڑا وصف سمجھتے تھے۔ آدمی ہزار پھر تیرا ہو اگر چوکتا اور ہوشیار نہیں تو کیا فائدہ کیونکہ لوٹ کے بعد تعاقب ضرور ہی ہوگا۔ پس اگر لیڑے راہ میں بھولے مل گئے اور انہیں تعاقب کرنے والوں کے پاؤں کی آہٹ ملے خواب میں محسوس نہ ہوئی تو دشمن ان پر قابو پا کر مار ڈالیں گے اور انہیں سب مال چھین کر لوٹ لیں گے۔

تأبط شراً کے بارہ میں اسکا سوتیلا باب البکیر الہندی کہتا ہے ۵

لَا كَذَا أَنْبَدْتَ لَهُ الْحَصَاةَ دَأْبَتُهُ | يَنْزُرُونَ قَعَمَةً طُمُونًا خَلِيلُ

یعنی ایسا چوکتا سوتا کہ کسکری کی آواز سے بھی چونک کر کھڑا ہو جاتا۔

(۳) چونکہ الگا گزراہ لوٹ مار پر یا اپنے مویشی کے گوشت اور دودھ پر ہوتا تھا لہذا ہمیشہ اسی تاک میں رہتے تھے کہ کہیں کچھ دکھائی دے اور یہ اسے لوٹیں۔ دشمنوں کی حد میں اپنے جانوروں کو چرانایا کئے شتروں وغیرہ کو چرایا جاتا تھا اچھا خیال کرتے تھے۔ تأبط شراً اپنے بارہ میں کہتا ہے ۵

لَا دَائِي فَمَنْ لَأَصِيدُ حَشِشَ هَشْدٍ | فَكَمْ صَاحَتْ إِنْسَانًا لَصَاحَتَهُ مَعًا
لَا تَلْبَسُ إِلَّا بَابَ الْمُخَاضِ كَيْشْفُهُ | إِذَا اقْتَفَرْنَا وَاحِدًا أَوْ مُشْبَعًا

ایک شبہ میں یہ مصرعہ آتا ہے جو کجا مضمون ظاہر ہے ع کا فاعل اعلیٰ کا عداء نادر فحشہ فی ۵
لوٹ کھسوٹ اور مار دھاڑ کی عادت کچھ ایسی انکی سرشت میں داخل ہوئی تھی کہ اسلام کے بعد بھی ہم انہیں اس شغل میں مصروف پاتے ہیں۔ چنانچہ قرطیہ ایک شاعر اسلامی کہتا ہے ۵

لَا لِي كُنْتُ مِنْ مَازِنٍ لَمْ تَكُنْ رِبِي | بَنُوا لَلْقَيْطَةِ مِنْ دُھَلِ بْنِ شَيْبَانَا

۵ پس جبکہ اے مخاطب تو اسکی طرف سگڑے مارے تو وہ آگے گرنے سے شل شکوہ کی جست کرنا ہے ۱۲
۵ ان خوشی جانوروں کی ایسے جان کو دیکھا جسے شکار کا خیال نہیں۔ اگر وحشی انسان سے مصافحہ کرنا تو وہ سب بھی کرتے ۱۲

۵ مگر وہ جان حاملہ دشمنوں کے مالک کو مار دینا کرنا تو جب وہ اسے تنہا یا اکٹھے تلاش کرتے ہیں۔ ۱۲

۵ وہ اپنے دشمنوں کے حق میں ایسے تھے جیسے ایک عرق کی جس نے آدمیوں کو زندہ چلایا ۱۲

۵ اگر میں بھی مازن میں سے ہوتا تو ذہل بن شیبان کے حرامی میرے دشمنوں کو لوٹ نہ لے جاتے ۱۲

قصہ اسکا یہ ہے کہ بنی فہل شاعر کے تیس اونٹ وٹکر چلے گئے۔ اسنے اپنی قوم سے مدد چاہی پر انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آخر بنی مازن سے فریاد کی۔ انہوں نے غارتگروں کے سوا اونٹ لوٹ کر اسے دیدیے۔

(۴) دہری شجاعت میں یہ لوگ بیشال گزری ہیں۔ لڑائی کے وقت دشمنوں پر گھس جانا فرماتے تھے ۵

لَهُ مَقَادِيرُ وَمُتَالُونَ فِي الرِّيحِ خَطُوفُهُمْ	يَكُلُّ رَاقِيَتِ الشَّقَرِ تَيْنِ لِمَا فِي
---	--

حزلی زبان میں ایسے اشعار بے شمار ہیں جن سے ان لوگوں کی شجاعت ٹپکتی ہے اور سچ پوچھو تو اس میں کلام نہیں کہ ایسی جبری۔ دلیر اور بے باک قوم صفحہ دہر پر کبھی دکھائی نہیں دی ذرا سی بات پر جان و سہ دینی یا لے لینی یہ کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ ہنگامہ جنگ کو سن کر شیر نرینہ کی طرح قتل و قتال کے واسطے آمادہ ہو جاتے تھے۔ عاقبت کی پروا انہیں مطلق نہ تھی۔ ہر چہ باد اباد۔ تیر و کان یا تیغ بران لیکر مخالف پر ٹوٹ پڑنے سے مطلب۔ چنانچہ ذیل پڑتانی ایک شاعر جاہلی در باب حرب البسوس کہتا ہے ۵

فَلَمَّا صَرَ سِرَّ السَّرِّ	فَتَأَمَّسُوا وَهُوَ عُمَرَاؤُ
وَلَمَّا بَقِيَ سَوَى الْعَدَوَانِ	دَنَا هُمْ كَمَا دَانُوا
عَ مَشِينًا مَشِيمَةً اللَّيْلِ	عَدَا وَاللَّيْلُ غَضَبَاتُ

غیرہ ایک مشہور شاعر جاہلی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ۵

سہ و حلیل غانیه تَرَ كَثَّ حَبْدَا لَا	تَمَكُّوْا فَرِصَتَهُ كَشِدْقِ الْأَعْلَمِ
سہ و مَدَحِّجِ كَرَاهِ الْكُمَاهُ نَزَلَهُ	لَا مُعِينَ هَرَّ بَا وَلَا مُسْتَسْلِمِ

۵ وہ لوگ لڑائی میں سب کے بے ہمت تھے اور خوف کی جگہ اپنے قدم ہرمانی دوداری تلوار سے ملانے والے ہیں

۵ پس جبکہ لڑائی ٹھکم ٹھلا ہو گئی اور سوانظم و انتقام کے اور کچھ باقی نہ رہا تو پتے ان سے ویسا ہی معاملہ کیا جیسا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا کہ ہم ان کی سزا کے لیے گرسنہ یعنی غضبناک شیر کی چال چلے ۱۲

۵ اور بہت سی خوبصورت عورتوں کے شوہر ہیں زمین پر لیے حال میں گرا دیے کہ سبب خوف کے انکے شانوں کے

۵ گوشت پھرنے لگے اور ان سے ایسے زور سے خون نکلتا تھا جیسے ہونٹ کے شخص کے سانس نکلنے کی آواز آتی ہے ۱۲

۵ اور بہت لوگ پورے صلے جن سے بہادر پڑتے ہوئے خوف کھاتے ہیں اور جو نہ بھاگنے والے نہ دشمن کے مطیع ہونے والے ۱۲

لَا جَاءَتْ لَهُ كَقَوْلِ بَعَا جِلِّ طَعْنَةٍ	مَنْ تَقَفَ مَدَقَ الْكُحُوبِ مَقُومٍ
لَا فَشَكَكْتُ يَا لَرَفْعِ الْأَصْمَرِ ثِيَابَهُ	لَيْسَ الْكَرِيمُ عَلَى الْقَنَاءِ بِمَحْرَمٍ
لَا فَتَرَكْتُهُ جَزَاءَ السَّبَا عَ يَنْتَشِنُهُ	يَقْضِي مَنْ حَسَنَ بَنَانَهُ وَالْمَعْصَمُ
(۵) جنگ ہنایاموکرارائی کے وقت پشت دینی سخت عارِ خیال کرتے تھے۔ اور فقط زمانہ جاہلیت مخصوص نہیں بلکہ زمانہ اسلام میں بھی لوگوں کے یہی خیالات تھے۔ چنانچہ ایک شاعر غمخیز کہتا ہے ۵	
فَلَسْنَا عَلَى الْأَعْقَابِ قَدَمِي كُلُّوْنَا	وَلَكِنْ عَلَى أقدامِنَا لَقَطُرُ الدَّمَا
ہمارے زخم ہماری ایڑیوں پر خون نہیں پڑکاتے بلکہ ہمارے قدموں پر یعنی ہم روزِ درو ہو کر مقابلہ کرتے ہیں اور پیٹھ نہیں دکھاتے ۵	
فَلَسْتُ بِمُتَبَاعِ الْحَيَوَاتِ بِيَذِلَّةٍ	وَلَا مَرَقِي مِنْ خَشْيَةِ الْمَوْتِ سَلَامًا
پس میں نہیں ہوں اپنی زندگی کا حریف اس قدر ذلت کے اور نہ موت کے خوف کا زینہ پر چڑھنے والا ہوں (۶) کثرتِ قتال اور جنگ میں شب و روز صرف رہنا اپنے لیے باعثِ فخر جانتے تھے ۵	
وَأَكْسِيَا مُنَا فِي كُلِّ غَرَابٍ وَمَشْرِقٍ	بِهَامِنٍ قِرَاعِ الدَّارِ عَيْنَ كُلُّوَلٍ
اور ہماری تلواریں مشرق و مغرب میں شہر ہیں۔ اور زرہ پوشوں کی گٹا گٹھی سے انہیں دندنے پر کر ہو جاتی ہیں۔	
مُعَوَّدَةٌ إِلَّا لَسَلَّ قَصَاتِلُهَا	فَتَحْمَدُ حَقِّي كَيْسَبَاحَ قَبِيلٍ
ہماری تلواریں اس بات کی خوشگرمین کہ جب میان سے باہر کھینچی جائیں تو جب تک کوئی جماعت قتل نہ ہو وہ میان میں نہیں کھینچائیں	
(۷) لڑائی میں جان دیدینی ممدوح سمجھے تھے کیونکہ اس سے مرنے والے کی دلیری و بہادری ثابت ہوتی تھی ۵	
۱۵ ایسوں کو میرے ہاتھ نے بہت جلدی سیدھے اور گھٹیلے پھردوں کے نیزہ کا زخم چھلایا ۱۲	
۱۵ پس میں نے انکو مضبوط نیزہ سے بندھ لیا کہ نیزہ ٹکوکریم اور شرفاً و حرام نہیں ہیں۔ انکے لیے سب برابر ہیں ۱۲	
۱۵ سو میں نے ایسے بہادروں کو درندوں کی خوراک بنا دیا۔ اور وہ انہیں اس طرح جھنجھوڑتے کہ ان کی نازک انگلیوں اور پونچھ کو اپنے اگلے دانتوں سے کھاتے تھے ۱۲	

وَلَيْسَتْ عَلَى هَذِهِ الظُّلُمَاتِ نَيْسِيلٌ	نَيْسِيلٌ عَلَى حَدِّ الظُّلُمَاتِ لَقَوْسُنَا
ہمارے خون تلواروں کی دھاروں پر بہتے ہیں اور تلواروں کی دھاروں کو چھوڑ کر اور کسی چیز پر نہیں بہتے یعنی لڑنے لڑنے مرنے ہیں۔ (۸) بڑھاپے کو مذموم جانتے تھے ۵	
وَمَنْ لَا يُعْتَبِرُ يَسْتَهْزِئْ وَيُسْلِمُهُ الْمَوْتُ إِلَى الْفِطَاحِ	وَإِذَا مَا لِمَنْ أَخْبَرُ خَيْرٌ مِنْ حَبْلٍ
اور جو جوان اور تندرست ہلاک نہیں کیا جاتا وہ بوڑھا اور زندگی سے ملول کیا جاتا ہے اور زمانہ اسے فنا و ہلاکت کے سپرد کرتا ہے ۵	
وَإِذَا مَا لِمَنْ أَخْبَرُ خَيْرٌ مِنْ حَبْلٍ	وَإِذَا مَا لِمَنْ أَخْبَرُ خَيْرٌ مِنْ حَبْلٍ
مرد کو اسطے جیسے مین کوئی بھلائی نہیں ہے جبکہ وہ بسبب بڑھاپے کے نکمٹا اور ناکارہ سمجھا جائے۔ زہرا اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ۵	
لَهُ دَأْبُ الْمُنَايَا خَبِطَ عَشْوًا مِنْ قَصَبٍ	ثَمَّةٌ وَمَنْ عَطَىٰ يُعْمَرُ فِيهِمْ
(۹) کبھی کبھی مصلحت میدان جنگ سے کنارہ کشی کر کے مفروز ہو جانے کو مدح سمجھتے تھے اس بناء پر کہ آئندہ پھر کبھی موقعہ پا کر دشمن سے انتقام لین گے۔ سچ ہے الفرار فی وقتہ ظفر۔ چنانچہ عمرو بن معدیکرب کہتا ہے ۵	
حَدَرَ الْمَوْتُ وَإِذَا لَقَرُنْ	لَهُ وَ لَقَدْ أَجْمَعُ وَحَلَىٰ يَسَا حِينَ لِلنَّفْسِ مِنَ الْمَوْتِ هَرَبٌ وَيَكِلِ أَنَا فِي الرَّفْعِ جَدِيدٌ
(۱۰) لڑائی میں جانے سے پہلے یہ کچھ کھاتے تھے بلکہ بھوکے پیٹ پر کمر بن کر لڑتے تھے ۵	
۱۱ میں نے موتوں کو زخمی اونٹنی کی مانند ہاتھ پاؤں ماسے دیکھا ہے۔ جو اسکی زوہرا نے اُسے وہ مار ڈالتی ہے اور جس سے چوک جائے اسکی عمر راز ہوتی ہے ۱۲	
۱۳ اصحابِ امین سے کہتے اپنے دونوں پاؤں گھوڑے پر خوب جالیں پہن اور وقت پر مصلحتاً بڑا بھاگ جائیں والا بھی پہن	
۱۴ اور میں اپنے گھوڑے کو زبردستی میدان جنگ سے موڑتا ہوں جبکہ میری طبیعت نے موقع موت کو اچھا نہیں سمجھتی ۱۵	
۱۶ لڑنا اور بھاگ جانا ان میں سے ہر ایک میری علوت ہے اور حالت جنگ میں مجھ کو دونوں امر زیبا ہیں ۱۷	

دُدَيْتَةُ لَوْرَايَتٍ عِنْدَ اَاجِنَا عَلَى اَصْمَاقِنَا وَقَدْ اخْتَوَيْنَا	
(۱۱) مصائب وآلام اور شدائد روزگار پر صبر ممدوح جانتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵	
وَأَكْمَارُ أَيْنَا الصَّبْرُ قَدَحِيلُ دُونَهُ يَسْتَبْرِكُونَ قَدْ كَانَ الصَّبْرُ مِثْلًا سَبْعِيَّةً وَأَنْ بَانَ حَيْرَانٌ عَلَى كِرَامٍ وَعَيْنِي عَلَى فَقْدِ الْحَبِيبِ تَسَامَرُ	
(۱۲) یہ لوگ عموماً قصاص لینے کے بعد یا جنگ کے خاتمہ پر اپنے اشعار فریاد کہتے تھے مثلاً ۵	
لَهَا أَفْعَدُ لَوْلَا الشَّعَاعُ أَضَاءَهَا يَرَى قَائِمٌ مِنْ دُونِهَا مَا وَرَاءَهَا	
ایک شاعر جاہلی کہتا ہے ۵	
ذُو وَجْهِ إِذَا الْبَيْسُ الْحَدِيدُ إِذَا اسْتَعْرَ التَّنَاقُرُ وَالنَّشِيدُ لَوْ لِي وَالسُّيُوفُ لَنَا شُهُودُ	
۱۵ اور دیکھ اگر تو میں اس سے کہ کہتی جب ہم دشمنوں سے اپنا کینہ نکالنے آئے اور بھوکے تھے تو ایک نغمہ کار کہتی	
۱۵ اور جب ہمیں دیکھا کہ صبر جنگ کے ورے مائل ہو کر وہ جنگ کا دل ایک ہفتہ تار کیسے جس میں تار سے نپٹا کرتے ہیں	
۱۵ تو سنئے اپنی تلواروں کے ساتھ جو دشمنوں کی پھیل اور بچنے کا تھی میں صبر کیا اور صبر تو ہادی عادت و خلق میں داخل ہو	
۱۵ میں اپنی بیاریوں سے جدا ہو گیا اور اب کسی کی جدائی کی پروا نہیں کرتا جا ہے میرے عزیز ہمسائے مجھ سے جدا ہو جائیں	
۱۵ کیونکہ میں اپنی طبیعت کے فراق سے مانوس بنایا ہوں اور میری آنکھ درست ہے کہ ہر جگہ لگ جاتی ہے اور میں سوجھا ہوں	
۱۵ میں نے عبد القیس کو بلا لینے والی ایک کساہ پر بھاڑا جا رہا ہو گیا اور اگر خون نہ بہ نکلا ہوتا تو سوراخ خنم کو صاف دکھاتا ۱۵	
۱۵ میں نے برجیا سے قول کر مارا اور شنگاں چڑا کر دیا ایسا کہ جو زخم کے اوپر کھڑا ہو وہ اُدھر کا بھی حال معلوم کرے ۱۵	
۱۵ سارے قبیلہ نے جان بیاہ کی ہری قوم لڑائی میں جب ہتھیار لگا لیں بڑی کوشش کرنے والی ہے ۱۵	
۱۵ انہوں نے یہ بھی جانا کہ ہم اچھے اشعار گو ہیں جب فخر و مباحات و شعر خوانی کی آگ بھڑکے ۱۵	
۱۵ اور ہم ایسے لشکر کو جسبب سلاح آسمن کے سپاہ و سفید و تلواریں مارنے میں بہانہ کہ وہ پشت پھیرتا ہوں اور تلواریں بھلی	

ان اشعار میں وہ اکثر تو اپنی قوم کی شجاعت کا بیان کرتے تھے۔ پر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اپنے دشمن کی بھی تعریف اپنی قوم کی تعریف کے ساتھ نہایت فصیح لفظوں میں کرتے تھے مثلاً ۱۰

لَا يَأْنِي لَاقِيْنَا هَذَا مَا وَحَمِيْنَا	وَكُنَّا حَسْبَنَا كُلَّ بَيْضَاءَ لَحْمَةٍ
بِبَعْضِ أَبْتِ عِيدَانَهُ أَنْ تَكْشُرَا	قَلَمًا قَرَعْنَا النَّعْجَ يَا لِنَعْجِ بَعْضُهُ
يَقُو دُونَ جُرَادًا لِلْيَبِيْتِ ضَمْرًا	وَلَمَّا لَقَيْنَا عَصَبَتَهُ تَغْلِبِيْنَهُ
وَلِكَلِهِمْ كَانُوا أَعْلَى الْمَوَاتِ أَصْبَرًا	سَقَيْنَا هُمُكَ سَاسَقُونََا مِثْلَهَا

اسی طرح ایک اور شاعر عجمی اپنی قوم کی اور اپنے دشمنوں کی تعریف میں کہتا ہے ۱۱

مَكْنِئِلِ السَّيْلِ مَرْكَبٌ وَآزِ عَيْنَا	فَجَاءُوا عَارِضًا بِرِ دَا وَحِينَا
فَقُلْنَا أَحْسِنِي مَلَاءَ جَهْمِنَا	فَبَنَّا دُفَا يَا لَ بِهْمِئَةِ إِذْ تَرَاوُنَا
أَخْنَا بِدُكْلَا حِلِّ فَا رَقَيْنَا	فَلَمَّا أَنْ فَوَا فَقَتَا قَلِيلًا
مَشَيْنَا نَحْوَهُمْ وَمَشُوا إِلَيْنَا	فَلَمَّا لَمْ تَدَعْ قَوْسًا وَسَاقِ سَهْمَا
وَأَبْنَا بِالشُّيُوفِ قَدَا نَحْنِينَا	فَأَبَا يَا لَ بَرِّ مَارِ مَكْشَرَاتِ
وَلَوْ خَفَّتْ لَنَا الْكُلْمَى سَرِينَا	فَبَا قَا يَا لَصَعِيدٍ لَهُمْ أَحَا حَرْ

۱۰ ہننے ہر سفید رنگ کو مثل چربی کے نرم سمجھ رکھا تھا جن راتوں میں کہ ہم ہڈام و حیرت لرے۔ ۱۱

۱۲ سو جبکہ ہم نے کمانوں کو کمانوں سے کھٹکھٹایا تو انکی لکڑیوں نے ٹوٹنے سے انکار کیا۔ ۱۲

۱۳ اور جبکہ ہماری ٹھہریں بنی تغلب کی جماعت سے جو کہ موڈیلے گھوڑوں کو موت کی طرف پہنکتے تھے ہوئی ۱۳

۱۴ تو ہم نے انہیں ایسا ہی بلایا جیسا انہوں نے ہمیں بلایا تھا مگر وہ لوگ موت پر برسے صابر بن گئے سو ہم بھاگ گئے ۱۴

۱۵ پھر مثل پہلے ہئے اویں برساتے والے ابر کے لئے اہم مثل روکے ہر چیز پر سوار ہونے والے اہم و دن اپنے لشکر و غنا بزدلت کرتے تھے ۱۵

۱۶ انہوں نے جیہیں دیکھا تو پکارا کہ اے آل ہنہ ہاری مدد کرو اور ہمیں کہا کہ اے آل جہینہ۔ تم طعن و ضرب اپنے اخلاق درست کرو ۱۶

۱۷ پس جب ہم کچھ قریب آئے تو اپنے اونٹ سینہ کے بل بٹھادیے اور تیر مارنے شروع کیے۔ ۱۷

۱۸ اور جب ہم نے کمان و تیر باقی نہ رکھا تو ہم انکی طرف بڑھے اور وہ ہماری طرف ۱۸

۱۹ سو وہ ٹوٹے نیزے لیکر لوٹے اور ہم ایسی تلواریں لیکر جن میں کثرت خونریزی سے بل پڑ گئے تھے ۱۹

۲۰ سو انہوں نے صید میں پیاسے رات گزاری اور ہم زخموں کے سبب وہاں ہی پڑے رہے ۲۰

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ کبھی کبھی جو کو چھوڑ کر یہ لوگ فقط حق بات کا خیال کرتے تھے۔ یہ وصف قابل تعریف ہے، (۱۳) یہ لوگ دل کے بڑے اور سخت تھے مصیبت کے وقت انکے کلیجے پتھر کے ہو جاتے تھے۔ ان میں خافیت درجہ کی محبت و عداوت دونوں کی قابلیت تھی۔ مار و عار کے وقت انکے دل غولاد کے ہو جاتے تھے۔ اور ندامت کے وقت موم کے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵

لَهُ وَلَا تَرَاهُمْ وَإِنْ جَلَّتْ مُصِيبُهُمْ
مَعَ الْبُكَاءِ عَلَى مَنْ قَاتَ بِيَكُونًا
لشیش و غضب میں کبھی کبھی دوست و قرابتی کو بھی قتل کر دیتے اور بعد قتل کے ماتم کرتے تھے۔
چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔ ۵

لَهُ وَبَنِي حَيْنٍ تَقْتُلُهُمْ عَلَيْهِمْ
وَقَتْلُكُمْ كَاتِلَانِيَا
ایک کلابی شاعر اپنی محبوبہ کے بھائی کو قتل کر کے کہتا ہے ۵

لَهُ فَلَمَّا رَأَيْتُ أَنَّهُ عَيْرٌ مُسْتَبَرٍّ
وَلَمَّا رَأَيْتُ أَنِّي وَدَّ قَتْلَهُ
أَمَلْتُ لَهُ كَيْفَ بَلَدٍ مُقَوِّمٍ
نَدِمْتُ عَلَيْهِ أَيْ سَاعَةً مَتَدَمٍ
(۱۴) بسا اوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ اپنے صبر و تحمل کو دکھانے کے لیے اپنے مقتول پر رونے نہیں تھے۔ چنانچہ عمرو بن کلثوم التغلبی کہتا ہے ۵

لَهُ مَعَاذَ اللَّهِ إِنْ تَنَوَّحَ لَيْسَ وَدًا
عَلَى هَالِكٍ أَوْ إِنْ يَفْجَحَ مِنَ الْقَتْلِ
(۱۵) اپنے مقتول پر دینے دینی یعنی غیبنا دینا باعث فخر جاتے تھے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ قاتل کے قبیلہ والے ایسے زبردست ہیں کہ کوئی ان سے قصاص نہیں لے سکتا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵

لَهُ بَيْضٌ مَفَارِقُنَا تَعْلَى مَرَجَلِنَا
كَاسُوا بِأَمْوَالِنَا أَثَارَ أَيْدِينَا

۱۵ باوجود شدت مصیبت کے تو انہیں رونے والوں کے ساتھ رُودون ہمدانا نہیں دیکھے گا ۱۶
۱۶ اور ہم پر جو حسین قتل کر چکے ہیں تو دے دیں اور قتل اس طرح کرتے ہیں کہ گویا کچھ پردہ انہیں ۱۷
۱۷ بس جب میں نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو میں نے اپنے ہاتھ سے ایک سیرے نذرے کو بھر لیا ۱۸
۱۸ اوجھیل میں دیکھا کہ اسے قتل کر دیا تو ایسے وقت میں نادوم ہوا جب ندامت سے کچھ فائدہ نہیں ۱۹
۱۹ خدا کی پناہ اس بات سے کہ ہماری عورتیں کسی مرد پر روئیں یا قتل سے بیچ کر روئیں ۲۰
۲۰ ہمارے غریب و باریک بین ہوش کلابی تھے میں اور ہر ان نژاد کا علاج جو ہمارے ہاتھ لگاتے ہیں اپنے مال سے کرتے ہیں ۲۱

اگر اپنے مقتول پر قاتل سے دیت قبول کرنے کو سخت عار سمجھتے تھے کیونکہ ضیعت و ناموری کی علامت تھی۔ دیت میں اکثر شریعہ جاتے تھے اور اس امر کی کوشش کی جاتی تھی کہ مقتول کے اقارب اسے قبول کر لیں۔ لیکن ان کا یہ مال خون بہا حقارت کے ساتھ نامنظور ہوتا تھا۔ اگر مقتول والوں میں قصاص لینے کی قوت ہوتی۔ چنانچہ ایک شخص کہتا ہے ۔ ۵

لَهُ قُلْتُ أَنْتَ حَيًّا يَقْبَلُ الْمَالَ فَيَدِيَّةً
لَسَقْنَا لَهُمْ سَيِّئًا مِمَّا لَمْ يُقْبَلْ
لَهُ لَكِنَّ ابْنِي قَوْمَهُ أُصِيبَ أَخُوهُمْ
رَضَا الْعَارَ فَاخْتَارُوا عَلَيَّ الْمَلِيكَ الدِّمَاءَ

بنی فقعس کے قبیلے کا ایک آدمی جو دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر تھا اپنے چچا زاد بھائی کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

تَهْ فَلَا تَأْخُذْهُ عَقْلًا مِّنَ الْقَوْمِ إِنِّي
أَرَى الْعَارَ يَبْقَى وَالْمَالُ قِلٌّ نَّذْهَبَ

ایک شاعر غزنیہ قبول نہ کرنے کی ترغیب ذیل کے شعروں میں اس طرح دیتا ہے ۵

لَهُ كَرَاهَتْ بَوْدُكَ مَصِيرًا كَاغْيَرًا طَائِلَ
عَلَيْطًا فَلَا تَسْرِ لِي بِهِ كَاغْيَرًا
لَهُ وَهْ كَاغْيَرًا مَعَهُ مَا يَكْفِيكَ لَكَ أَهْلًا
أَفَوْكَ عَلَى قُرْبَاهُمْ يَا مَلْمُومًا

ایک اور شاعر کہتا ہے ۵

لَهُ قَتَلْنَا بِقَتْلِكَ مَاتَ الْقَوْمُ عَصَبُهُ
كَيْزَامًا وَلَعْنًا كُلُّهُمْ خَشَفَ التُّخْلُ

دیت نہ لینے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عرب کے خیال کے موافق مقتول کے اقارب پر قاتل سے قصاص لینا واجب تھا۔ اس طلب قصاص میں اکثر جاہلین کے بہت سے آدمی مارے

۱۵ اگر کوئی ان کا قبیلہ قیدی کے بدلے مال قبول کرتا تو ہم بیشک انکی طرف نشروں سے بڑا ایک رومہ اذکر دیتے ۱۶
۱۷ ہم نے اس قوم کے پاس جنگ کا براؤد مارا گیا تھا اس کا خون بہا لیکن انہوں نے قبول عار سے انکار کیا اور اونٹوں پر قصاص کو ترجیح دی ۱۸

۱۹ اگر وہ مجھے مار دین تو اے یہ غزنیہ! کیا تم عار تو باقی رہ جاتا اور غزنیہ میں جاتی رہتی ہیں یعنی تم میرا قصاص لینا ۲۰

۲۱ اگر وہ مجھ کو فرو گاہ فیہ مضی بن آئیں تو وہاں موت آئے اور اہل قتل کے بدلے خون بہا نہ لینا بلکہ قصاص لینا ۲۲

۲۳ جو چیز وہ مجھ کو مارنا چاہتے ہیں اسکی طمع سے کہہ دو کہ وہ میرے پاس باوجود قربت کے ایک ہر دم سے زہر سے ملا ہوا لائے ہیں ۲۴

۲۵ جس نے اپنے مقتول کو بدلے قوم مخالف میں سے ایک عہدہ گروہ مار دیا لیکن انکے عوض میں ناقص کھجوریں نہیں کھائیں ۲۶

جاتے تھے بتا لینے کا دستور ان کے نزدیک ایسا محبوب و عزیز تھا کہ اکثر عورتیں بھی اپنے پُر جوش لفظوں سے خاندان والوں اور قبیلہ والوں کو نثار پر آمادہ کرتی تھیں۔ چنانچہ جب بنی مازن نے عمرو بن معدی کر کے بھائی عبداللہ کو قتل کر کے عمرو بن معدی کر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ یا تو ہزنی سے مقتول کا خون معاف کر یا اس کے بدلے خون بہا لے تو عمرو بن معدی کر کی بہن کبشہ نے اسے اغذار پڑھ کر ایضاً دلائے کو چند شعر کہے۔ ان میں سے دو یہاں نقل کیے جاتے ہیں ۵

اَدْرَسَلَّ عَبْدُ اللَّهِ اِدْحَانَ يَحْيٰى مَهْ اِلٰى قَوْمِيْهِ كَا تَعْقِلُوْا لِهٰمْ مَدٰى

میرے بھائی عبداللہ نے مرنے وقت اپنی قوم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ میرے بدلے خون بہا لیکر قصاص چھڑنا۔

اَنْ لَا تَاْخُذُوْا مِنْهُمْ اَفَا لَآ اَنْزَلْتُ فِيْ بُيُوتِ بَصْعَدَةٍ مُّظْلِمٍ

اور تم میری دیت میں قاتلوں سے شتر بچے اور جوان اونٹ لینا۔ اس صورت میں میری قبر جو موضع صعدہ میں ہے تاریک رہیگی۔

ایک یثیری آدمی نے اپنے بھائی دائل بن حریم کے قتل کے بدلے قاتل کے قبیلہ کے اسی آدمی مارکر انہی لاشیں ایک کوٹے میں الین یہاں تک کہ اس کوٹے کا سارا پانی خون سے رنگین ہو گیا اور بعد کے آنے ڈول بھر بھر کر اس میں سے پانی نکالا چنانچہ شاعر کہتا ہے ۵

سَاَيْلُ اُسَيْدٍ هَلْ تَاَدْرَتْ بِنِ اَيْلٍ اَمْ هَلْ سَكَيْتِ النَّفْسُ مِنْ بَلْبَا لِبَا

اے مخاطب بنی اُسید سے پوچھ لے کہ کیا میں نے اپنے بھائی دائل کا تم سے بدلہ لے لیا اور کیا میں نے اپنی طبیعت کو اس کے غم سے شفا دی۔

اِذَا دَسَلُوْنِيْ مَا مَحَا بِيْدٍ كَا لِيْهِمْ اَفَمَلَّ تِهْمَا عَلَقَتْ اِلٰى اَسْبَالِهَا

جبکہ انہوں نے مجھے بلایا کہ میں کوٹے میں نیچے اتر کر ان کے ڈول بھردوں سو میں نے ان ڈولوں کو ان کے خون سے کناروں تک بھر دیا۔

متکلس ایک شاعر عابلی اغذار کے لیے اپنی قوم سے یہ کہتا ہے ۵

اَلَمْ تَكُنْ اَتَّ الْمَرْءَ رَهْنًا مِّنْ بَنِيْهِ صَرِيْعًا لِّعَا فِي الطَّيْرِ اَوْ سَوْفَ كَيْسٍ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ مرد موت کا مرہون ہے۔ اور پھپھاڑا ہوا ہے گوشت خوار پرندوں کے لیے یا کچھ عرصہ کے بعد مدفون ہو گا۔

لَهُ فَلَا تَقْبَلُكَ صَمِيمًا مَخَافَةَ مَيْتَةٍ	وَمَوْتَنَ بِهَا حُرًّا وَجِلْدُكَ مَلْسٌ
۱۵ فَمَنْ طَلَبَ الْأَوْتَارَ عَاجِلًا لَهْفًا	تَصِيرُ رَحَاصُ الْمَوْتِ بِالسَّيْفِ بَاسِي
اس زمانہ کے اشعار کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قصاص لینے کی قسم کھاتے تھے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵	
۱۶ وَبِالْبَيْدَاءِ لَمَّا اِنْ تَلَا قَتَّ	بِهَا كَذِبٌ وَحَلَّ بِهَا التَّدْوِيرُ
تَابِطُ شَرًّا كَا بَحَا بَحَا اِنِّهٖ مَامُونُ كے قصاص کے بعد یہ کہتا ہے ۵	
۱۷ حَلَّتِ الْحُمُرُ كَانَتْ حَرَامًا	وَبِلَايٍ مَا اَلَمْتُ تَحَلَّ
۱۸ فَاسْقِينِي يَا سَوَادُ بَنَ عَمْرٍو	اِنَّ جَنِمِي بَعْدَ خَالِي لَحَلَّ
۱۹ فَضَعَا الضَّبْعُ يَقْشَلِي هَذِيلُ	وَتَرَى الذَّيْبَ لَهَا يَتَهَلَّ
۲۰ وَعِيَانُ الطَّيْرِ لَعْدُ وِبَطَانًا	تَحْظَا هُمْ فَمَا تَنْتَقِلُ
اگر قاتل بہت ہی قریب کا رشتہ دار ہو تو اُسے معاف بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک اعرابی کے بھائی نے اپنے بھتیجے کو قتل کر دیا جب قاتل کو قصاص کے لیے اعرابی کے آگے لائے تو اُس نے یہ کہہ کر قصاص لینے سے انکار کیا ۵	
۲۱ اَقُولُ لِلنَّفْسِ قَاسَاءُ قَاعَنِيَّةُ	اِحْدَى يَدَيَّ اَصَابَتْنِي وَلَمْ تُرِدْ
۲۲ كِلَاهُمَا خَلَفَ مِنْ فَقْدِ صَلَاحِي	هَذَا اَخِي حَيْنَ اَدْعَاهُ وَذَا وَلَدِي
۱۳ پس تو ایک دفعہ مرنے کے خوف سے ہرگز ذلت اختیار نہ کر اور البتہ تو کریم نے عار و تنگ ہو کر مر ۱۴	
۱۵ کیونکہ جدید کے کینوں ہی کی طلب میں قصیر نے اپنی ناک کاٹ لی اور یہیں تلوار لے کر موت میں گھس گیا ۱۶	
۱۷ اور مقام ہداین جب کلب و حمیر کی مٹھ بھیر ہوئی اور وہاں لوگوں کی تشمین بسبب لینے ہتھام کے پوری گھٹن ۱۸	
۱۹ اور شریکا پنا جو سبب تبسم کے حرام کہنا تھا اب طلال ہو گیا اور بعد ایک مدت دراز کے شراب طلال ہو کر میرے پاس آئی ۲۰	
۲۱ سواد بن عمرو جو کھو شراب پیلا دے کیونکہ میرا جسم میرے مامون کے بعد ناتوان اور دہلا ہو گیا ہے ۲۲	
۲۳ ہذیل کے مقتولوں پر کفار ہنستی ہے اور تو اُن پر بھیڑیوں کو یہ سبب خوشی کے شور مچاتا دیکھے گا ۲۴	
۲۵ اور درخار پندہ زوجہ کرتے ہیں ایسے حال میں کہ ان کے پیٹ بھر جاتے ہیں اور وہ لاشوں کے گرد قدم چمکتے ہیں اور اُٹا نہیں سکتے ۲۶	
۲۷ میں اپنے ہی سے صبر کرنے کو کہتا ہوں۔ مجھے میرے ایک ہاتھ کا صدمہ بے ارادہ پہنچا ہے۔ ۲۸	
۲۹ دو دونوں ایک دوسرے کا غلیف ہیں۔ یہ تو میرا بھائی ہے جب اُسے مصیبت میں مدد کو بلاؤں اور وہ بیٹھا ۳۰	

(۱۶) غارت گری یہ لوگ اکثر صبح کے وقت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵

لَهُ فَلَمَّ أَوْ مِثْلُ الْحَيِّ حَيًّا مُصَبِّحًا | وَلَا مِثْلَنَا يَوْمَ الْمُتَفِينِ قَوَارِيسًا

عمر بن سعد یکرب اپنی ایک نظم میں کہتا ہے ۵

وَابْنُ صَنْجَرٍ سَادًا بُوْعِدُكَ نِي مَا | لَهُ فِي النَّاسِ مَا عِشْتُ لِحُجَيْنًا

(ابن صبح سے مراد یہ ہے کہ اسکی زبان صبح کے وقت غارت گردن سے حاملہ ہوتی۔ اور یہ نطفہ حرام ہے) (۱۷) یہ لوگ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو جراثیم اور ادویات کا علم سکھاتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی میدان جنگ میں رنجی ہو جاتا تو غلام اور لونڈیاں بندھن پٹی لکرتی اور دوا لگاتی تھیں۔ ایک شاعر جاہلی کہتا ہے ۵

لَهُ طَعْنُ ابْنِ عَبْدِ الْقَيْسِ طَعْنَةً ثَائِرًا | لَهَا فَنَدُّ لَوْلَا الشَّعَاعُ أَصْدَاءَهَا
لَهُ يَهُونُ عَلَى أَنْ تَرُدَّ جِرَاحُهَا | عُيُوتُ الْأَوَّاسِي إِذْ مُجِدَّتْ بِلَاءَهَا

(۱۸) عرب کے قبائل جنگ کے وقت اپنی عورتوں کو بھی اکثر اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے یہ عورتیں فوج کے پیچھے چلتی اور اپنے شوہروں کو بہادری کی تحریک دیتی جاتی تھیں۔ انکا ساتھ ہونا قبیلہ والوں کو مفید ہوتا تھا۔ کیونکہ ایسے حال میں مرد انکی آبرو اور آزادی کی حفاظت کے لیے دل توڑ کر بہانیت حوصلہ سے لڑتے تھے۔ لڑنے سے پہلے وہ اپنے شوہروں سے قسم لے لیتی تھیں کہ خوب دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور انہیں اسیر کر لانا۔ چنانچہ عمر بن کلتوم تغلبی اپنے مشہور قصیدے میں کہتا ہے ۵

لَهُ عَلَى أَثَارِنَا بِمِصْرٍ حِسَانًا | نَحْاذِرُ أَنْ تُقْسِمَ أَقْنَمُ حُمَانًا

۱۵ پٹھن قبیلہ کی ماں صبح کی وقت لٹتا ہو کوئی قبیلہ نہیں دیکھا اور نہ اپنی مانند سوار دیکھے جس دن کہ ہم دشمنوں سے لڑے ۱۶
۱۷ پٹھن عبد القیس کو بلالینے والے کی مانند بر جہا مارا جو بارہو گیا اور اگر خون نہ نکلتا ہوتا تو سوراخ زخم کا اسے صاف دکھا دیتا ۱۸
۱۹ مجھکو یہ آرمساں ہے کہ زخم میں اسکا حق قابل تعریف ادا کروں اپنی خیانت کی وجہ سے علاج کرنے والی عورتوں کی آنکھوں کو بغیر دے لینے وہ اس زخم کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں ۲۰

۲۱ میدان جنگ میں ہمارے پیچھے گوری خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں تاکہ ہمیں یہ خوف رہے کہ دشمن انکو قید کر کے آپس میں تقسیم نہ کر لیں یا وہ ان کی خدمت کے ذلیل ہوں ۲۲

لَا أَخَذَتْ عَلَى بَعْقِ لَيْثٍ عَهْدًا لَمْ يَكُنْ يَسْلُبُنَّ أَفْرَاسًا وَيُضَيِّتُنَّ لَهُ إِذَا مَا دُحْنٌ مَسْمُومٌ الْهُوَيْنَا لَهُ خَعَائِقُ مِنْ بَنِي جُشَيْرِ بْنِ كَبْكَبٍ لَهُ يَقْتَتَلُ حَيًّا دَنَا وَيَقْلُنْ لَسْتُ مُمْ لَهُ فَمَا مَنَعَ الظَّعَانِ مِثْلُ ضَرْبٍ	اِذَا لَا قُوَا اَكْتَايْتُ مُعْلِمَيْنَا وَاَسْرَى فِي الْحَبَالِ مُقَرَّرَيْنَا كَمَا اضْطَرَبَتْ مَوْتُونَ الشَّارِبَيْنَا خَلَطُنْ بِمَيْسَمٍ حَسَا وَدَيْنَا بُعُو لَسْنَا اِذَا الْمَرْءُ مَنَعُونَا تَرَى مِنْهُ اسْتَوَاعِدَ كَالْقَلْبَيْنَا
--	--

ایک شاعر کہتا ہے ۵

لَهُ دَعِ السَّيِّدَاتِ السَّيِّدَةَ كَانَتْ قَبِيلَةً لَهُ تَقَاتِلُ يَوْمَ الرِّوَجِ دُونَ نِسَائِهَا
--

(۱۹) ان لوگوں میں ایک بہت برا وصف یہ بھی تھا کہ مظلوم کی استغاثت و حمایت کو جھٹ
لیتا رہ جاتے تھے۔ یہ اس بات کو اپنے لیے مایہ نواز جانتے تھے کہ دل دردمند کی آؤ فریاد کو سن کر یہ
خاموش بیٹھے نہ رہے بلکہ اُن کے ایذا پہونچانے والوں سے انکا بدلہ لالیا۔ چنانچہ وداک بن
میسیل المازنی اپنی ایک نظم میں کہتا ہے ۵

لَهُ إِذَا اسْتَجِدَّوْا الْمَرْءَ يَسْأَلُ مَنْ دَعَا عَمَّ لَهُ لَا يَتَّ حَرْبٍ أَمْ يَأْتِي مَكَانَ
--

طہ نہ کہتا ہے ۵

لَهُ إِذَا الْفَقْرُ مَا قَالُوا أَمَنْ فَعَيَّ خِلَتِ ابْنِي لَهُ عَيْنِي مَكْمَرُ الْكَمَلِ وَالْمَرْءُ أَتْبَلُ

۵ جب انکے شہر لشکران علامت و ارس متقابل کرتے ہیں تو یہ عہد تین دن سے یہ عہد بے یقینی ہیں ۱۲
۵ کہ وہ گھوڑے اور پیادوں اور تلواریں اور قیدی رسیوں میں باہر بہتہ لائیں تاکہ یہ عورتیں انہیں ایک رکھ جائیں ۱۲
۵ جب وہ چلتی ہیں تو زمانہ چال چلتی ہیں ایسی لچک کے ساتھ جیسے میخواروں کی کمر بن لچکتی ہیں ۱۲
۵ وہ پردہ نشین عورتیں چشم بہن بکری اولاد سے ہیں جنہوں نے خور وئی کے ساتھ شرافت آباد ہیں جمع کر کہا ہے ۱۲
۵ وہ ہمارے گھوڑوں کو گھاس چارہ دیتی ہیں اور ہم سے کہتی ہیں کہ اگر تم ہمیں امداد سے نہ بچاؤ تو ہمارے شہر بہن ہیں ۱۲
۵ ان دن بہن نہیں کو کسی چیز پر مثل ایسی شہر شہر کے بہن بچا جس سے شہر کے پہونچے کلک کلک کی مانند آئے ہیں ۱۲
۵ تو ہی سب کا ذکر چھوڑ دے کیونکہ بنی سید ایسے ہیں کہ جنگ کے روز اپنی عورتوں کے دے لیتے ہیں تاکہ انہیں عدلا سیکو کے لے نہ جائیں ۱۲
۵ جب اُن سے مرد لگتی جاتی ہو تو اپنے بلانے والے سے کہی نہیں پوچھتے کہ کس لڑائی کے لئے یا کس جنگ بلایا ہے ۱۲
۵ جب ہم یہ کہو کہ کون جواز پر جو زمین خیال کرتا ہیں کہ انکا مطلب مجھے ہی سوسین نہ کاہلی کرتا اور نہ قوم طلب میں حیلان رہتا ہیں ۱۲

اسی قصیدہ میں جس میں سے شعر سابق منقول پہلے ایک یہ شعر بھی ہے ۵

لَا وَكَلَّيْ إِذَا نَادَى الْمُضْطَّاتُ مُجْتَبِئًا | كَسِيدَ الْغَضَا بَهْمَتُهُ الْمُتَوَارِدًا

(۲۰) ایک غزلی ان لوگوں میں یہ بھی تھی کہ حفاظت جاکو اپنے اوپر لازم سمجھتے تھے۔ اور جو شخص با قبیلہ پر اپنے پڑوسی کی مدد نہ کرتا اسے ذلیل و کم قدر خیال کرتے تھے۔ سسول بن عادی کہتا ہے ۵

لَا مَا ضَرَّكَ إِذَا قَلِيلٌ وَجَارُنا | عَزَّ بَرْقُ جَارِ الْأَكْثَرِينَ ذَلِيلًا

ایک اور شاعر کہتا ہے ۵

لَا وَتَحَنُّ الدِّينَ لَا يَنْقُصُ جَارُنا | وَبَعْضُهُمْ لِلْعَدُوِّ صَمْرٌ مَسَامِيحُهُ

ابو صمٹامہ ضبئی کہتا ہے ۵

لَا تَجَارِدْكَ عِنْدَ بَيْتِكَ لَحْمٌ طَبِي | وَجَارِي عِنْدَ بَيْتِي لَا يَزِيهِ

(۲۱) سخاوت کو یہ لوگ داخل شرافت سمجھتے تھے کسی حاجتمند مصیبت زدہ کو سوچاں اونٹ دے دینے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ چنانچہ ایک شخص کہتا ہے ۵

لَا إِنَّ أَجْرَ عِلْمَةٍ بِنِ سَيْفٍ سَعِي | لَا أَجْرَ لِوَيْلَةٍ يَوْمٍ وَاحِدٍ

لَا أَحَبُّ بَنِي حَبِ الْقَهْبِيِّ وَرَثَتِي | نَقْلَ الْهَدْيِ إِلَى الْغَنِيِّ الْوَاحِدِ

لَا وَاجِبَانِي يُقَامِرَا الصَّرَاحَ بِأَجْمَعَةٍ | وَابْدِ تَشَقُّ عَلَى عَصِي الدَّائِدِ

۵ جب کوئی دشمنوں میں گھر کرے بھارتا ہے تو میں درخت فضا کے بیڑے کی طرح جو پانی پینے جاتا ہوں اپنے کچھ گرم گھوڑے کو مدد کے لیے پھیرتا ہوں ۱۲

۵ ہمارے غوڑے ہونے میں کچھ نقصان نہیں پہنچا یا گوئی کہ حال یہ کہ ہمارے پڑوسی گران قدر میں اور دور کے پڑوسی ذلیل ہیں ۱۳

۵ ہم ایسے ہیں کہ ہمارے ہمسائے ڈرائے نہیں جاتے اور بعض لوگ عہد شکنی کے فتنہ کرنے کی وجہ سے ہمارے ہیں ۱۴

۵ تیرا ہمسایہ تیرے گھر کے باغیچے میں ہرن کے گوشت کی جو ادھارے ہمسایہ کا ہوا گھر کے پاس کوئی قصیدہ بھی نہیں کر سکتا ۱۵

۵ اگر میں غلغلو کو اس کی کوشش کا بدلا دوں تو اس کے ایک روز کے حسان و نعمت کا بھی عوض نہیں دے سکتا ۱۶

۵ اُس نے تو مجھ سے بچہ کی طرح محبت کی اور میرے حال کی ایسی درستی کی جیسی دلہن کی جب وہ خوشحال و مدد والے کے پاس بھیجی جاتی ہے درستی کی جاتی ہے ۱۷

۵ اور ادو ادا ہی کے دن مجھے سو شہر سے جواب دیا جو عرض سے روکنے والے کی لکڑیوں سے شکل سے کہیں اسب کثرت تعداد کے ۱۸

طرف کہتا ہے ۵

لَا رَأَيْتُ بَنِي عَبْدَاءَ لَا يَنْتَكِرُونَ بَنِي
وَلَا أَهْلُ هَذَا الْبَطْنِ الْمُنْتَهَى

خصوصاً قحط کے ایام میں یہ لوگ بڑی دریادلی سے فقراء و مساکین کی خبر لیتے۔ اور انہیں کہلاتے تھے۔ ایک شخص کہتا ہے ۵

لَهُ نَدُّ هَدَقٍ بَصُحِ الْحَمْرِ الْبَايَعِ وَالْمَدَى
وَأَبْغَضُهُمْ تُعَلِّي بِذِي مَنَاقِعَهُ

سلمی بن ربیعہ کہتا ہے ۵

لَهُ وَإِذَا الْعَذْرَاءُ بِالْخَنِّ تَقَتَّعَتْ
لَهُ دَارَتْ بِأَذْقَانِ الْعَفَاةِ مُعَارَفًا
وَأَسْتَجَلَتْ كَضَبِ الْقَدْرِ فَمَلَّتْ
بِيَدَيَّ مِنْ قَمْعِ الْعِشَارِ الْجَلَّتْ

حضرت لمبید بن ربیعہ العامریؓ اپنی سخاوت کے باب میں یہ فرماتے ہیں ۵

لَهُ وَغَدَاةٍ رِيحٍ قَدَرُ زَعَمَتْ وَفَرَاةٍ
فَكِرَاضُ حَمَتٍ بِبَدِ الْتِمَالِ زِمَامُهَا

ای مشہور قصیدہ میں جن میں سے شعر سابق کیا گیا ہو وہ اپنی غربا پر درسی کے بارہ میں کہتے ہیں ۵

لَهُ تَأْوِنِي إِلَى الْاَكْطَابِ كُلِّ رَدِّيَّةٍ
لَهُ وَيَكْلُؤُونَ إِذَا الرِّيحُ تَنَاحَتْ
مِثْلُ الْبُكْبَكَةِ قَالِيصِ اهْكَامُهَا
خُلْجًا مُمَدَّ شَوَارِعًا آيَاتُهَا

۱۵ میں نے دیکھا کہ فقرا اچھے اوپری نہیں سمجھتے۔ اور نہ تنے ہوئے ٹھیکے مالک مجھ سے نا آشنا ہیں ۱۲

۱۶ ہم کرم سخاوت کے لیے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے اور ان کی ہڈیاں توڑتے ہیں اور بعض لوگوں کی

پتھر کی چھوٹی ہنڈیاں عزت کا جوش کھارہی ہیں ۱۲

۱۷ جب کنواریاں بھونیں کو اپنی اور اپنی بنائیں اور ہنڈیاں پڑانے سے شتابی کر کے بارہ گوشت آگ میں بھونے لگیں ۱۲

۱۸ ایسے وقت میں سالوں کے رزق کے تیر غار جوں میں نے کی حاملہ اونٹنی کے سرے کو بان میں میرے ہاتھ میں پھینکے ۱۲

۱۹ اور بہت سی تیز ہوا اور سردی کی صبح کے وقت جنگلی باگ ہوا سرد بادِ شمالی کے ہاتھ میں تھی میں نے تکالیف مساکین کو رکھا ۱۲

۲۰ ہمارے ڈیرہ کی سیر کے ساتھ ہر تاج عورت پناہ لیتی تھی جبکہ پڑانے کے لیے بھی اسکے بدن پر کوتاہ ہیں اور اسکا حال

مثل اُس ناقہ کی ہے جسے اسکے مالک مردہ کی قبر پر باندھتے ہیں اور وہ دمان ہی بھوک پیاسی مر جاتی ہے ۱۲

۲۱ اور جب جوانی ہو جائے ایک دوسرے کے مقابل چلتی ہیں یعنی ایام سرما و قحط میں ایسے کٹھنوں میں پارے گوشت

بار بار تاج کی مانند سجاتے ہیں اور جن میں غریب غریب کے تیر پتے غولے لگاتے ہیں ہم غریبوں کو کہلاتے ہیں ۱۲

(۳۲) عرب کی مہمان نوازی اور سافر پروری کے باب میں جتنا کہا جا رہا ہے۔ ان کے یہ اوصاف ضربِ اشل ہیں۔ کبھی کبھی مہمانوں کے پیچھے وہ اپنا سارا سرمایہ خرچ کر دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ اس کی طرح یہ بھی اپنے مہمانوں کے لیے اپنے جانور بڑے شوق سے ذبح کرتے اور خوب دل کھول کر ان کی خاطر داری کرتے تھے۔ مہمانوں کی خدمت میں کوئی غائبہ نہ سمجھتے اور انہیں اپنے محلِ باخضر کا مالک بنا دیتے تھے جب تک مہمان ان کے خیمہ میں ہوتا۔ اس کی جان و مال - عزت و آبرو کے یہ لوگ محافظ رہتے۔ اگر کوئی مسافر ان کے خیمہ کے سامنے آگیا تو اس کی بڑی آؤ بھگت کرتے اور بغیر کھانا کھلائے اُسے ہرگز رخصت نہ کرتے۔ مہمان اور مسافروں کی ملاقات کشادہ پیشانی اور فرخِ ملی سے کرتے اور سب اوقات چلتے وقت زادِ راہ بھی ان کے ساتھ کر دیتے۔ مالک خانہ کے ساتھ اس کی زوجہ بھی اُضیاف کی خدمت کرتی تھی۔ دیگوں کو اپنی وقت چولہے پر رہنے دیتے تاکہ اگر کوئی بے وقت بھی آجائے تو سب کچھ طیار پائے۔ ایک شخص کہتا ہے ۵

لَهُ نَسْوَءٌ لَا تَكْسَى الرَّقَاعَ بَيْدَلَهُ	لَهَا عَيْنٌ قَرَأَتْ الْعَشِيَّاتِ اَوَّلَ
عَلَمَ اِذَا مَاقَرَّتْ نَيْتَاهَا قَرِاَهَا نَضْمَتَتْ	قَرَأَتْ مَنَ عَرَا اَنَا اَوْ تَنِيْدُ فَتَفْضَلُ

اکثر یہ لوگ ٹیلوں پر یا کسی اونچی جگہ پر رات کے وقت آگ جلاتے تاکہ دور سے راہگیر آگ کی روشنی دیکھ کر ان کے خیموں کی طرف آئیں۔ چنانچہ ایک اعرابی ایک سخی کی تعریف میں لکھتا ہے ۵

اَلَمْ لَهُ نَارٌ تَشْبُ عَلَى يَمَاعِ	اِذَا التَّيْرَانِ اُبْسَتْ الْقِتَاعَا
--	---

ایک شاعر کہتا ہے ۵

اَلَمْ دَرَانِ لَا دَعُوْا الصَّبِيْعَ بِالْهَبْوِ وَكَعْدَمَا	كَسَا الْاَرْضَ قُصْبًا حُلَيْدُ الْجَلْدِ وَجَامِدُ
--	--

۵ اور بہت سی سیاح اور کلان و گین ہیں جن پر صافی کبھی ڈالی نہیں جاتی اور سہ پہر کی سردی میں ان کے لیے کد کد اہٹ کی آواز ہے ۱۲

۵ جب ہم انہیں پکانے کی چیزیں ڈالتے ہیں تو وہ ہمارے مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور زیادہ ہو کر فاضل بھی بیچ جاتا ہے ۱۳

۵ مدوح کی آگ اونچی جگہ چلائی جاتی ہے جب اورونکی آگوں پر پوشش ہوتی ہے تاکہ کوئی انہیں نہ دیکھے ۱۴

۵ اگلیں مہمان کو حبشہ بنم ریزان اور جھنڈے والی زمین کو ڈھانپ لے بذریعہ آگ کے بٹاتا ہوں ۱۵

یہ لوگ اپنے کتون کو مات کے وقت کھول دیتے تھے۔ اگر ادھر ادھر کوئی جھولا جھٹکا مسافر ہوتا تو وہ کتنے کی طرح آواز نکالتا اس خیال سے کہ اگر کہیں کسی بستی کے لوگ ہوں گے تو انکے کتے اس آواز کو سن کر بھونکنے لگیں گے۔ اسی کو عربی زبان میں استباح کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر جاہلی کہتا ہے ۵

لَهُ وَمُسْتَنْجٍ بَاتَ الْقَهْدَى يَسْتَنْجِيهِ لَهُ فَقُلْتُ لَا هَلْ لِي مَا بَعْدَ مَطِيئَةٍ لَهُ فَقَالُوا عَمْرٍاءُ طَارَتْ طَوْحَتُ يَمِ	إِلَى كُلِّ صَوْتٍ فَهُوَ فِي التَّوْبَلِ جَانِحٌ وَسَايَا ضَائِقَةٌ أُنْكَلَتْ التَّوَابِجُ مُسَوِّدُ الْفَقَا فِي وَالْخَطُوبِ الطَّوَارِجُ
---	---

جس قدر اس مسافر پروری اور جو دو سخا کو وہ مہوچ جانتے تھے اسقدر بخل و خست کو نہ مہوچ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر - حجر بن خالد اپنی زوجہ کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

لَهُ وَإِذَا هَلَكْتُ فَلَا تُرِيدِي عِزًّا لَهُ وَاسْتَبْدِي حَتَّى لَا هَلَاكٌ مِنْهُ لَهُ غَيْرَ الْحَدِيثِ بِأَنْ تَكُونِ كَقَوْحَةٍ	عُسْتَا قَ لَا بَسَ مَا قَ لَا مِغْرَا يُعْطِي الْحَرِيرَ قَ يَقْتُلُ الْإِبْطَا رَبَّاعِيَةً قَ لَا الْقَهْصِيلَ عَدَا
--	---

سہلول بن عباد کہتا ہے ۵

لَهُ فَتَحَتْ كَمَا عِ الْمَرْزُ قَ فِي فَضَائِلِ لَهُ قَ مَا أَخَذَتْ نَارًا لَدُنْ قَ طَارِ	كَهَامٌ قَ لَا فَيْتَنَا يُعَدُّ تَحْمِيلُ قَ لَا مَنَانِي التَّارِ لِيَنْ نَزِيلُ
--	---

۱۵ اور سہلول نے کہا کہ اگر کوئی شخص نکالنے والے ہیں کہ آواز کی گونج انہیں ہر آواز کی طرف حیران کرتی ہے اور وہ میری فود کا کی طرح نال ہو جاتا ہے

۱۶ سہلول نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ آواز کے بلبلا کی آواز اور اس مسافر کی جیسی ضیافت بھرنے والوں کو ملے کہ کبھی کبھی سہلول

۱۷ انہیں جواب دیا کہ رات کو اگر آواز کی مسافر ہو جیسے بنگلو کی سخت زمین اور عداوت روزگار نے ہماری طرف پسینہ کیا ہے

۱۸ اور حبیب بن عرجان تو تنکاح نہ کیجیو یا حج ضعیف ناکس سے اور نہ بخیل اور جرجوس سے ۱۲

۱۹ اور میری جگہ اپنے کہنے کا داماد ایسا بدل کیجیو جو بہت بختا اور دیر و ن کو قتل کرنا ہو ۱۳

۲۰ وہ داماد اس بات کو لائی نہ ہو کہ اسکی دودھ دینے والی مادہ اسکی پرورش کنندہ ہوا نہ اور مٹی کا بچہ اسکا گنبد ہو ۱۴

۲۱ ہم آپ باران کی مانند صاف ہیں۔ ہماری نسل میں کوئی بلیا و رکند نہیں اور نہ ہم میں کوئی بخل شمار ہوتا ہے ۱۵

۲۲ کبھی ہماری آگ مہان مشبک بندہ کے دے بکھا فی نہیں جاتی اور نہ مہافون سے سے کبھی کسی نے ہمیں پرکھا ۱۶

طہ فر اپنے قصیدہ میں نخل نہ کرنے کی وجہ یون بیان کرتا ہے ۵

لہ اَدٰی قَبْرَ حَاجِمٍ بِحِجْلٍ يَمَاتُ لَہ | کَفَّ بَرْعُوِيٍّ فِي الْبَطَالَةِ مُفْسِدٍ |

(۲۳) عرب جاہلیت قمار باز بھی اول درجہ کے تھے۔ اس مذموم دستور کو اسلام نے یک نخت دور کیا۔ یہ لوگ کچھ ایسے سادہ سیدھے مزاج کے تھے کہ اپنے عیوب کو بھی اوصاف میں داخل کرتے تھے۔ شجاعت و سخاوت و بخواری کے ساتھ انہیں اپنی قمار بازی پر بھی بڑا فخر تھا۔ ایک شاعر جاہلی کہتا ہے ۵

۵ نَحْنُ اِيْ يٰهَا الْفَائِثُ وَنَمِيتُهَا | وَكُشْرَبُ فِيْ اَعْمَالِهَا وَكُفَاتُهَا |

حضرت لسبید کہتے ہیں ۵

۵ وَجَزْدٌ رَّا سَارِدَهُوْتُ لِحَمِيْنَا | مِمَّا لِقِ مُمْتَسِرٍ اِجْسَامُهَا |

(۲۴) دوستوں اور رشتہ داروں کی بدوہر حال میں اپنے اوپر واجب جانتے تھے۔ چنانچہ ابو کبیر البہذی تا بظرف کے بارہ میں کہتا ہے ۵

۵ يٰحَيُّ الصَّحَابِ اِذَا تَنَكُّوْا عَظِيْمُكُمْ | وَاِذَا هُمْ تَزَلُّوا فَمَا وَى الْعَيْتَلِ |

اور قطع رحمی نہایت مکروہ و مذموم سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۵

۵ وَحَسْبُكَ مِنْ دَلِيٍّ وَسَوْءٍ صَبِيْنَعَةٍ | مُنَاوَاتِ ذِي الْقُرْبَى وَآثِقِي قَاطِعٍ |

(۲۵) ان لوگوں میں ایک عجیب دستور تھا جس کا ذکر اس جگہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جب قحط شدید ہوتا اور مارے بموک کے یہ قریب المرگ ہو جاتے تو اپنے لیے ایک بارہ باندھتے اور سب کے سب ملکر اسکے اندر بیٹھ جاتے اور بارہ کا دروازہ درختوں کی ڈالیوں اور پتھروں سے بند کر لیتے تھے تاکہ جب مر جائیں تو انکی لاشیں بھیڑیوں اور کفتاروں اور لوٹروں اور

۵ میں جنہوں کی قبر کو گراہ اور اپنے مال کو ہر وجہ میں بگاڑنے والے کی قبر کی مانند کہتا ہوں۔ یعنی کل سے کچھ فائدہ نہیں ۱۲

۵ ہم ان کو نکالنے میں ہرگز کوئی غشے اور ہمانوں کے لیے انہیں فرج کرتے ہیں اور انکی قیمت سے شراب پیئے اور جاکھیتے ہیں ۱۳

۵ اور بہت سی نلکہ قابل فرج جاریوں کے لاقین تھیں جنکے فرج کے لیے میں نے یا ان جگہ کو مرتیران قمار کے جو مشاب تھے بلایا ۱۴

۵ وہ مصالحت میں اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے مہانوں کے حق میں غریب پرور ہے ۱۵

۵ تیری دلت و بدرکاری کے لیے قریب رشتہ داروں کی عداوت و دشمنی کافی ثبوت ہے ۱۶

اور مردار خوار جانوروں سے محفوظ رہیں۔ اس قبیح دستور کا حال سنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ کیونکر یہ لوگ اپنے دل پتھر کے زندہ درگور ہو جاتے تھے۔ چنانچہ عروۃ بن الورد العبسی کہتا ہے ۵

لَمْ تَكُنْ لِقَوْمِي فِي الْكَيْفِ تَرَدُّحًا
عَشِيَّتَهُ يَتَعَائِدُهُ مَا وَانِ سُرَّاحٍ
لَمْ تَتَأْتُوا الْغَنَىٰ أَوْ تَبْلُغُوا الْبَقْوَىٰ سَكَمًا
إِلَىٰ مَسْرَاحٍ مِنْ حِمَامٍ مُّبَرَّحٍ

ایک اور شاعر کہتا ہے ۵

لَمْ تَهْلِكِ الذَّمَّاتُ وَعَلَّ غَيْرُ مَصْرَدٍ
مِنْ مَلٍّ قِيَاضِ الْيَدَيْنِ إِذَا عَدَدَتْ
مِنْ آلِ عَتَاكِ قَالِ الْأَسْوَدُ
نَكْبَاءُ كُلُّوْى بِالْكَئِيفِ الْمُصَدِّ

ان شعروں سے ثابت ہوتا ہے کہ گویہ وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے برشرافت اس درجہ کی رکھتے تھے کہ اوبار و افلاس کے وقت جان دے دیتے پر کسی کے محتاج و دوست نگر ہو کر ان نہیں دیتے تھے۔ انقلابِ زمانہ انکی جیلی بہت کمزور ہو گئی تھی بلکہ برعکس اس کے ان کی حوصلہ افزائی کرتا تھا کہ مصائب و تکالیف کی برواشت مردانہ وار کریں۔ ایسی خود داری قابلِ تحسین ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ۵

هَذَا مَا عَلَيَّ غَضَبِي الزَّيْمَانِ الَّذِي تَرَى
أَعَارِجَ مِنْ كُرْبَى الْمَخَارِى الدَّاهِيَا

سعد بن ناشب کہتا ہے ۵

لَمْ يَكُنْ تَعْدِلْنِي تَعْدِلِي بِي مُرَدَّ
كَرِيمَةٍ نَشَا الْأَعْسَا وَمُشْرَكِ الْبُشَيْرَا

۵۱ مقامِ ہوان کے پاس جب ہم شبِ باش ہوئے تو ہم نے اس درمائدہ قوم سے کہا کہ شام سے سفر کرو یعنی کابل کی اورستی نکرو۔ یہ قوم شدتِ قحط و گرسنگی کی وجہ سے ایک بارہ بینِ نری تھی ۱۱

۵۲ ایسا کرنے سے یا تو تم خود لو لگری کو پہنچو گے یا اپنی جانوں کو ستانے والی موت سے راحت میں پہنچا دو گے ۱۲

۵۳ نہانے کی جگہ بالکل اسود کاغون اول دردم دفعہ خوب ہی پیالینے انہیں حوادثِ شے بالکل برباد و مہلک کر دیا ۱۳

۵۴ ایسکو ہلاک کیا جو دونوں نامور ترین اس وقت سزاوت کرتے تھے حججِ بائی ہوا بڑے بڑے حکمِ باد کی کمر بند بچائی تھی اپنی خطا ۱۴

۵۵ اور ہم باوجود سختیِ زمانہ کے جسے تو دیکھتا ہے مصائب کو بہت رہے ہیں کہ اگر ہم رسوا ہو کر مکررہ و خراب سمجھتے ہیں ۱۵

۵۶ پس اگر تلامذات کو کئی تو ایسے کہ کلمات کو کجی جس کی نگہ بندی کی حکایت اچھی ہو اور جو اپنی توانگری میں سب کے ساتھ شریک ہے ۱۶

اسی شاعر کا یہ شعر ہے ۵

لَا تَكْسَانِي مَحْتَلَيْنَ دَارَ مَضِيمَةٍ	خَافَهُ مَوْتٌ إِنَّ بِنَا نَبَتِ الدَّارِ
---	--

ایک شاعر کا یہی کہتا ہے ۵

لَهُ دَأْوِي لَهُمُومَ الطَّارِفَاتِ حَرَامَةً	أَذَاكَرْتُ لِلطَّارِفَاتِ الْوَسَاوِسُ
لَهُ إِذَا هَامَ أَقْوَامٌ تَحْمَنَتْ غَمَرَةً	بِهِ سَابَ حُمَيَّاهَا أَلَدُ الْمُدَاعِيسُ

(۲۶) قدیم زمانہ کے بعض بعض شعروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نوحہ گروہوں کی کوئی خاص جماعت تھی جسے لوگ اپنے مردوں اور مقتولوں پر ماتم کرنے کے لیے بلا لیا کرتے تھے۔ بنی نضیر شیب بن عوانہ کا ایک شعر نقل کرتا ہوں جس میں زنانہ نوحہ گروہ کا ذکر ہے ۵

لَهُ كَتَبْتُكِ النَّسَاءَ الْمُعْوَلَاتِ بِعَوْلَةٍ	أَيَا حُجْرٍ قَامَتْ عَلَيْهِ النَّوَائِحُ
--	--

یہ بھی ممکن ہے کہ نساء و معولات سے مراد موتوں کی قرابت والیاں ہوں۔

مردوں پر صبح اور شام کی بوقت نوحہ دیا جاتا تھا۔ ایک شاعر مالک بن نیر العسبی کے مرثیہ میں کہتا ہے ۵

لَهُ مِنْ مِثْلِهِ تَمَسَّى النَّسَاءُ حَوَاسِرًا	وَتَقُومُ مُعْوَلَاتٌ مَعَ الْأَسْحَابِ
---	---

حنساء اپنے بھائی صخر کے مرثیہ میں کہتی ہے ۵

لَهُ يَذْكُرُنِي طَلُوعُ الشَّمْسِ صَخْرًا	وَأَذْكُرُهُ بِكُلِّ عَرُوقٍ شَمْسٍ
--	-------------------------------------

اور یہ دوا شعر ہے ۵

لَهُ أَلَا إِنَّا عَيْنًا لَمْ نَعْبُدْ لَكَ مَرَّ وَاسِطٍ	عَلَيْكَ بَجَارِي دَمْعُهَا الْجُمُودُ
لَهُ عَيْشِيَّتِي فَأَمَّا الدَّائِحَاتُ وَشَقِيقَتِي	بَجُيُوبٍ يَأْيِدِي قَاتِمَةٍ وَحُدُودِي

۵ اور ہم جب زمانہ وطن ناموافق ہوں موت کے خوف سے ذلت و رسوائی کے گھر میں گھسے والے نہ ہوں ۱۴

۵ رات کی آنسوئی نواؤں کی میں لڑو و احتیاط ضیافت کرتا ہوں جہاں مصائب شیانہ کی وجہ سے لگوئے عین مختل ہو جاتیں ۱۴

۵ جب لوگ مجھے نہیں تو میں ایسے خوفناک میں گھس جاتا ہوں جسکی شدت و حرارت سے سچے سچے پتھر و نیزہ باز بھی ڈرتا ہے ۱۴

۵ ماتم کر نیرالی عورتیں اور جوہر جیسے نوحہ گروہ میں رونے کھڑی ہوئی ہیں یا دوازیلندرو میں کیونکہ یہ مناسب ہے ۱۴

۵ ایسی ہی خبر سے عورتیں مژدروں پر ہنہ ہر کہر مٹھو روئے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ صبحوں کے ظہور سے مطلب صبح ہے ۱۴

۵ طلوع آفتاب مجھے صبح کو یاد دلاتا ہے اور غروب آفتاب کے وقت میں اُسے یاد کرتی ہوں ۱۴

۵ دیکھ جس آنکھ نے تجھ جگ واسطہ کے دن آنسو نہیں برسا ئے وہ اشک بستہ و غمیل ہے ۱۴

۵ جس شام کو زمین نوحہ گروہ پر رونے کھڑی ہوئی اور مردوں کے گروہ کے اُتار سے بیت سے گریبان پاک ہوئے اور نہ پتے گئے ۱۴

(۲۷) میں نے اس باب کے شروع میں بتایا کہ شاعر سے خاندان کے لوگ اور قبیلہ والے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ انکے دشمنوں کی ہجو کرین۔ چنانچہ ذیل کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجو بہت جلد ادھر ادھر پھیل جاتی اور ہجو کرنے والے کا کچھ پتہ نہ لگتا تھا۔ پر ایسے حیثیت والے بھی تھے جو علانیہ نقارہ کی چوٹ پر اپنے اعداء کی ہجو نام لے لیکر کرتے تھے۔ ایک نہشلی شاعر کہتا ہے ۷

لَهْ رَاقِيْ اَهْمُهَا سَمُّ الْقَصَائِدِ لِلْعَدِيْ | اِنَّ الْقَصَائِدَ شَرُّهَا اَعْفَا لَهَا |

ہجو میں بیشک شہ کو شش کیجاتی تھی کہ مخالف کو جہاں تک بڑا کہہ سکیں کہیں۔ لہذا اکثر اوقات نہایت ہی غلیظ و ناشایستہ باتیں انہی ہجو میں ہوتی تھیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ عرب کے لوگ آزاد خیال اور آزاد کلام تھے۔ جو کچھ زبان پر آتا بے دھڑک کہہ سالتے تھے زبان کو لگام دینا تو یہ جانتے ہی نہ تھے۔ قوم کے شرفاء و کرام تک فحش کلامی و منہشت کو بڑا نہیں جانتے تھے۔ حان خال خال ایسے بھی لوگ تھے جو المذہب و ناملائم گفتگو سے ایسا اجتناب کرتے جیسا مردار کے چھونے سے۔ یہ فحش کلامی زمانہ جاہلیت ہی پر محدود نہیں بلکہ اسلامی شعراء و فضلاء کے کلام میں بھی بکثرت باقی جاتی ہے۔ گو شرع نے اسے قطعاً ممنوع و منظور رکھا ہے۔

(۲۸) زمانہ جاہلیت کے مرثیہ خوان بھی اپنے دردناک نوحوں کا عجیب مقناطیسی اثر ہم بڑا لیتے ہیں ان کے ماتم کے ہر الم لفظ دل پر کچھ ایسے چھتے ہیں کہ ضبط کی طاقت نہیں رہتی اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانا لگتے ہیں۔ ان حسرتناک مرثیوں کو پڑھ کر غمناک و غمناک محال ہے۔ صدیوں بعد بھی ان رنج و دیدہ دلوں کی دکھتی باتیں اور سردا ہن منہستوں کو رلا دیتی ہیں۔ ان کو روتے دیکھ کر ہم اپنے مردوں کو روتے لگتے ہیں۔ مفارقت کے آلام و صدمے جن سے جگر بارہ بارہ اور دل داغ داغ ہو جاتا ہے کچھ ایسی سادگی اور سوز و گداز کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ آہ و زاری کی نوبت آ جاتی ہے۔ اُن کے لفظوں میں اس بلا کی حسرت و مایوسی بھری ہے کہ دل شدت غم سے پھٹنے لگتا ہے۔ ان کو

۷ میں ایک مردہوں کے قصائد پر دشمنوں کے لیے نشان کرتا ہوں جسے بڑا ہنسنے والا ہوں میں پریشان نہ کیا جاوے

پڑھتے پڑھتے نقشہ ہو جاتا ہے کہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں کی صورتیں آنکھوں کے سامنے تیرنے لگتی ہیں۔ اور صبر و قرار جاتا رہتا ہے ۵

دل بے چین کو کیونکر سچا میں راہ کی تین اہل کی نظاری ہو۔ اہل اب تک نہیں آئی
ایک شخص اپنے دو دوستوں کو انسجی قبر کے پاس بیٹھکر یاد کرنا اور کہتا ہے ۵

لَا خَلِيلِي هَبَّ طَائِلَ مَا قَدَرْتُ قَدْ تَمَّ	أَجِدَا كَمَا لَا تَقْضِيَانِ كَرَاكُمَا
إِنَّ اللَّهَ تَعْلَمَا مَا لِي بِأَوْدَانِ كَلْبِيهَا	وَلَا تَخْزَانِ أَقْ مِنْ حَبِيبِ سَوَاكُمَا

ایک شخص ارطاة بن سہیتہ الرسی کا بیٹا انتقال کر گیا۔ وہ دن رات بیٹے کی قبر کے پاس موجود رہتا اور رویا کرتا تھا۔ جب اسکا قبیلہ دوسری جگہ کو جانے لگا تو اس آدمی کو بھی اپنے ساتھ لینے کا ارادہ کیا۔ مگر اس نے قبیلہ والوں کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور قبر پر کھڑا ہوا اور بیٹے کو پکار کر کہا ۵

هَلْ أَنْتَ ابْنُ لَيْلَى إِنْ نَفَرْتُكَ رَأَيْتُ	مَعَ الرَّكْبِ أَوْ غَادَ غَدَاةً غَدِ مَعِي
--	--

اے ابن لیلی! اگر میں تیرا انتظار کروں تو کیا تو شتر سواروں کے ساتھ آج شام کو یا کل صبح میرے ہمراہ چلیگا
وَقَفْتُ عَلَى قَبْرِ ابْنِ لَيْلَى فَلَمْ أَكَلِكُمْ
میں ابن لیلی کی قبر پر ٹھہرا اور ایسا ٹھہرا کہ وہاں سے کہیں بھی نہیں گیا۔ لیکن میرا دل ٹھہرنا سواروں نے اور گھبرانے کے کسی اور امر کو مضید نہیں ہوا۔

تَابَطْ شَرَّ الْإِنْسَانِ ابْنِ بَيْتِ كَيْ مَرْتَعَةٍ مَيِّنْ كَهْتِي ۵

لَيْتَ شَعْرِي حَلَّةً	أَيُّ شَيْءٍ قَتَلَكَ
------------------------	-----------------------

کاش مجھے جو اس امر سے ناواقف ہوں یہ معلوم ہوتا کہ کس چیز نے تجھے ہلاک کیا ہے
أَهْرَيْضُ لِمَ قَدَرْتُ - أَمْ عَدُوٌّ حَتَمَكَ لَيْتَ هَشْبِي قُدْرَتُ - لَلْمَسَايَا بَدَلَكَ

کہا تو ایسا بیمار ہے کہ اسکی عیادت نہیں ہوئی۔ یا کسی دشمن نے تجھے ناگاہ مار دیا۔ کاش
تیرے بدلے میری جان موت کے سامنے پیش ہوتی۔ مینوشی کے وقت مردہ دوستوں کے

اے میرے دونوں دوستو جاگو۔ خوب سوئے۔ کیا تم اس امیرین کو شیش کہتے ہو کہ اپنی نیند پوری نہ کرو گے ۵

۵ کیا تم نہیں جانتے کہ سارے راوند اور خزان میں سوا تمہارے میرا کوئی دوست نہیں ۵

حصہ کی شراب عام میں بکرا کچی قبروں پر اوڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص کہتا ہے ۵

أَصْبَحْتُ عَلَى قَبْرِ بَكِيمَا مِنْ مَكَلَمَاتٍ | فَإِلَّا تَمْلَأَهَا مَسْجِدًا حَقًا كَمَا

میں تم دونوں کی قبروں پر شراب کھنڈ ڈھالتا ہوں۔ پس اگر تم انہیں لیتے نہیں ہو تو ہمارے قبروں کی مٹی کے ڈھیروں کو سیراب کرتی ہے یہ لوگ جب کسی کریم کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو اسکی یادگاری میں ناقہ فوج کرتے اور مساکین و غرباء کی مکیافت کرتے تھے رستیہ بن مکدم ایک بڑا بہادر و شجاع آدمی تھا۔ جب وہ مر گیا تو اسکی قبر کے پاس جس شخص بن الاحنف الکنافی ایک شاعر جاہلی گذرا۔ دستور کے مطابق اُسے رستیہ کی قبر پر اپنی ناقہ فوج کرنی چاہیے تھی لیکن اُسے دوجانا تھا۔ ایسے ناقہ فوج کر نیکی عوض اُسے ذیل کا مرثیہ کہا ۵

لَا يَبْعَثُ رَبِّي بَعْدَ بَنِي مَكَلَمٍ | وَاسْقَى الْعَوَادِي قَبْرَهُ بِدَنَاقٍ

خدا رستیہ بن مکدم کو ہلاک نہ کرے یعنی اسکا نام نیکو ہمیشہ رہے۔ اور صبح کا ابر باران اسکی قبر پر کوڑے ڈول سے سیراب کرے

تَفَرَّتْ قُلُوبُنِي مِنْ حِجَابَةِ حَرِّهِ | بُنِيَتْ عَلَى طَلْقِ الدَّيْنِ وَهُوَ ب

میری ناقہ ایک ایسے سخی ہر دودست کشادہ کی قبر کے پتھروں سے جھپکی جو بڑا فیاض تھا

لَا تَغْفِرِي يَا نَاقَ مِثْلِهِ فَإِنَّهُ | شَرَّيْبُ خَمْرٍ مُسْعِرٍ لِحِمَاقٍ ب

اے ناقہ! تو اُس سے گریزان مت ہو کیونکہ وہ اپنے جیتے جی بڑے نوسن اور زاریوں کی آگ بھڑکانے والا تھا۔

لَوْ لَا السَّفَادُ بَعْدَ خَرَابِ مَهْمَةٍ | لَنَزَكْتُمْ حَتَّى تَحْبُو عَلَى الْعَرَقِ ب

اگر سافوت اور فاصلہ زمین بے آب و گیاہ پیش نہ ہوتا تو اس قبر پر ناقہ کی کوچی کاٹ ٹوالتا تو وہ گھنٹیوں اور پیٹ کے بل گھسٹتی پھرتی۔ یہ امر ہر طرح سے قابل تحسین ہو کہ یہ لوگ اسخیا و کرام کی تعظیم و تکریم یہاں تک کرتے تھے کہ بعد موت کے بھی ایسوں کی قبروں کی نظروں میں گران قدر و عزیز ہوتی تھیں۔ جس قوم میں یہ خوبی ہوتی ہے وہ جلد بڑے بڑے مراتب تک پہنچتی اور ترقی کرتی ہے۔ اور جو قوم اپنے آباء کرام کو بھول جاتی ہے دولت و اقبال بھی اُس سے خدا حافظ کہہ کر نصبت ہو جاتے ہیں۔

اپنے بزرگوں کے محاورہ محاسن یاد رکھنا سعادت و نیک بخشی کی دلیل اور درست اخلاق کا موجب ہے۔ ہم اسی لیے پستی و خواری کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ہم اپنے آبا و اجداد کے ساکھوں اور کارناموں کو بھول گئے ہیں۔ گور پرستی تو بیشک ناروا و نازیبا ہے مگر اہل غور کے اوصاف کو یاد رکھنے میں غفلت و شرعاً کوئی بُرائی نہیں۔ بلکہ برعکس اس کے روحانی و عقلی ترقی کو مفید ہے۔

عرب جاہلیت میں ایک مذموم رسم یہ بھی تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو لوگ مٹوئی کی نافت کو اسکی قبر پر باندھ دیتے تاکہ وہ جھوکی پیاسی دہان ہی تڑپ کر مر جائے۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ قیامت کے روز نافت کا مالک اُس سے سواری کا کام لے گا۔ اس رسم بد سے اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مردوں کے حسی اعضاء کا انہیں تصور ابھرتا تھا۔ گو عام طور پر ساری قوم کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ مردے پھر جی اٹھیں گے اُس نافت کو جو اپنے مردہ مالک کی قبر پر باندھ دی جاتی تھی بکیتہ کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رسم بہت رائج تھی۔ چنانچہ حضرت لبتہ کا یہ شعر جو ذیل میں دیا جاتا ہے اس رسم کی طرف اشارہ کرتا ہے ۵

لَا تَأْهِى إِلَى لَا طَنَابٍ كُلُّ ذَوِيٍّ | مِثْلُ الْبَيْتَةِ قَائِلٍ أَهْدَاهَا

ان لوگوں کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ جب مردہ کی ہڈیاں مٹرجاتی ہیں تو قبر سے ایک پرندہ نکلا کر آتا ہے۔ ایک حدیث شریف نے اسکی تکذیب یوں کی ہے "لَا هَامَةَ وَلَا هَامَةَ" اس پرندہ کو وہ صدی کہتے تھے۔ بعض کا یہ گمان تھا کہ مقتول کے سر کی برسیدہ ہڈیوں سے یہ پرندہ نکلتا اور اسقُوتی۔ اسقُوتی بولا کرتا تھا جب تک قاتل سے قصاص نہ لے لیا جائے اسی وجہ سے اسے ہامہ بھی کہتے تھے۔ ایک آدمی اپنے دو مردہ دوستوں کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

أَقْبِمُ عَلَى قَبْرِ يَكْمَا كَسْتُ بَارِحًا | طَوَالَ اللَّيْلِ أَوْ مُجِيبٌ مَعْدُكُمَا

۵ ہمارے ڈیرہ کی سڑیک کے پاس ہر محتاج عورت جسکے کپڑے بھی اسکے بدن پر کھتاہیں ٹھکانا کپڑی ہوا اور اسکا حال مثل اُس نافت کی ہوتا ہے جو اپنے مالک مردہ کی قبر پر باندھی جاتی ہے اور بالکل نئے بس ہے ۱۲

۵۵ میں تو تمہاری قبروں پر پڑا ہوں اور دن اور رات کہی دہان سے جدا نہیں ہوا جب تک تمہاری قبر پر نہ پڑا ہوں چاہے

ایک شاعرین حیات میں خود اپنے اور ہر شاعر پر ہوتا اور اپنے بیٹے کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

لے الا لیک شعرى ما یقولنہ فہا رقیؑ اذا جاوب الہامہ المصیئمہ ہامتیؑ

تو تہ ابن حمیر اپنے جوش عشق کا حال اس طرح بیان کرتا ہے ۵

لے و نوات لیکلہ اکا حیلکیمہ سلمتؑ علی و دؤنی تئ بک و صفائےؑ
لے لکسمت لیکلم البشاشتہ انرقاؑ الیہا صدی من جانب القبر صائمؑ

اس لیلی کا قصہ ٹرانڈو ہن کا ہے۔ اس کا نکاح ایک سنگدل آدمی کے ساتھ ہوا تھا۔ ایک روز اتفاق سے وہ اپنے شوہر کے ہمراہ قوتہ ابن حمیر کی قبر کے پاس سے گزری۔ شوہر کو مذکورہ بالا اشعار یاد آئے اس نے قبر کی طرف اشارہ کر کے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ قوتہ الکذاب کی قبر ہے۔ تو اب اُسے سلام کرنا کہ میں دیکھوں کہ اس کی قبر کا یہ بندہ تجھے جواب بھی دیتا ہے یا نہیں۔ لیلی نے ہر چند غدر کیے پر وہ نہ مانا۔ آخر اس کے اصرار سے مجبور ہو لیلی نے باواں بلند کہا ”السلام علیک یا قوتہ“ اتنا کہنا تھا کہ ایک چھارہ ہی سے جو قبر کے قریب تھی ایک پرندہ اوڑا اور لیلی کی ناکہ کے منہ سے آکر ٹکرایا۔ ناکہ خائف ہو کر چیختی چلاتی بھاگی اور لیلی زمین پر مردہ ہو کر گری۔ یہ لیلی شاعرہ بھی تھی۔ خلفاء خاندان امیہ کے بابت میں ہر اس کا ذکر ہوگا (۲۹) یہ لوگ تقدیر کے بھی معتقد تھے۔ جو کچھ انسان پر اس عالم اسفل میں گذتا ہے سب سے مقرر ہو چکا ہے اور اس میں بال بھر کا فرق بھی اصلاً ممکن نہیں۔ تناسل ازل نے جو کچھ نصیب کیا ہے وہی ہر شخص کے سامنے آتا ہے۔ کا سب ہزار کو شمش کرے مقدر سے ہوا ایک دانہ بھی نہیں ملنے کا۔ جزیع و فزاع۔ گلہ و شکوہ فضول ہے کیونکہ مشیت ایزدی مل نہیں سکتی۔ بنی آدم کی حیات مستعار کے سارے امور تضا و قدر کے حکم کے تحت ہیں ہیں۔ کوئی اپنی عمر کو گننا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ مرنے والا اسی موت سے مرے گا

۵۱ اے کاش مجھے خبر ہوتی کہ میرا بیٹا عمار کیسے لگے گا جب میرے آٹھواں برسیدہ ہو جائیگے اور زیادہ ضلجہ ناولے پرندہ کو جو در مردوں کی قبروں سے نکلے دہلین گئے میری قبر کا پرندہ جواب دے گا ۱۲

۵۲ او اگر لیلیٰ اخیلیہ مجھے سلام کرے ایسے حال میں کہ میرے بچے اور چوری سلین تھکر کی ہوں یعنی میں قبر میں ہوںؑ

۵۳ تو میک میں اُسے جواب سلام بخوشی دے گا یا اس کی طرف میری قبر سے بولنے والا پرندہ آواز دے گا ۱۲

جو اسکی قسمت کی گئی ہے۔ چنانچہ زاہر البکر ائم القیمی کہتا ہے ۵

فَكَأَمَّا كَانَتْ يَدَيَّ مِنْ حَتْفِهِمْ | لَمَّا أَتَيْنِي لَدَّ عَلَى مِيعَادِ

پس گویا میرا ہاتھ جبکہ میں اسکی طرف متوجہ ہوا اسکی موت کے وقت موعود پر تھا یعنی بے وقت نہیں
قطری بن الفجاءہ کہتا ہے ۵

اقول لها وقد طاردت شعاعاً | من الأبطال ويحك لا تراعي

میں اپنے جی میں کہتا ہوں جبکہ یہ سبب خوف بہادران کے اس کے خیال پریشان
ہو گئے کہ افسوس ہے تجھ پر۔ موت سے نہ ڈر۔

فَاتَّكَ كَوْسًا لَتَبَقَاءِ كَوْمِ | عَلَى الْأَجَلِ الَّذِي لَكَ لَمْ تُطَاعِ

کیونکہ اگر تو اپنے مقدر وقت سے ایک دن کی زندگی بھی زیادہ مانگے تو تیرا کہا نہیں مانا جائیگا۔

أَقِيمُوا أَصْدُورَ الْخَيْلِ إِنْ تَقُومُوا سَكْمًا | لِمِيقَاتِ بَوْمِ مَا كُنْتُمْ حُلُوفًا

تم اپنے گھوڑوں کے سینے دشمنوں کے سامنے کرو کیونکہ تمہاری جانوں کے لیے ایک
دن مقرر ہے جس سے وہ خلاف نہیں کر سکتیں۔

ایک شخص اپنے دوست کے مرثیہ میں کہتا ہے ۵

وَإِنَّمَا كُنْتُ أَجْزَاءَ أُمَلَّاكَ حَقِيقَةً | فَحَالُ قَضَاءِ اللَّهِ دُونَ رَجَائِي

تا بظن شراکی مان اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہتی ہے ۵

كُلُّ شَيْءٍ وَاتِّلْ | حِينَ تَلْتِ أَجَلَكُ

(۳۰) اس زمانہ کے بعض اشعار سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ لوگ کو عام طور پر رب پرست تھے تاہم
خانہ کعبہ کی تنظیم کرتے تھے اور اسکی قسم کھاتے تھے چنانچہ زہیر بن ابی سلمیٰ مری کہتا ہے ۵

۵ فَأُفْسِمْتُ بِالْبَيْتِ الَّذِي طَافَ حَوْلَهُ | رِحَابُ بَعُوكَ مِنْ قُرَيْشٍ وَجَوْهَهُمُ

اسی شاعر کے اور شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کو بھی مانتے تھے اور اسے

۵ اور یہ کچھ امید بھی کوثر و زانک تجھ سے منتہی ہو گا مگر قضا الہی میری امید سے آڑ ہو گئی اور امید پوری نہ ہوئی ۱۲

۵ ہر چیز ہلاک کرنے والی ہو جاتی ہے جب اسے مخاطب تو اپنے وقت مقدر تک پہنچ جاتا ہے ۱۲

۵ میں اس گھر کی قسم کھاتا ہوں جبکہ اگر داسکے تعمیر کرنے والوں قریش اور بجرہم نے طواف کیا ۱۲

عالم الغیب جانتے تھے۔ دل کے پریشیدہ خیالات اور سارے راز و اسرار اسپر و نفس میں
اور ممکن نہیں کہ اُس سے جو عارف القلوب کچھ چھپایا جائے ۵

لَهُ فَلَا تَكُفُّنَّ عَنِ اللَّهِ مَا فِي صُدُورِكُمْ لِيَخْفَىٰ وَمَهْمَا يَكْتُمِ اللَّهُ يَعْلَمُ

یوم الحساب اور کتاب اعمال کے بھی یہ لوگ قائل تھے۔ چنانچہ یہی شاعر کہتا ہے

يُؤَخِّرُ فَيُؤْخَذُ فِي كِتَابٍ فَيَدْخُرُ
لِيَوْمِ الْحِسَابِ أَوْ يُعْجَلُ فَيُنْقِمُ

حشر کے مواخذہ اور عدالت کے خیال سے شہزادی جیسے ڈاکو کا دل بھی تھڑا اٹھا۔ چنانچہ وہ اپنے قتل سے پہلے کہتا ہے :-

هَذَا لَكَ لَا أَرْجُو أَحْيَاؤَهُ تَسْمُرُنِي سَجِيسَ التَّيَّابِي مُبْسَلًا بِالْحِمَارِ إِثْرًا

س وقت ایسی زندگی کی جو مجھ کو ہمیشہ خوش کرے مجھ کو امید نہین ہے کہ میں گناہوں
 بن محذول و ماخوذ ہوں ۔

(۳۱) انکے ہاں تین عجیب دستور اور بھی تھے جن کا ذکر اس موقع پر عمل نہیں آگا۔

اول بوتے یعنی اونٹ کے بچہ کی زبان چیر کر اُس میں لکڑی کا ٹکڑا ڈال دیتے تھے۔
 لکڑی دودھ پینے سے عاجز ہو جائے اور اگر بچے بھی تو دودھ کی نمکینی سے چری ہوئی
 لہٰذا میں حَلَب پیدا ہوا اور وہ تھنوں کو چھوڑ دے اسے وہ ابراہیم تھے عمروں میں ایک کتاب

قَوْمِي أَنْطَقْنِي رِاحَهُمْ نَطَقْتُ وَلَكِنَّ الرِّيحَ أَجَرَّتْ

س اگر میری قوم کے نیزے مجھ سے بولتے تو میں بولتا۔ لیکن اب ان نیروں نے تو میری منگو بند کر دیا ہے
 ووم۔ انکا خیال تھا کہ اگر کسی بادشاہ کے بائیں ہاتھ کی بیچ کی انگلی میں پتھرنے لگے جائے
 اسکا خون لیکر جھوڑے میں رکھا جائے اور کتے کے کاٹے ہوئے کو کھلایا جائے تو اسکو
 مٹا ہوا جو بیگی اور کتے کے کاٹے کا زہر اسے نقصان پہنچا جائیگا۔ چنانچہ ایک شاعر
 نے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے

۵ سوائے روئے دل کی باتیں نہ چھپاؤ اس خیال سے کہ وہ چھپ جائیگی کیونکہ جو کچھ خدا سے چھپا جا تا ہے وہ اُسے جانتا ہے ۱۲

جس نے خدا سے لڑائی میں جان لینے کی خواہش کی اور سب کچھ ناسرِ اعمال میں لکھا جائیگا پھر قیامت کے لیے ذخیرہ کیا جائیگا یا اسکی بابت عذاب میں شتابی کی جائیگی اسی دن میں ۱۲

بِمَاءٍ مَّكَارٍ وَأَسَاكِلٍ	وَمَاءٌ هُمْ مِنْهُ يَشْفَوْنَ
مہر وچ کے گھروالے عمدہ کاموں کے بانی اور زخموں کے معالج ہیں۔ ان کے خون دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے کو شفا بخش ہیں۔	سوم۔ جب کسی ناقہ کا بچہ مر جاتا تھا تو وہ اسکی کھال میں گھاس یا بھس بھر کر اسے دودھ دیتے وقت ناقہ کے سامنے کر دیتے تھے۔ ناقہ اُسے اپنا بچہ خیال کر کے مہربان ہو جاتی اور دودھ دینے لگتی۔ اُس بھس بھری کھال کو یہ لوگ بوکتے تھے۔ ایشا کرتا ہوا
وَقَدْ جَعَلْتُ قُلُوبِي ابْنِي سَهِيلٍ	مِنْ أَكْثَرِ مَرَاتِعِ قَرْنَيْكِ
سہیل کے دونوں بیٹوں کی چراگاہ کجاوون سے قریب ہو جاتی ہے۔ یعنی بسبب گھان کے یہ اونٹ چرنے کے لیے فرد گاہ سے دور نہیں جاتے۔	کائنات لہذا بے محل انقوہ یقوا
وَمَا اِنْ طَهَّمَا اِلَّا اللُّغُوبُ	گویا ان کے لیے قوم کے کجاوہ کے پاس ایک بھس بھرا بچہ ہے اور حقیقت یہ تھی کہ انکو سوار ماندگی کے کسی خیر نے نہیں ستایا تھا۔ درید بن الصمہ ایک شاعر جاملی کہتا ہوا
اِنْ كُنْتُ كَذَابًا لَّبِقٌ رَجِيتُ فَاَقْبَلْتُ	اِلَى جِلْدٍ مِنْ مَسَاكٍ سَقْبٌ مُقَدَّمٌ
اور میں اُس ناقہ کی مانند تھا جسکے بچہ کی کھال میں گھاس وغیرہ بھر کر اسکے سامنے اُسے پیش کیا ہو اور وہ پہلے تو ڈرائی گئی ہو اور پھر اُسی اُدھیری ہوئی اور پارہ اور ٹکڑے کی کوئی کھال کی طرف جو بچہ شتر کی ہے متوجہ ہوتی ہے۔	(۳۲) عداوت و دشمنی اکثر کئی پشت تک رہتی تھی۔ اور خاندان کے خاندان اس میں نیست و نابود ہو جاتے تھے۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ مقتول کا قصاص شدہ اور
پرفرض تھا۔ چنانچہ حرب البسوس جو بنی بکر و بنی تغلب میں برپا ہوا اسی طرح شروع ہوا اور جالیس برس تک رہا اسکا قصہ یہ ہے کہ گلب بن ربیعہ نے جو بنی تغلب کا سردار تھا	حلیہ بنت مرہ بکری سے شادی کی تھی۔ اسکی ایک چراگاہ تھی جسے حمی کلب کہتے تھے۔ اس حمی میں سوا کلب اور مرہ کے بیٹوں کے اور کوئی اپنا جانور نہیں چرا سکتا تھا۔ جئاس کلب کا سال تھا اور جئاس کی پناہ میں اسکی خالہ لبسوس رہتی تھی۔

ایک دفعہ بسوس کے ہاں ایک مہمان آیا جسکا نام سعد تھا۔ سعد کے پاس ایک ناقہ تھی جسکا نام اس نے سراب رکھا تھا۔ کلیجے حلی میں ایک پرندہ نے گھونسل بنا لیا تھا اور اسین انڈے دے رکھے تھے۔ کلیجے ہمیں اس گھونسل کو دیکھا اور پرندہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو بیان نے خوف رہ۔ کوئی تجھے یا تیرے انڈوں کو میرے حلی میں چھپ رہیں سکتا۔ اتفاق سے سعد کی ناقہ چرتی چرتی اس حلی میں چلی گئی۔ وہاں وہ انڈے اس کے پاؤں دب کر ٹوٹ گئے۔ جب کلیج کو یہ معلوم ہوا وہ نہایت غضبناک ہوا۔ دوسری دفعہ جب وہ ناقہ پھر اس حلی میں آئی تو اس نے اس کے ایسا تیر مارا کہ تھنوں کو چھید دیا۔ ناقہ چلائی ہوئی بھاگی اور بسوس کے خیمے کے سامنے آکر گری۔ بسوس نے اسے لہو بہاں دیکھا اور ویلا مچایا اور چٹاس سے فریادی کہ جس کچھ دونوں تک کلیج کی گھات میں لگا رہا اور ایک روز اسے جان سے مار ڈالا۔ اس پر بنی ثعلب وہ بنی بکر میں جنگ چھڑ گئی۔ کلیج اس کے بھائی مہملہل نے بڑے حسرتناک مرثیے کہے ہیں۔ ان میں ایک مرثیہ بیان نقل کیا جاتا ہے

نَبِّئْتُ أَنَّ النَّسْرَ بَدَلَكَ أَوْ قَدَّ | وَأَسْتَبْتُ بَدَلَكَ يَا كَلْبِيَّ الْمَجْلِسُ

موجودی گئی ہے کہ بعد تیرے مرنے کے آگ جلائی گئی ہے اور اہل مجلس باہم مشامت کرتے ہیں۔ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب جنگ کی ٹھانتے تھے تو اپنے مدوکاروں کو بزرگہ آگے جو بلند مقامات پر روشن کی جاتی تھی اپنے غم کی خبر دیتے تھے۔

يَا تَكَلَّمُوا إِنِّي أَهْمُّ كُلِّ عَظِيمَةٍ | لَوْ كُنْتُ سَاحِدَهُمْ يَهَامِلُ يَنْبَسُوا

اور ہر حادثہ عظیمہ پر آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ اگر تو ان حوادث میں اس کے پاس ہوتا تو وہ دم بھی نہ مارتے۔

وَإِذَا نَشَأَ رَأَيْتَ وَجْهَهَا وَاصْنَعَا | وَخِزَاعًا بِأَكْبِيَةٍ عَلَيْهَا جُنْدُ

اور توجہ چاہے کھلا منہ اور رونے والی کے ہاتھوں کو جس سے وہ سینہ کو بلی کرتی ہے اس حال میں کہ اس پر لباس ماتم ہے دیکھ لے۔

تَبْكِي عَلَيْكَ وَلَسْتُ لِأَيِّ حَرَّةٍ | تَأْسَى عَلَيْكَ بِعَابِرَةٍ وَتَنْفَسُ

وہ رونے والی تجھ پر فوجہ دزاری کرتی ہے اور میں ہر آزاد عورت کو جو تجھ پر آنسو کے ساتھ

روٹی اور آہ سرد بھرتی ہے ملامت نہیں کرتا۔

حرب البسوس میں عورتوں نے بھی عجیب طرح سے حصہ لیا۔ بنی تغلب کے مقابلے میں بنی بکر کا شمار کم تھا۔ لہذا بنی بکر میں جو تجربہ کار اور جہاندیدہ تھے انہوں نے یہ صلاح کی کہ اپنی عورتوں کو بھی اپنے ساتھ معرکہ میں لچائیں اور ان سے مدد لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی عورتوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک مشکیزہ اور ایک ایک ڈنڈا دیا اور انہیں یہ ہتھیار دیے کہ اگر تم اپنی قوم کے مجروحوں کے پاس سے گزرو تو انہیں ان مشکیزوں سے پانی پلانا۔ ہر ایک کو ایک ایک مشکیزہ اور ایک ایک ڈنڈا دیا اور انہیں یہ ہتھیار دیے کہ اگر تم اپنی قوم کے مجروحوں کے پاس سے گزرو تو ان ڈنڈوں سے ان کا کام تمام کر دینا۔ شناخت کے لیے بنی بکر نے جنگ سے پہلے اپنے سر منڈا دیے تاکہ انکی عورتیں سر منڈے ہوئے مجروحوں کو دیکھ کر فوراً پہچان لیں کہ یہ بکری ہیں۔ فقط ایک شخص جدد بن ضبیعہ نے اپنا سر نہیں منڈوا یا۔ یہ شخص پست قد اور قبیح المنظر تھا لیکن زلفین اسکی بڑی خوبصورت تھیں۔ جب اسکا سر منڈانے لگے اسنے بڑی حسرت کے ساتھ کہا: "اے لوگو اگر تم میرا سر منڈو تو مجھے اور زیادہ یہ صورت بنا دو گے۔ سو عرض یہ ہے کہ میری زلفین جیسی کی جیسی رہنے دو اور میں بنی تغلب کے اول سوار سے سمجھ لوں گا۔" انہوں نے اسکا سر نہ منڈا۔ ابھر اس نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ فی البدیہہ یہ شعر کہے۔

كَلِّدِي كَمْتُ يَنْبِي وَ اَمَمْتُ كَمْتِي	و شَعِنْتُ بَعْدَ الرَّهَانِ جَمِيَّتِي
---	---

بیشک میری بیٹی یتیم ہو جائے اور میری بیوی راند۔ اور لڑائی کے بعد میرے بالوں کا جوڑا کبھی نہ لگے گا۔ کیونکہ بنی تغلب کے اول سوار سے مجھے لڑنا ہے۔

رُدُّوا عَلَيَّ الْحَيْلَ اِنْ اَكْمَسْتِ	اِنْ لَكُمْ يُمَارُجُهَا فَجَبْرًا وَ اَمَلْتِ
---	--

سواران تغلب کو اگر وہ آئیں تو میری طرف لوٹا دو۔ اگر یہ بندہ ان سے نہ لڑے تو بے مال میرے بال کاٹ والو۔

اَتَدْعِلَمْتُ وَالِدَاتِي مَا حَمَلْتُ	مَا لَقَفْتُ فِي خِرَاقٍ وَ شَمَلْتُ
---	--------------------------------------

تحقیق میری ماں نے جسے اپنے پیچھے سے لگایا اور جسے کپڑوں میں لپیٹا اور سونگھا ہے اس کے بارہ میں جان لیا۔

اِذَا الْكَلْبَاءُ بِالْكَلْبَاءِ النَّفْتِ | اَلْمُحْدَحُ فِي الْحَرْبِ اَهْلًا كَمَتِ

کہ آیا جس وقت بہادر لوگ بہادروں سے لڑیں اُس وقت اسکا بچہ ادھورا بچہ ہے یا اسے پورے دنوں کا جنا ہے۔ جب لڑائی شروع ہو گئی سچا رہ جحد سخت زخمی ہو کر گرا۔ اُسکی قوم کی عورتیں جبکہ پاس مشکیزے اور ڈنڈے تھے اسکے پاس سے گذرین اور اسکے بالوں کے سبب اسے غلطی خیال کر کے ڈنڈوں سے مار ڈالا۔ فہرہ زانی ایک شاعر جاہلی نے حرب البسوس پر ایک مشہور نظم کہی ہے جسکا مطلع یہ ہے۔

صَفَعْنَا عَنْ بَنِي دُهْلٍ | وَ قُلْنَا الْهَوَ مُرْجُو اِنْ

ہم نے بنی دہل سے درگزر کی اور کہا کہ یہ لوگ تو ہمارے بھائی ہیں بسوس اور ستراب کا نام عربی میں ضرب اٹل ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اَشْنَاءُ مِنْ اَشْنَاءُ مِنَ الْبَسُوسِ اَشْنَاءُ مِنْ سَرَابٍ۔ ان مثلون میں حرب البسوس کی طرف اشارہ ہے۔ بسوس یون بھی بڑی بڑی بد قسمت اور منحوس عورت تھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اسکے شوہر سے اسکی تین دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ کیا۔ جب بسوس کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے لیے یہ دعا کر کہ میں نہایت حسین ہو جاؤں۔ شوہر نے دعا کی اور وہ عورت حسن جمال میں یگانہ ہو گئی۔ پھر تو وہ اپنے شوہر سے نفرت کرنے لگی اور بیگانہ مردوں سے آشنائی پیدا کر لی۔ اس پر اس کے شوہر نے دوسری دعا کی کہ وہ ایک بھونکنے والی گتیا بن جائے۔ چنانچہ وہ گتیا بن گئی۔ تب اس کے بیٹوں نے اگر کہا کہ ماں کے اس حال سے ہمیں رنج ہے اور ہماری لوگوں میں بڑی بے آبردی ہے۔ سو دعا کر کہ وہ اپنی پہلی صورت پر آجائے سو اس نے تیسری دعا کی اور اسکی پہلی صورت پھر بحال ہوئی۔ یوں اس کے شوہر کی تینوں دعائیں رانگان گئیں۔

باب - زمانہ جاہلیت کے شعرا۔ ادب کا پہلا دور۔ اسکی خصوصیات

عرب جاہلیت کو اپنی طلاق و شیوہ ایانی پر بڑا ناز تھا۔ فصیح و قاصر الکلام کی تعظیم وہ حد زیادہ کرتے تھے۔ شاعروں کو بمنزلہ ساحر سمجھتے اور شعر و سخن میں بے نظیر دسترس رکھتے تھے

کتاب الاغانی اور حماسہ میں جو اشعار اس وقت کے دیے ہوئے ہیں انکی سلاست و فصاحت - خوبی و بلاغت کو دیکھ کر عقل دنگ ہوتی ہے۔ بایں ہمہ انقلاب و گردش ایام وہ اب تک اپنی قدیم قوت و تازگی سے بھرے ہیں۔ غنچہ ہائے خوشبودار کی مانند وہ اب تک اپنی مہکتے اپنے عاشقوں کے دلوں کو شاہ کرتے ہیں۔ روتون کو ہنسا دینا اور ہنسٹون کو رلا دینا انکا ایک اونے کر تب ہے۔ شعراء اس زمانہ کے سینکڑوں ہیں۔ صحیح طور پر انکا شمار بتانا ناممکن ہے کیونکہ جس کسی نے دو چار شعر بھی کہے وہ شاعر و ن کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ لہذا ان سبھو کا مفصل و ترتیب وار حال بیان نہیں دیا جاسکتا۔ اس کتاب میں فقط اُن ہی کا ذکر ہو سکتا ہے جو مشہور ہیں۔

جاہلیت کے سب سے قدیم اشعار اُن قصائد میں پائے جاتے ہیں جو السبع المعلقات کے نام سے معروف ہیں۔ انہیں السَّمُوط بھی کہتے ہیں۔ راویوں کا بیان ہے کہ سال میں ایک دفعہ قبائل عرب سوق عکاظ میں مکہ شریف کے قریب جمع ہوتے اور اپنی یا اپنی قوم کی طرح قصائد پڑھتے تھے۔ جبکہ قصیدہ سب سے عمدہ سمجھا جاتا اسے یہ فخر حاصل ہوتا تھا کہ اس کے قصیدہ کو آب زہر سے لکھ کر کعبہ شریف کی دیوار پر لٹکا دیتے تھے۔ لٹکاے جانے کی وجہ سے یہ معلقات اور آب زہر سے لکھے جانے کی وجہ سے مذہبات کہلاتے ہیں۔ اس طرح سے رفتہ رفتہ سات قصائد موسوم بہ السبع المعلقات جمع ہو گئے۔ اہل زبان کے نزدیک یہ مستند اور نہایت ہی پر لطف و بلیغ مانے گئے ہیں۔ جن شعراء کے قصائد نے یہ شرف پایا ہے وہ امر القیس - طرفہ - زریہ - لییدہ - عمرو بن کلثوم - عنترة اور حارث بن حلزہ ہیں ہم انکا حال سلسلہ وار بتائیں گے۔ قصیدہ اس زمانہ میں ایجاد ہو کر مکہ مکرمہ اور امر القیس کی بدولت عنقریب کامل صورت میں مروج ہو چکا تھا۔ کوئی ہجاء کی صورت میں ہوتا تھا اور کوئی رثاء کی صورت میں۔ کسی میں عشقیہ اشعار ہوتے تھے کسی میں رزمیہ۔ کسی میں مدحیہ اور کسی میں فخریہ۔ کہیں اسبب و شتر کی تعریف ہوتی تھی کہیں شمشیر و زرہ کی۔ جن امور کو اب قصیدہ کے ضروری لوازمات سمجھتے ہیں انکا ان سیدھے سادے شاعر و ن کو چند ان خیال نہ تھا۔ زیادہ تر تو یہ اپنی حرارت عشق و درد و فراق کا اظہار غایت درجہ کے

دوسرے لفظوں میں کرتے ہیں۔ جب دو چار قبیلے کہیں بانی اور گھاس کے گرد و پیش فرما رہے ہوں اور وہاں زمانِ حسین سے آنکھیں دو چار ہوتی ہیں تو بمقتضائے طبیعت ان باہم قیام میں باہم عشق جم جاتے اور تعلقاتِ محبت پیدا ہو جاتے تھے۔ مگر سپر تفرقہ انداز نہیں ایک جا رہنے نہ دیتا پانی اور گھاس کے تمام ہو جانے پر انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑتا تھا۔ لیکن محبت و عشق کی وہ پھانس جو دل نازک میں لگ جاتی تھی وہ کسی طرح نکالے نہیں نکلتی اور شب و روز بے چین و بیقرار رہتی تھی۔ مگر توں بعد جب پھر گھومنے لگتے ان مقامات سے جہاں عشق بازیوں کی پھین گزرتے تو منازلِ محبوبہ کے نشاں ہر جگہ پایا کرتے اور دیکھ کر ایامِ وصال کو یاد کرتے اور سوزِ ہجر سے بیتاب ہو اور دردِ مفارقت سے کلیجے ٹھنک دیا۔ یار کے آثارِ قدیمہ کو خطاب کرتے اور ایسے گداز و حسرتناک اشعار پڑھتے کہ تپتے ہوئے جگر بھی پانی ہو جاتے تھے۔ ان قصیدوں میں جذباتِ انسانی اپنے زور و نوا پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہجرِ خار کی سی تندہی و طغیانی ان میں بھری ہے۔ کمال یہ ہے کہ غلو و مبالغہ جن کے کلامِ متأخرین میں بدنامی پیدا ہو گئی ہے یہاں نام کو بھی دکھائی نہیں دیتے بلکہ عکس اس کے ہلاکی سادہ بیانی و حقیقت کلامی شعرِ شعر میں دکھائی دیتی ہے۔ روانی طبیعت سیلاب کی طرح بے مزاحمت اپنا کام کرتی ہے۔ آتش و دانی کا یہ حال تھا کہ بوقتِ ضرورت بدابستہ طولانی قصیدہ جس میں موزونیت و لطافت کو بھی ماتہ سے نہیں جانے دیا ہے۔ آسانی کہہ لیتے تھے۔ چنانچہ حارث بن ہجر کی اور عمرو بن کلثوم ثعلبی نے اپنے قصائد ارتجالاً پڑھے تھے۔

قدیم شعراء میں امر القیس حُندج کا اول درجہ ہے۔ یہی ”الملك الصلّیل“ کہلاتا ہے۔ یہ شخص کندی تھا۔ شعر و سخن میں اسے ایسے ایسے اوزان و بحر و اضلاع کیے جو عرب کے نزدیک نہایت سخن ہیں۔ اور سارے شعراء نے ان میں اسکی تقلید کی ہے۔ اجمعی کہتا ہے ”قَاتِ مِنْ فُحُولِ شُعْرَاءِ الطَّبَقَةِ الْاُولٰی مُقَدَّمًا عَلٰی سَائِرِ شُعْرَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ“۔ یہ نصرانی تھا مگر خیالاتِ بُت پرستوں کے سے تھے۔ اسکا باپ حُجْر بن عبد کا باؤشا تھا۔ بنی اسد کے ماتہ سے ہلاک ہوا۔ اسنے انتقام کیلئے بنی بکر و بنی ثعلب سے مدد مانگی اور قسم

لکھائی کہ نزن و شراب مجھ پر حرام ہیں جب تک بنی اسد کے دوسو آدمی جان سے مار نہ لوں۔ اسی موقعہ پر اس نے یہ شعر کہے ۵

اَتَاَنِیْ حَدِیْثٌ کَلَّدَتْهُ اِبَاکُمْ مِّنْ عَزَّ مِّنْهُ الْقَلْبُ | یَقْتُلُ بَنِیَ اسَدٍ بِرَبِّہُمْ + اَلَا کُلُّ شَیْءٍ سِوَاہُ جَلْبُ

اس نے نبی بکر بنی تغلب کو لیکر بنی اسد پر چڑھائی کی اور بہتوں کو قتل کیا۔ جب رات ہوئی تو بنی اسد اپنے مجروحوں کو ساتھ لیکر بھاگ گئے۔ اسنے انکا تعاقب کرنا چاہا مگر نبی بکر بنی تغلب نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ جمیر کی مدد سے اسنے ایک دفعہ بھر بنی اسد پر فتح پائی اور مصر مندر بن مار السہاء نے جو اسکا جانی دشمن تھا اسکے گرفتار کرنے کو ایک فوج روانہ کی عداوت کی وجہ یہ تھی کہ اسکے دادا حارث نے ایک مرتبہ مندر کو شکست دیکر حیرہ کو فتح کر لیا تھا اگر بادشاہ ایران مندر کی مدد نہ کرتا تو حیرہ برابر شاہان کینہہ کے تسلط میں رہتا۔ آخر جمہور ہو کر اسنے سمؤل بن عادیا والی تیما کے ہاں پناہ لی۔ سمؤل اپنے محکم قلعہ البق میں رہتا تھا۔ عرب اسے نہایت شریف اور مہربان سمجھتے تھے۔ اس موقعہ پر اس نے ذیل کے شعر کہے ۵

وَلَقَدْ اَتَيْتُ بَنِیَ الْمُصَاصِ مُفَاحِرًا | وَ اِلَى السَّمُؤِلِ دُرَّةً یَاہُ بَلْقِ
فَاَتَيْتُ اَفْضَلَ مِنْ حَسْبِیْ حَاجَةً | اِنْ جِئْتُ فِی عَادِمٍ اَوْ مُدْهِقِ
عَرَفْتُ لَہُ الْاَقْوَامُ کُلَّ فِضِیْلٍ | وَ حَوٰی الْمَکَادِمَ سَابِقًا لَّہُ یَسْبِقِ

سمؤل نے اسکی بڑی خاطر و مدارات کی۔ اور حارث بن ابی شمر غسانی کے ذریعہ سے اسے قیصر کے پاس قسطنطنیہ بھیج دیا۔ امرؤ القیس نے چلتے وقت اپنی زیرین سمؤل کے پاس بطور امانت کے چھوڑ دیں۔ قیصر کے ہاں بھی اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ جب بنی اسد کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی طرف سے ایک آدمی طماح کو قیصر کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے اپنے جھوٹے بہتانوں سے قیصر کا دل امرؤ القیس کی طرف سے بالکل بگاڑ دیا۔ اسلئے کہ اسکو عشق بازی کی بڑی لت پڑی تھی۔ قیصر کے محل میں ایک شاہزادی سے آنکھیں دوچار ہوئیں اور یہ دامن عشق میں گرفتار ہو گیا۔ جب قیصر کو اس بات کی خبر ہوئی تو اسنے ایک زہر آلود قبا طیار کرانی اور خلعت کے طور پر وہ قبا اسے دی۔ قسطنطنیہ سے لوٹتے وقت اسنے وہ قبا راستہ میں پہنی۔ اسکا پہننا تھا کہ جلد پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اور ان میں پیپ بھر گیا

ان آبلوں کی وجہ سے اسے ذوالقروح کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ زہر خون میں سرایت کر گیا اور وہ مر گیا۔ اسکی وفات کی تاریخ ۶۶۷ھ ہے۔ ٹھیکے پر پتہ نہیں لگتا کہ اسوقت اسکی کتنی عمر تھی۔ غالباً وہ عنفوان شباب میں مرا۔ اگر یہ شخص سن رسیدہ ہو کر مرنا تو اسکے دیوان کی ضخامت دو چند یا سہ چند ہوتی۔ اسکے اشعار کو پڑھتے وقت ایک اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ فلک نیزنگ ساز نے اسے چین سے رہنے نہ دیا۔ نوجوانی کے آغاز ہی میں باپ مار گیا۔ اسوقت سے تادم مرگ یہ تباہی وادبار میں مبتلا رہا۔ اور دریدہ خاک چھانتا پھرا۔ اگر عیش و فارغ البالی اس کے نصیب میں ہوتی اور کوئی اسکا دشمن نہ ہوتا تو اسکے اشعار شاید اور بھی زیادہ فصیح و بلیغ ہوتے۔ مگر گردش ایام نے اسے ہمیشہ سراسیمہ و پریشان رکھا اور فلک فتنہ ساز نے اسکی یادری سوا عشق کے اور کسی بات میں نہ کی۔ اسکے انتقام و ملک گیری کے ارمان دل کے دل ہی میں رہے۔ جبری اور میبک ایسا تھا کہ جب شگون آزمائی کے تیر اسکے مطلب کے موافق نہ نکلے تو وہی تیر بیکے منہ پر پھینک کر مارے۔ اُس نبت کا نام خلصہ تھا۔ حاضر جوابی و بد ہیہ گوئی میں بھی بڑا ملکہ رکھتا تھا۔ ایک جابلی شاعر عبید بن المبرص نے عجیب طور پر اسکا امتحان لیا۔ ایک مرتبہ امرؤ القیس اُسے کہیں رستہ میں مل گیا۔ اُس نے اُسی وقت اُٹھ چیتان اُس سے اشعار میں پوچھ ڈالے۔ امرؤ القیس نے بھی شعر ہی میں فی البدیہہ اُسکے جواب دیئے۔ عشق پیشہ بھی یہ اول درجہ کا تھا اور عشقبازی میں گو بے سہقت لے گیا تھا۔ وہ اپنی چچا زاد بہن عنینہ پر چڑھری حسین تھی عاشق تھا اور اپنے عشق و جفا کشی و کثرت سفر کا حال اپنے مشہور قصیدہ میں جسکا شروع ”قَفَا نَبْتُ مِنْ ذِكْرِي حَبِيبٌ وَمَنْزِلٌ“ ہے دیتا ہے۔ زورنی آیام عرب کے راویوں کی یہ روایت بیان کرتا ہے کہ ایک رخصتہ کی عورتیں ایک عوض میں جسکا نام دارۃ بُلْبُل تھا عنینہ کے ہمراہ غسل کرنے کو گئیں امرؤ القیس بھی چُپکے سے اُن کے پیچھے ہو لیا تاکہ عنینہ کے وصال سے متمتع ہو۔ جب عورتیں کپڑے اتار کر نہانے لگیں اُسے اکر اُن سمجھوں کے کپڑے ایک جگہ جمع کر لیے اور اُن پر بیٹھ گیا۔ جب عورتوں کو یہ معلوم ہوا تو غصے ہو کر اُسے ملاصت کرنے لگیں اور

اور اپنے کپڑے مانگے۔ اُسے جواب دیا کہ اپنے اپنے کپڑے کر لے جاؤ۔ اُنہوں نے بہت برا
اصرار کیا۔ ہراسنے اگلی ایک نہ سنی ناجار اُنہیں اپنے کپڑوں کے لیے بالکل برہنہ اُسکے سامنے
آنا پڑا آخر میں غنیزہ بھی اوروں کی طرح اُسکے آگے آئی اور اپنے کپڑے پہنے۔ اس تہتک و تکرار
میں دیر بہت لگی اور بھوکے عورتوں کا بُرا حال ہوا۔ اس شخص نے فوراً اپنی ناقہ ذبح
کر ڈالی جس کے گوشت کو اُنہوں نے بھون بھون کر کھایا۔ بعد میں غنیزہ کے ساتھ مہوار
ہو کر گھر لوٹا۔ وہ خود ان باتوں کا ذکر اپنے قصیدہ میں اس طرح کرتا ہے۔ ۷

اَلَا دُبُّ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُنَّ صَارِيَةً | وَلَا سَيِّمَا يَوْمَ يَدَارِقُ جُلُجَلُ

دیکھ! تجھے بہت سے ایسے دن بھی نصیب ہوئے ہیں جنہیں تو زنانِ حینہ کے وصال
سے متنع ہوا ہے خصوصاً دارقِ جُلُجُل کے عوض کا دن۔

وَيَوْمَ عَقَرْتُ لِلْعَذَارَى مِطِيتِي | فَيَا عَجَبًا مِنْ كَوْبَرِهَا الْمُنْتَمِلِ

اور وہ دن جب کنواریوں کے لیے میں نے اپنی ناقہ کو بچین کا ٹکڑ ذبح کر ڈالی۔ سو عجیب
کرد اس بات کے کہ اُنہوں نے میری ناقہ کا بالان و اسباب اپنی سواریوں پر لا دیا۔

وَيَوْمَ دَخَلْتُ الْخَدْرَ خَدْرًا عَنِّي | فَقَالَتْ لَكَ الْوِيْلَاتُ اِنَّكَ مُرْجِي

اور وہ دن جب میں غنیزہ کے ہودج میں داخل ہوا اور اُس کے ساتھ لوٹا اور وہ مجھ سے
کہتی تھی۔ افسوس ہے تجھ پر۔ تو تو مجھے پیادہ کر دے گا۔

عشرت پسندی اور ادا باشی اسکی سرشت میں تھی۔ غنیزہ سے وہ کہتا ہے ۷

اَقْمِثْلِكَ جُنْبَلِي قَدْ ظَلَمْتُ وَ مُرْضِعِي | فَالْهَيْهَاتَا عَنْ ذِي ثَمَامٍ مَعْرِ مَحْوِلِ

تجھ جیسی بہت سی حاملہ عورتیں ہیں جنکے پاس میں رات کو آیا۔ اور بہت سی دو پلائی ہوئی بچیں
جنہیں میں نے اُن کے ایک سالہ بچے سے غافل و بے پروا کر دیا۔

وَبَقِيعَةِ خَدْرٍ لَا يَمُحُ خِيَابُهَا | مَمْنَعَتْ مِنْ لَهْفٍ بِسَاءٍ غَيْرِ مُجَلِّ

اور بہت سی نازک بدن پر وہ نشین ایسی ہیں کہ اُنکے خیمہ کے پاس کوئی جا نہیں سکتا
مگر میں دیر تک اُن سے ہنسی مٹول کرتا رہا۔ اسی قصیدہ میں وہ ایک جگہ کہتا ہے ۷

تَسَلَّطُ عَمَائَاتُ الرِّجَالِ عَنِ الصَّبَا | وَلَكِنَّ قَوَادِي عَنِ هَوَاكِ مُنْجَلِّ

جوانی کے بعد لوگوں کی مگر اسی شباب بھی جاتی رہتی ہے۔ مگر میں ایسا ہوں کہ میرا دل محبت سے جدا ہونے والا نہیں ہے۔

امراء القیس کا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ اگر اسے زمانہ جاہلیت کا ملک الشعراء کہیں تو بجا ہے۔ اسکا ایک دیوان بھی ہے جو بہار لون اور دایون۔ غزالون اور گادان وشتی محبوبان آہو خصال اور نازنینان نہ مثال۔ اسے تازی و ناقہ عربی۔ کثرت شکار و طول سفر۔ شغل شائد و جفا کشی کی تعریف سے بھر پور ہے۔ بہت کم عربی شعراء نے ان مضامین پر امراء القیس سے بہتر شعر کہے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کا دوسرا مشہور شاعر طرفة ہے۔ یہ بکرون دائل کی قوم سے تھا اور اصل نام اسکا عمرو بن العبد تھا۔ حسب نسب کے لحاظ سے عالی خاندان اور شہر گوئی کے اعتبار سے بڑا منہ زور تھا۔ اسکی ہمشیرہ ایک نامی سردار عبد عمرو بن بشر سے منسوب تھی جو عمرو بن ہند۔ بادشاہ حیرہ کے درباریوں میں بڑا معزز و محترم سمجھا جاتا تھا۔ بیوی کے ساتھ اسکا کچھ اچھا سلوک نہ تھا۔ ایک دن جب بات برداشت سے باہر ہو گئی تو بہن نے طرف سے شوہر کی شکایت کی۔ بہن کا گلہ سن کر طرفہ نے اپنے بہنوئی کی ہجو میں دوشعر کہے جو جلد مشہور ہو گئے۔ اور بادشاہ کے کان تک بھی پہنچے۔ ایک مرتبہ شاہ حیرہ شکار کر گیا عبد عمرو بن بشر بھی ہمراہ تھا۔ بادشاہ نے ایک گور خر کو زخمی کیا اور عبد عمرو بن بشر سے کہا کہ اسے پکڑ کر فوج کر لو۔ مگر وہ گور خرا سکے قابو میں نہ آیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر مہنسا اور وہ دونوں اشعار جو طرفہ نے اپنے بہنوئی کی ہجو میں کہے تھے بڑھ کر فرمایا کہ جو کچھ طرفہ نے تمہارے حق میں کہا درست ہے۔ اس کم نصیب شاعر نے کہیں بادشاہ کی ہجو میں بھی کچھ شعر کہے تھے۔ عبد عمرو بن بشر کو وہ شعر یاد تھے۔ اُس نے بڑی فروتنی سے عرض کر کے کہا ”قبلہ! میں تو درکنار طرفہ نے آپ کو بھی چھوڑا بلکہ آپ کی ہجو میری ہجو سے بدرجہا سخت ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے اسکی ہجو کے شعر پڑھ دیئے۔ بادشاہ یہ سنتے ہی شعلہ جھوکا ہو گیا۔ اور فرمایا کہ یہ ڈھیٹ چھوکر اپنی گستاخی دہراندازہ کی منہ لپائیگا جب اراکین دولت کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے طرفہ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے

تو عرض گزار ہوئے کہ طرفہ کے ساتھ اسکا رشتہ دار متلتیس بھی جو بڑا عالی دماغ اور جہانگیر
شاعر ہے جان سے مارا جائے۔ ورنہ طرفہ کے قتل کے بعد وہ آجکی بھوکہ لگے گا۔ بادشاہ کو
مشیروں کی یہ بات پسند آئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے طرفہ اور متلتیس دونوں کو دربار میں
بلوا کر خلعت عطا کیے اور دو فرمان لکھ کر الگ الگ ان کے ہاتھ میں دیئے اور کہا کہ تم
دونوں ان فرمانوں کو ہمارے بحرین کے عامل کے پاس لے جاؤ۔ وہ تمہیں ہماری
تحریر کے مطابق بہت کچھ انعام دیگا۔ وہ دونوں فرمان لے وہاں سے روانہ ہوئے۔
رستہ میں متلتیس نے طرفہ سے کہا۔ مجھے تو کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا بادشاہ کو
اگر ایسا ہی اعزاز ہمیں عطا کرنا تھا تو اتنی دور کیوں جانے کا حکم دیا۔ آؤ۔ فرمانوں کو کھول کر
پڑھیں تو سہی کہ لکھا کیا ہو طرفہ نے جواب دیا کہ شاہی مہر کردہ لفافوں کو کھولنا مناسب
نہیں۔ یہ تمہارا دوسرا ہے کہ بادشاہ نے کسی بُری نیت سے ہمیں بحرین کے عامل کے پاس
بھیجا ہے۔ اگر عامل نے کچھ نہ دیا تو گھر تو آنے دیگا۔ متلتیس نہ مانا اور مہر ٹوٹ کر اپنے
فرمان کا مضمون پڑھا۔ دیکھا تو اس میں اس کے قتل کا حکم ہے۔ اسے تو اس نے سبقت
بھاڑ کر دریا میں ڈال دیا۔ اور طرفہ سے مخاطب ہو کر بولا کہ ذرا اپنا فرمان بھی پڑھ لو۔ ضرور
قتل کا حکم ہوگا۔ لیکن اس سیاہ بخت لڑکے کے سر پر قصاص منڈ لا رہی تھی کیسے بچا اور بچکے
جاتا کہ ان نہایت لالہ لالیانہ طور پر جواب دیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ اگر تمہارے حق میں قتل کا
حکم ہو تو میرے لیے بھی ایسا ہو۔ اگر حکم کیساں تھا تو دو فرمان کیوں دیے گئے جب تک
دیکھا کہ یہ اپنی بہت پر قائم ہے اور بات نہیں مانتا تو آپ ملکِ شام کو چلتا ہوا۔ طرفہ عامل بحرین
کے پاس گیا اور اپنے نام کا فرمان اُسکے دوبرہ نہایت ادب سے پیش کیا۔ عامل فوراً تار
گیا کہ اس شاہی فرمان میں ضرور اسکے قتل کا حکم ہے چنانچہ اس نے طرفہ سے کہا کہ تو عالی
حسب اور نجیب الطرفین ہے اور تیرے کنبے والوں کے ساتھ سدا سے میل برادرانہ برتاؤ
رہا ہے۔ اس لئے میری صلاح ہے کہ لفافہ کھولنے سے پہلے تو یہاں سے چلا جا۔ ورنہ جو کچھ اس
فرمان میں مکتوب ہے مجھ پر اُس کی تعمیل واجب ہوگی لیکن اس شامت زدہ نے اسکی
بات نہ مانی جب عامل نے دیکھا کہ یہ اپنے اصرار سے باز نہیں آتا ناچار لفافہ کھولا اس میں

حامل کو سخت ہدایت کی گئی تھی کہ حکم کو پڑھتے ہی حامل فرمان کو قتل کر دینا۔ حامل کو بہت تاسف ہوا۔ مگر مجبور تھا آخر طرف سے کہا کہ جو صورت تو اپنی موت کی پسند کر لیا میں تجھے اسی طرح قتل کر دوں گا۔ طرف نے جواب دیا کہ مجھے خوب ڈھیر سی شراب پلوتا ہے اور جب میں مدہوش ہو جاؤں تو میری فصدین کھلوادیں۔ حامل نے ایسا ہی کیا۔ فصدون کے کھولتے ہی خون کی ٹنلیاں چھوٹ گئیں اور وہ مر گیا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ وہ زندہ مدفون کیا گیا۔ کل عمر اسکی بیس برس کی تھی غالباً سنہ ۷۰ عین مارا گیا۔ اس قصیدہ کو پڑھ کر اسکی قادر الکلامی پر حیرت ہوتی ہے۔ خلدوند سخن کی طرح جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ سنات و چستی صفائی و سلاست شعر شعر سے ظاہر ہے۔ اگر یہ زندہ رہتا تو ممکن ہے کہ شعر گوئی میں سارے تقدیرین پرستقت لیجاتا۔ اُسکا نوعمری میں مارا جانا غنی علم ادب کے لیے بہت بڑے نقصان کا باعث ہوا۔ ابھی اُسکی فصاحت کی کلی پھوٹی ہی تھی کہ موت سے پالا پڑا اور آئندہ کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ گھر سے دور دوستوں اور رفیقوں سے جدا غزال دشت کی طرح اجل کا شکار ہو گیا۔ شہاب ثاقب کی طرح وہ شعر و سخن کے فلک پر یک بیک نمودار ہوا اور گھڑی دو گھڑی اپنا نور و جلوہ دکھا کر غائب ہو گیا۔ ہم کیا روئینگے ایسوں پر زمانہ ماتم و لوحہ کرتا ہے۔ حضرت لبید رض سے پوچھا گیا عرب میں بڑا شاعر کون ہے۔ اپنے جواب دیا۔ امر القیس۔ اور اُس کے بعد نبی بکر مقتول کا یعنی طرفہ۔ اسکا ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں وہ اپنی جوانمردی و سخاوت۔ ینوشی اور عیاشی کا ذکر کرتا ہے۔ اُسی میں اُسکی ناقہ کی تعریف اور اُس کے چچا زاد بھائی مالک کی بھی شکایت ہے۔ قدیم عرب کے دستور کے مطابق وہ اپنی محبوبہ سے مہمانہ خولہ کے نام سے تشبیہ کرتا ہے۔

يَحْيَى لَوْلَا اَطْلَالِي بِبَهْرَةٍ تَهْتَدِي	تَلَوُّحُ كَبَاقِي الْوَشْمِ فِي ظَاهِرِ الْيَدِ
---	--

اس قصیدہ میں بلال کی تندہی و گرمجوشی۔ سلاست و بلاغت پائی جاتی ہے۔ اپنے ونگ بین یہ لاشانی ہے۔ ناقہ کی تعریف پھر کبھی کسی شاعر نے ایسی نہیں کی جیسی طرف نے

اس موضع شہد کی پھیر لی زین پونہ کے کھنڈر ایسے نظر آتے ہیں جیسے عورتوں کے ہاتھ پائون برگوڑنے کے رہے ہیں انشا اللہ

کی ہے۔ جو کہ حسن کی تعریف میں وہ کہتا ہے ۵

وَأَوْجَهُمْ كَأَنَّ الشَّمْسَ أَفْتَرَدَاوَهَا | عَلَيْهِ نَقَى اللُّؤْلُؤُ لَحْدَيْهِ تَخَدَّدَا

معشوقہ کا چہرہ ایسا ہے کہ گویا آفتاب نے اپنی چادر اُس پر ڈال دی ہے۔ اور اُس کا رنگ گھٹا اور تازہ ہے۔ اور جہریاں کہیں نہیں ہیں۔ یعنی وہ گوری چٹھی اور نوجوان ہے۔

اپنی دلیری و شجاعت کے باب میں کہتا ہے ۵

وَكُنتُ بِجَلَدٍ التَّلَاعِ مَحْتَاوَةً | وَلَكِنْ مَتَى يَسْتَرْقِدُ الْقَوْمُ مَا أَقْوَمُ

اور میں اعدا کے خوف سے ٹیلوں پر چڑھنے والا نہیں بلکہ جب قوم مجھ سے ضیافت مہمانان یا قتل اعدا میں مدد مانگے تو میں ان کی مدد کرتا ہوں۔

اور اپنی عشرت پسندی کے متعلق وہ کہتا ہے ۵

أَنَدَامَايَ رَيْضِي كَمَا لَتَجُورُ وَقِيئَةً | تَسُوقُ حُرِّ الْيَنَابِينِ بُنْ دَوْجُجَةً

میرے یارانِ سخاوت ستاروں کی مانند روشن ہیں۔ اور ایک گایونی چھو کر ہی ہے جو دھاری دار چادر اور جامہ زعفرانی پہن کر سر شام ہمارے پاس حاضر ہوتی ہے۔

غیر با پروری کے بارہ میں کہتا ہے ۵

رَأَيْتُ بَنِي عُبَيْرَاءَ لَا يَسْكُرُ وَنَبِي | وَلَا أَهْلُ هَذَاكَ الظَّرْفِ الْمَمْدُ

فقر اور مساکین مجھ کو اوپری نہیں سمجھتے کیونکہ میں اُن پر بخشش کرتا رہتا ہوں اور نہ ان سے ہونے والے خیموں کے مالک مجھ سے نا آشنا ہیں۔

اُس کا قصیدہ ہندو نصیحت سے بھی خالی نہیں۔ مینوشی و مہمان نوازی۔ عشرت پرستی و عشق بازی کے ساتھ اس زریب چند روزہ کا بیان بھی بڑی خوبی و سلاست کے ساتھ

کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ۵

أَرَى الْعَيْشَ كَنَزًا قَصِيصًا لِّلْكَدِ | وَمَا تَنْقُصُ الْإِيَّامُ وَاللَّهْرُ يَنْقُصُ

میں زندگی کو ایک خزانہ سمجھتا ہوں جو ہر لٹ گھٹتا ہے اور جسے روز و شب اور زمانہ و مہم گھٹاتا ہے۔ اس لیے وہ ایک دن تمام ہو جائیگا ۵

أَعْمُرْ لَكَ إِنَّمَا الْمَوْتُ مَا أَحْطَاءَ الْفَتَى | لَكَا تَطْوِي الْمَرْخَى وَتَنْبِيْهُ بِالْيَدِ

تیری جان کی قسم۔ موت جوان کی طرف سے غافل نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکی مثال چو پایہ کی لمبی ڈھیلی رستی کی طرح ہے جس کے دونوں سرے ہاتھ میں ہوں۔

اسی قصیدہ کے آخر کے دو شعر دن میں عجیب رقت کے ساتھ اس نے زمانہ کے انقلاب کا ذکر کیا ہے۔ کوئی گردش سپہر سے محفوظ دامون نہیں۔ فلک کی نیرنگ سازی و شعبہ بازی انسان کو کبھی ایک حالت پر نہیں رہنے دیتی۔ بلاؤں کا دفعہ نازل ہونا اور آدمی کا بے اختیار پایا جانا نہایت سادہ لفظوں میں بتایا گیا ہے اور اسی پیر صحت مضمون پر قصیدہ کو اس نے ختم کیا ہے ۵

سُبِّدِيْ لَكَ الْاَيَّامُ كَا كُنْتُ بِجَاهِلًا
وَاَيَّامِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مِنْ كَمْ تَزِدُّ

عنقریب زمانہ تجھ پر چیرا ہر کرے گا جسے تو نہیں جانتا۔ اور زمانہ کی خبریں تیرے پاس وہ شخص لاوے گا جسے تو نے توشتہ سفر نہیں دیا۔

وَاَيَّامِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مِنْ كَمْ تَزِدُّ
بِتَاوَاتُرِ لَحَرِّ قَضَرٍ لَّهُ وَذَتْ كَمْعَالِ

اور تیرے پاس وہ شخص خبریں لایا گا جس کے لیے تو نے زار و راہ نہیں خریدا۔ اور نہ اس کے لیے تو نے کوئی میعاد مقرر کی ہے۔

طرفہ کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے جس میں اُس کے متفرق اشعار جو اُسے وقتاً فوقتاً کہے نہایت محنت شائستہ سے جمع کیے گئے ہیں۔

زمزم پیر بن ابی سلمے۔ علماء اور نکتہ رس لوگوں کے نزدیک یہ شاعر امر افضیض اور نابغہ و بیانی کا ہم پلہ ہے۔ یہ ایسے خاندان سے تھا جسے شاعری سے جلی متبت

تھی۔ اسکا خسر اوس بن ہجر اور اسکی بہنیں سلمیٰ اور خنساء اور اسکا بیٹا کعب جو قصیدہ

”بانش سعاد“ کا مصنف ہے سب اپنے اپنے زمانہ میں بے نظیر ہوئے ہیں۔ اسکی قصیدہ میں نصیحت و اخلاق کی باتیں بھری ہیں۔ ہر بیت میں سنجیدگی و پند کی ٹپک ہے۔

اسکے اشعار قل و دل کے مصداق ہیں۔ فن شاعری میں سر قہ و احتمال کو غایت و حد مذموم جانتا تھا۔ نسخ و مسخ و تلخ و ترخ سے از حد نفرت کرتا تھا۔ الفاظ اسکی سادہ و عام فہم اور معانی دلچسپ و دقیق ہیں۔ کلام اسکا وحشی و خفیف الفاظ سے پاک ہے۔ حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تمام شعراء پر فضیلت رکھتا تھا لہذا وہ اسے "شاعر الشعراء" کہتے تھے۔ جو خوش بیان اور رون کے قصائد میں ہیں وہ سب اس کے قصیدہ میں موجود ہیں۔ لیکن جو دو ایک نازد خوش بیان اس کے قصیدہ میں ہیں وہ کسی دیگر شاعر جاہلی کے کلام میں پائی نہیں جاتیں۔ لوگوں کی آفرین و لفرین کا اس عالی حوصلہ شاعر کو بالکل خیال نہ تھا۔ نیک چلن و راست گفتاری اس کے خیال میں مقدم تھی۔ اس عالم گذشتگی کی پرل الذاہ شان و شوکت پر اسے ذرا بھی ناز نہ تھا۔ خوف خدا اور فکر عاقبت میں زندگی بسر کرنے کو عین راحت سمجھتا تھا۔ قیامت اور عدالت کی خبر بڑی سنجیدگی سے دیتا ہے۔ اس نے سلسلہ میں وفات پائی۔ وہ اپنے قصیدہ میں حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کی تعریف اس لیے کرتا ہے کہ انہوں نے عبس و دبیان کے قبیلوں میں بوجا لیس برس کی لڑائی کے صلح کرادی تھی۔ قبل اس قصہ کی یہ ہے کہ عبس و دبیان میں دجس و عجماء کی گھڑ دوڑ کے سبب جالیس برس سے لڑائی ہو رہی تھی۔ جب وردان جالیس ہرم بن ضمضم کو قتل کر دیا تو اس کے بعد فریقین میں مصالحو ہو گیا۔ مقتول کے بھائی حصین بن ضمضم نے اپنے بھائی کے قاتل سے قصاص لینے کی قسم کھالی تھی۔ لہذا وہ اس وقت جب صلح کے عہد و پیمان ہو رہے تھے حاضر نہ ہوا۔ اس کی قسم کی کسی کو مطلق خبر نہ تھی۔ اتفاقاً ایک آدمی قبیلہ عبس کا اس خیال سے کہ اب صلح ہو گئی ہے اور عہد شکنی کا کوئی اندیشہ نہیں اس کے ہاں مہمان ہوا۔ حصین نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس عبسی مہمان کو اپنے بھائی کے قصاص میں قتل کر ڈالا۔ جب حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کو اس فعل مکروہ کی خبر ہوئی وہ بہت ناراض ہوئے۔ اور ہرم بن عبس نے انتقام کے لیے چڑھائی کی۔ صلح کو قائم رکھنا دشوار تھا کیونکہ صریح عہد شکنی ایک دبیانی کی طرف سے ہوئی آخر حارث نے سواونٹ مہمان اپنے ایک بیٹے کے بنی عبس کے پاس بطور دیت کے روانہ کیے اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر اوٹون کو قبول کر لو تو مہربانی ہے۔ ورنہ میرا بیٹا حاضر ہے اسے قصاص میں قتل کر ڈالو۔ عبسیوں نے اس پیغام کو شک کر کہا کہ ہمیں شتران دیت لیکر صلح کرنی منظور ہے۔ چنانچہ اس صلح پسند سردار کی مالی حوصلگی اور اولوالعزمی سے سینکڑوں

آدمیوں کی جانب سے گنہگار اور دونوں قبیلوں میں پھر خیر صلح ہو گئی۔ زہیر کا قصیدہ جیسا مذکور ہوا نصیحت آمیز باتوں سے بھرا ہے۔ دو شعر بطور نظیر کے دیتا ہوں ۷

وَمِنْ هَآئِكَ أَكْسَابُ الْمَنَايَا يَنْكَلُهُ ۚ وَإِنْ يَرْقُ أَكْسَابُ السَّمَاءِ وَيُسَلِّمُ

جو موتوں کے موجب اور سب سے ڈریگا موتیں اسے ضرور بکڑائیگی۔ خواہ وہ سیرھی لگا کر اطرافِ آسمان پر کیوں نہ چڑھ جائے۔

إِسْتَأْنَفْتُ نِصْفَهُ وَنِصْفُ قُوْدُهُ ۚ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا صَوْرَةُ الْحَمْرِ وَالْذَّمِّ

آدمی کیا ہو؟ آدھی تو اسکی زبان بڑا اور آدھا اسکادل۔ اور انکے سوا صرف گوشت اور خون کی صورت ہی زہیر نے ہرم بن سنان قمری کی تعریف میں اس قصیدہ کے علاوہ اور بھی بہت سے نادر قصیدے کہے ہیں۔ ہرم ایسا فیاض اور دریا دل آدمی تھا کہ جب کبھی زہیر اسکی مدح میں شعر کہتا یا اسے سلام کرتا تو ہرم اسے غلام یا لونڈی یا گھوڑا بخشش کرتا جب زہیر نے دیکھا کہ میرے ہر سلام پر یہ مجھے کچھ نہ کچھ دیتا ہے تو ہرم کو لوگوں کے مجمع میں سلام کرنا چھوڑ دیا۔ وہ اسے دیکھ کر اُردوں کی طرف مخاطب ہوتا اور کہتا "عُمُو أَصْبَحْتَ غَيْرَ مَرْمُوحٍ وَخَيْرٌ كَرُّهُ اسْتَنْثَيْتُ" ابو الفرج الاصفہانی نے جوہری کی ایک روایت کتاب اللغات میں درج کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے زہیر کے بیٹے کعبؓ سے پوچھا کہ وہ قبائیل میں کیا ہوتے ہیں جو ہرم نے تیرے باپ زہیر کو بھنائی تھیں۔ کعبؓ نے جواب دیا کہ زمانے نے انہیں چرائی کر کے بھاڑ ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا لیکن وہ قبائیل جو تیرے باپ نے ہرم کو بھنائی زمانے نے انہیں پرائی کر کے نہیں بھاڑا۔ زہیر کے مرثیے بھی بڑے دلسوز ہیں۔ چنانچہ ایک مرثیہ کے چند شعر یہاں نقل کرتا ہوں ۷

وَمَا قَدْ قَتَنِي طَوْعًا وَكَيْفَ ۚ دَهَاكَ مِنَ الْمَنِيَةِ مَا دَهَاكَ
فِيَا مَنْ غَابَ عَنِّي وَهُوَ دَوَّجِي ۚ وَكَيْفَ أَطِيقُ مِنْ دَوَّجِي انْهَاكَ
لَقَدْ تَجَلَّتْ عَلَيَّ يَدُ الْمَنَايَا ۚ وَمَا اسْتَوْفَيْتَ حَقَّكَ مِنْ صَبَاكَ
أَدَى الْبَالِكِينَ فِيكَ مَعِي كَشِيرًا ۚ وَلَكَيْسَ كَمَنْ بَكَى مَنْ قَدْ تَبَاكَى
وَيَا مَنْ تَدَكَّوْى سَقَمًا أَبْعِدًا ۚ مَتَى قُلْ لِي رُجُوعًاكَ مِنْ تَوَاكَى

<p>وَأَعْلَمُ أَنَّكَ عَنِّي بِجَزَائِكَ سَقَاكَ الْغَيْثُ تَهْمَتَانِي إِلَّا</p>	<p>جَزَاكَ اللَّهُ عَنِّي كُلَّ حَقِيرٍ فَحَسْبُكَ مِنْ دُمُوعِي مَا سَقَاكَ</p>
<p>لبیدہ - پورا نام انکا ابو عقیل بن ربیعہ بن مالک العامری ہے۔ یہ ایک شریف اور سربرآوردہ خاندان سے تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو گھیا اسلام لانے سے پہلے شعر گوئی میں محمود مشغول رہتے اور غرباد و مساکین کی امداد کرنے تھے۔ قرآن شریف کی آیات کریمہ کی جاودہ بیانی نے انہیں حضرت محمد ص کی رسالت کا قائل کر دیا۔ مسلم ہو جانے کے بعد شاعری سے قطعاً ہاتھ اٹھالیا۔ بعد اسلام لائے کچن پس زندہ رہے۔ تو بھی ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اس مدت طویلہ میں فقط ذیل کا ایک شعر کہا ہے</p>	<p>أَلْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَحَدٌ حَتَّى لَيْسْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ مَرَّةً</p>
<p>۳۳۵ عین یہ پیدا ہوئے اور ۳۸۵ عین ایک سینتالیس برس کے ہو کر معاویہ رض کی خلافت کے آخر میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دفن کیے گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اپنے ایام خلافت میں ایک مرتبہ ان کے اشعار سننے کے لیے انہیں کوفہ بلایا۔ یہ سورہ بقرہ کو ایک صحیفہ میں لکھ کر اپنے ساتھ لے گئے اور اسے خلیفہ کے پیش نظر کر کے کہا ”اَبَدَلْنِي اللَّهُ هَذِهِ فِي الْإِسْلَامِ مَكَانَ الشَّعْرِ“ خلیفہ کو انہی یہ بات پسند آئی اور بہت کچھ انعام انہیں دے کر رخصت کیا۔ ترک شعر گوئی کی ہمیشہ یہی وجہ بتاتے تھے ”يَكْفِينِي الْقُرْآنُ فَهُوَ نِعْمَ الْبَدَلُ مِنَ الْأَشْعَارِ“ انکا ایک بھائی تھا جس کا نام اربد تھا اس نے کفار مکہ کی ترغیب و تحریض سے حضرت محمد ص کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ اور اپنے ارادہ بد کو انجام دینے کے لیے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں پیغامِ صلح پہنچا ان کی آن میں آسمان پر ابرسیاہ چھا گیا۔ بادل گر جنے لگا۔ بجلی چلنے لگی۔ اور ناگہان صاعقہ اس پر گری۔ لبیدہ رض نے عرصہ دراز تک اس کے لیے ماتم کیا اور کئی مرثیے کہے جن میں</p>	<p>بَلَيْتَا وَمَا تَبَلَى الْجُحْمُ مَرَّ الظُّلُمِ وَقَدْ كُنْتُ فِي الْكَثَافِ دَارِ مَضْنَةٍ</p>
<p>وَبَقِيَ الْحَبَالُ بَعْدَنَا وَالْمَصَانِيرُ فَقَادَ قَعْمِي حَبَابٌ يَا رَبِّ بَدَا نَافِعُ</p>	<p>وَبَقِيَ الْحَبَالُ بَعْدَنَا وَالْمَصَانِيرُ فَقَادَ قَعْمِي حَبَابٌ يَا رَبِّ بَدَا نَافِعُ</p>

<p>فَلَا جَرَجَ اِنْ فَرَّقَ الدَّهْرُ بَيْنَنَا وَمَا الْمَرْءُ اِلَّا كَالْهَابِ وَصُورُهُ</p>	<p>تَكَلُّ اِفْرِي يَوْمًا يَدُ الدَّهْرِ قَابِغٍ يَحْوِي سَرْمَادًا بَعْدَ اِذْ هُوَ سَاطِعٌ</p>
<p>رحلت کے قبل بسبب اپنے دونوں بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ میرے لیے ایک سال سے زیادہ ماتم نہ کرنا اور نہ اپنے منہ نوحنا اور بال بکھیرنا۔ انکا قصیدہ سچ المعلقات میں داخل ہے۔ کلام الکا پاکیزہ اور شستہ ہے۔ عبارت آرائی اور اداسے مطلب میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ قصیدہ میں عرب جاہلیت کی طرح میخواری و فیاضی۔ مہان نوازی اور شہسواری پر فخر کرتے ہیں۔ قدرتی مناظر بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں۔ اپنی محبوبہ نوار کے در و فراق کا اظہار بڑی رقت کے ساتھ کیا ہے ۷</p>	<p>بَلْ مَا تَذَكَّرُ مِنْ قَوَارِدَ قَدَنَاتٍ فَرِيَّةٍ حَلَّتْ بِفَيْدِكَ وَجَا وَرَمَتْ</p>
<p>ہجرت میں ناصوری و ناشکیبائی کو بڑا خیال کرتے تھے۔ جو ہر انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ جذبات نفسانی پر قابو رکھیں اور اپنی عادتوں کے غلام نہ بنیں۔ محبت اسی حد تک مرغوب ہے جب تک محبوب اسکی قدر کرے۔ ذلیل ہو کر جینا مرنے سے بدتر ہے۔ انسان کو سکھ ہر اترانا یاد رکھئے گھبراہٹاں نہیں کیونکہ ع اِنَّ الْمَنَايَا لَا تَطِيَّشُ سِهَامَهَا جو کچھ تشام ازل نے ہماری طبیعت میں ودیعت کر دیا ہے اس پر قانع رہنا چاہئے ۷</p>	<p>فَاَنْفَعُ بِنَا قَسَمَ الْمَلِيكَ فَاَكْمَا قَسَمَ الْخَلْقِ بَيْنَكَ اَهْلَامَهَا</p>
<p>عمر بن کلتوم تغلبی۔ اسکا قصیدہ دو وجہوں سے مشہور ہے۔ اول اس لیے کہ یہ ارتجالہ کہا گیا۔ دوسرے اس لیے کہ اس میں ایام ہنسی تغلب کا ذکر ہے۔ وجہ تفسیف اس کی یہ ہے کہ عرب کے بادشاہ عمرو بن ہنن نے جسکے حکم سے طرفہ قتل ہوا تھا ایک روز اپنے ہمنشینوں کو میری دل! اب تو نورا کو کیا یاد کرتا ہے۔ وہ تو دو چلی گئی ہوا اور اس کے وصال کے ضعیف و قوی سائل کہ گئے ہیں ۱۱</p> <p>نوار نسل بنی ترو سے ہر جو قید میں جاؤی ہر اہل حجاز کے پڑوس میں ہو۔ اب تیری مراد بھلا کیونکر آئیگی ۱۲</p> <p>اے حاسہ! جو کچھ خداوند تعالیٰ نے ہم میں عادات و اخلاق کی تھیم کر دی ہے اُس پر رنسی نہ کیونکہ خدا حال طبائع سے زیادہ جانتا ہے ۱۳</p>	<p>۱۱</p> <p>۱۲</p> <p>۱۳</p>

اور اراکین دولت سے پوچھا کہ عرب بن کوئی ایسا آدمی بھی ہے جسکی مان کو میری والدہ ماجدہ کی خدمت سے عار و انکار ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ عمرو بن کلثوم ایسا آدمی ہے کہ اسکی مان لیلی نہایت خود دار ہے اور اگر قبائل عرب میں کوئی عورت ناک رکھتی ہے تو وہ ہے۔ کلیب بن ربیعہ کا بھی اس سے چچا بھتیجی کا رشتہ ہے کیونکہ وہ مہملہ بن ربیعہ کی دختر ہے۔ اُسے اپنے خاندان سحید پر بڑا فخر ہے۔ اس کے چچا کا نام ضرب اشل ہے اعظم من کلیب اس وقت زباز و خاص و عام ہے۔ اسکا شوہر کلثوم بن مالک عرب کا مشہور شہسوار تھا۔ اب اسکا بیٹا عمرو بنی تغلب کا نامی سردار ہے۔ میں جس عورت کے رشتہ دار الیہ مشہور ہوں وہ کیوں کسی کی خدمت کرنے لگی۔ بادشاہ کو یہ سنکر تعجب معلوم ہوا اور اس بات کا امتحان کرنا چاہا۔ اور ایک قاصد کو بلا کر عمرو بن کلثوم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ مجھ کو آپ سے اور میری والدہ کو آپ کی والدہ سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ عمرو بن کلثوم فوراً شہسواران تغلب اور اپنی والدہ اور قوم کی شریف عورتوں کے ہمراہ روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں جا پہنچا۔ عمرو تو بادشاہ کے حضور حاضر ہوا اور اسکی مان بادشاہ کی مان کے خیمہ میں جا اُتری۔ یہ خیمہ بادشاہ کے خیمہ کے قریب تھا۔ بادشاہ نے پہلے ہی اپنی والدہ کو کہہ دیا تھا کہ جب عمرو بن کلثوم کی مان آپ سے ملنے کو آوے تو آپ اُس سے کوئی خدمت لین چنانچہ جب لیلی آئی تو کچھ عرصہ تک شاہزادی سے خوب باتیں ہوئیں۔ اثنائے گفتگو شاہزادی نے کہا کہ ذرا یہ طبق مجھے اٹھا دینا۔ لیلی بولی جسے ضرورت ہو وہ آپ اٹھالے جب شاہزادی نے دوبارہ کہا تو لیلی نے باواز بلند کہا اِذْ لَا تُؤَاكِلُكَ تَغْلِبُ۔ اس کلمہ کو سنتے ہی عمرو کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ بادشاہ کی تلوار سامنے لٹک رہی تھی۔ جھٹ ہاتھ بڑھا کر تلوار کھینچی اور بادشاہ کے سر پر ماری اور اپنے ساتھیوں کو لوٹنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بادشاہ کا سارا مال لوٹ لیا اور اپنے گھر واپس آئے۔ عمرو بن کلثوم نے یہ قصیدہ کہہ کر اول عکاظہ کے میلہ میں اور بعد ازاں مکہ شریف میں بڑے زور شور سے پڑھا۔ تغلب کے کس و ناکس و خرد و کلان نے اسے ازبر یاد کر لیا۔ ایک شاعر بکر جی نے اس مفارقت پر بنی تغلب کی بوجہ کہی ہے جسکے دو شعر یہ ہیں ۵

قَصِيدَةُ قَالِهَا عَمْرُو بْنُ كُلثُومٍ يَا لَيْلَ جَالٍ بِشِعْرِ عَتِيرَةَ مَشْفُوعٍ	أَلْهَمَ بَنِي ثَعْلَبٍ عَنْ كُلِّ مَكْرُمَةٍ يُرْوَاهَا أَبَدًا مَذْكَانٌ أَوْ لَهْمٌ
---	---

عمر کے قصیدہ سے جوان مروی دشجاعت جبارت و بیباکی نکلتی ہے۔ اپنی اور اپنے خاندان و قبیلہ کی دلیری و حملہ آوری کی تعریف الفاظ متین اور فقرات رنگین میں کرتا ہے غیرت ننگ و ناموس و محبت قومی و مصلحت جبلی شعر شعر میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ اپنی اوصاف کی جاہلیت میں حد سے زیادہ قدح تھی۔ جو ہمارے نزدیک مذہب ہے وہ اُنکے نزدیک ممدوح تھا کیونکہ آج کل خود ستائی کو عیب میں داخل کرتے ہیں۔ یہ خود ستائی ان کی کچھ ایسی بیجا و نامناسب بھی نہ تھی۔ کیونکہ اسوقت کے لوگ محض الفاظ و لافزن نہ تھے بلکہ نے الحقیقت جری و شجاع تھے۔ عمرو کا سن کل اکیس سو پچاس برس کا تھا اور غالباً چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں اسنے وفات پائی۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر میں مرا۔ عمرو کے قصیدہ سے قوت جسمانی کی شوکت اور سمٹ و عالی حوصلگی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ قصیدہ کا انداز اور قصائد سے مختلف ہے۔ مگر مجبوشی و غرہ کے ساتھ قصیدہ کا آغاز ہوتا ہے۔ مطلع ہی میں رندیت و خوش طبعی کی للکار سنائی دیتی ہے۔

أَلَا بَقِيَ خُمُورٌ أَلَا نَذَرِينَا إِذَا مَا الْمَاءُ خَالَطَهَا سَعِينَا إِذَا مَا ذَاتُهَا حَتَّى يَلِينَا وَكَانَ الْكَاسُ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا	أَلَا هَتِي بِصَحْنِكَ يَا صَبِيحِينَا مَشْعُشَعَةً كَأَنَّ الْحُمْصَ فِيهَا نَحْوَرُ بَذِي اللَّبَانَةِ عَنِ هَوَاهُ حَتَّى نَمُوتَ الْكَاسَ عَنَّا أَمْرُ عَمْرُو
--	--

- ۱۵۔ بنی ثعلب کو ہر بزرگی اور بزرگی کے کام سے اس قصیدہ نے غافل کر دیا ہے جسے عمرو بن کلثوم نے کہا ہے ۱۶۔ وہ بھی جیسے اُنکے بزرگ جو بن اس قصیدہ کو روایت کرتے ہیں اسی کو گو! تعجب کر دے شعر سے جس سے اب تک تھکے نہیں ۱۷۔ دونوں ساتیہ! ہوشیار ہو! اور اپنے بڑے پیالہ میں ہلکے مہو جی بلا اور شراب ہاں قریہ اندر میں سین پلاؤ اور کچھ باقی نہ رکھو ۱۸۔ وہ شراب گوم پانی کے ساتھ جیسے شل عفران کے دکھائی دیتی ہو۔ اُنکی حالت تھی کہ ایام سہرا میں گرد آؤں سر پہ پیو ۱۹۔ ایسی شراب بلا جو حاجت کو اُنکی حاجت سے روکے۔ یہاں تک کہ وہ اسے چکھنے کے بعد اُسکا مہو رہے اور سب کچھ بھول جاکو ۲۰۔ اُس کو تم عرو! تیرے درطلم شراب کو ہماری طرف پھیر دیا۔ اور جام کا دور تو دہنی طرف سے شروع ہوتا ہو جس پر ہم بیٹھے ہیں ۲۱۔

بھر کر ایک بیک اسی خرمی وقفہ کے ساتھ دردِ جگر و زخمِ دل کی بھینی آواز کا نون تک آتی ہے موت سایہ کی طرح پیچھے لگی ہے اور چین نہیں لینے دیتی۔ اسبابِ دوازمات عیشِ چندندہ بین زندگی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ دنیا و کل من علیہا فان۔ فقط موت حتمی و یقینی ہے۔ یہ اقامت بہینِ پینامِ سفر دیتی ہے۔ زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے انسان جاہے کہیں کیونکہ ہوا قاصدِ اجل سے بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ مرنے ہی کے لیے پیدا ہوا ہے

۱۱ وَ اِنَّا سَوَّافٌ تَذَرُكُمُ الْمُنَايَا | مُقَدَّرًا لَّنَا وَمُقَدَّرًا بَيْنَنَا |
موت کے خیال کے ساتھ مجبور کے فراق کا خیال گدا گدا لگنے لگا۔ دل عاشق کو قرار کہاں؟ جگر چلنی ہو رہا ہے۔ آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ ذرا۔ دو باتیں ہی ہو جائیں تو غنیمت ہی۔

۱۲ قَفِي قَبْلَ التَّفَرُّقِ يَا ظَعِينًا | تَحْبِرُوكِ الْيَقِينُ وَ تَحْجِرُ بَيْنًا |
۱۳ قَفِي نَسَأُ لَكَ هَلْ أَحَدٌ صَوَّمَا | يَوْمَ شَاكَ الْبَيْنِ أَوْ خَضَّتِ الْأَمِينَا |
غم امروز و فکر فردا نے کھالیا۔ غیب کی خبر نہیں۔ خدا جانے آگے کیسی بیتے گی۔

۱۴ وَ اِنَّا عَدَاوَاتُ الْيَسَّو مَرَهَقًا | وَ بَعْدَ عَدَدٍ بِعَا لَا تَقْلَمِينَا |
اتو آنکھوں کے سامنے محبوبہ ہی محبوبہ ہے۔ اسکے حسن و جمال و قد و قامت کی تعریف کیونکہ بڑے لپے جوشِ عشق میں شاعر اسکا پورا حلیہ بتاتا ہے اور پھر اپنے اصلی معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ رنج و الم کو دل سے بھلا کر اپنے اور اپنے بزرگوں کے ساکھے اور کارنامے یاد کرتا ہے۔ پہلی حسرت و مایوسی جاتی رہی۔ اب دل جوش و دلولے سے بھرا ہے ہم میدانِ کارزار کے شیر ہیں۔ ہماری دھاڑ سے پہاڑ اور ٹیلے گونجتے ہیں۔ وادیوں کے نشیب میں اور برتون کی چوٹیوں پر ہمارے جھنڈے لہرتے ہیں۔ ہم زیر دستوں کے

۱۵ موتیں حقیقت ہیں اکبر و بزرگ کیونکہ وہ ہمارے لیے مقدم ہیں اور ہم اُنکے لیے۔ عرضِ موت سے بچنا محال ہے۔
۱۶ ذرا سواریِ شیر کہ ہم تجھ سے پوچھ لیں کہ ہم سے یہ قطعاً تو نے زمانِ فراق کے قریب ہونیکے سبب کیا ہے یا کہ رازدارِ محبت کی خیانت کی ہے۔
۱۷ کیونکہ آج اور کل اور ہر سون اُس خبر کے ساتھ مریں ہیں جسے تو نہیں جانتی ہے احمد زینِ جانا سون

محافظ اور نبردستوں کی سرکوبی کرنا والے ہیں۔ اپنے قبیلہ کی تعریف بھرالسے پر زور دے
شان دار لفظوں میں کبھی کسی شاعر نے نہیں کی ۵

لہ وَاَنَا الْمَأْيُوعُونَ لِمَا آرَدُوا	وَاَنَا الْكَارِهُونَ لَوْنٍ بِحَيْثُ شِدْبَا
لہ وَاَنَا الشَّارِكُونَ إِذَا سَخِطْنَا	وَاَنَا الْآخِذُونَ إِذَا رَضِينَا
لہ وَاَنَا الْعَاصِمُونَ إِذَا أَطَقْنَا	وَاَنَا الْعَازِمُونَ إِذَا عَصِينَا
لہ وَنُشْرِبُ لَنْ وَرَدْنَا الْمَاصِفَا	وَنُشْرِبُ غَيْرُنَا كَلْدَا وَطِينَا
لہ مَلَأْنَا الْبَرْحَتِي حَنَا عَنَا	وَنَحْنُ الْبَحْرُ نَمَلَا ۝ سَفِينَا
لہ إِذَا بَلَغَ الْفَطَامَ لَنَا صَبِي	تَحْمِلُ لَهُ الْجَبَابِ سَاجِدِينَا

اس قصیدہ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ بڑے جیوٹ کے تھے۔ کسی کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے
بچہ ماویہ کے نیست الکافقولا تھا عمرو بن کلثوم کی ایک مشہور نظم ہے جس کے مطلع میں وہ کہتا ہے ۵

لَا مَعَاذَ إِلَّا لَهُ أَنْ تَنْوَحَ نِسَاؤُنَا	عَلَى هَالِكٍ أَوَّانٍ يَضِيحُ مِثْنِ الْقَتْلِ
--	---

غنترہ بن معاویہ بن شداد العبسی - زمانہ جاہلیت میں یہ شاعر بڑا مہم زور اور کمال گذرا ہے
عرب کے تین عجیب آدمیوں میں سے غنترہ ایک تھا۔ باقی دو خفاف بن ندبہ اور سلیمان
مشککہ تھے۔ یہ شخص اپنے اشعار و کارناموں کے سب سے مشہور ہے۔ شمشیر زنی و تیر اندازی
میں یکساں تھا۔ دوستوں کی حمایت کو اپنے اوپر لازم جانتا اور دشمنوں کے حق میں موت تھا
اسکی ماں زہیبہ ایک جہشٹن لوندی تھی۔ اسی وجہ سے اسکا باپ اسے بیٹا کہنے سے شرماتا تھا

۱۰ اور ہم ہی ایسے ہیں کہ جس چیز کو چاہیں روک دیں اور ہم ایسے ہیں کہ جہاں چاہیں اتریں اور کوئی ہم سے خرام نہیں ہو سکتا ۱۰

۱۱ اور جبکہ ہم ناپسند کرتے ہیں اسکو چھوڑ دیتے ہیں اور جبکہ پسند کرتے ہیں اسے لے لیتے ہیں ۱۱

۱۲ اور ہم اپنے فرمانبرداروں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے نافرمانوں پر چڑھائی کر کے انہیں ہلاک کرتے ہیں ۱۲

۱۳ اور جب ہم کسی گمراہ گھاٹ پر اترتے ہیں تو صاف پانی پیتے ہیں اور اگر لوگ گدلا پانی اور کھیر پیتے ہیں ۱۳

۱۴ ہم نے مشک کی گھبریا جیائے تک کہ اس میں گنجائش نہیں رہی۔ اور ہم دریا کو کشتیوں سے بھر کر دیتے ہیں ۱۴

۱۵ جب ہمارا کوئی بچہ دودھ پھرنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو زبردست لوگ اس کے آگے سر جھکا کر زین پر گر جاتے ہیں ۱۵

۱۶ ملک بناد اس بات سے کہ کسی مرد پر ہماری عورتیں ماتم کرین یا ہم شت دھون سے جینیں اور گھر اور ۱۶

ایک دفعہ چند قبائل عرب نے بنی عباس پر حملہ کیا اور انہیں سے بہتوں کو مارا اور ان کے اونٹ لوٹ لے گئے عیسویوں نے اپنے غارتگروں کا تعاقب کیا اور راہ میں انہیں جا پکڑا عنترہ اور اس کا باپ بھی وہاں عیسویوں کے ساتھ تھے قتل و قتل کے ہنگامہ میں باپ اس سے کہا "تے عنترہ! خوب لڑ" عنترہ نے جواب دیا کہ غلام کو لڑائی بھڑائی سے کیا کام میں تو غلام ہوں اور مولیٰ جی جانا اور وہ دوہنا جانتا ہوں۔ باپ نے کہا آپ تو غلام نہیں بلکہ حرّ یعنی آزاد ہے۔ یہ سنکر عنترہ نے ایسی شجاعت دکھائی کہ عیسیٰ دنگ اور غارتگر حیران و پریشان ہو گئے جب عیسیٰ اپنا مال دشمنوں سے چسینکر واپس لوٹے تو باپ نے اسے اپنے سارے اندوختہ کا وارث بنا دیا۔ دلیر و شجاع ہونے کے علاوہ یہ فطین و ذکی ہوتا اسکے اشارتاً فر الفاظ دشمنوں سے پانی سے پاک بن یہ شخص نہایت خوش اخلاق و بڑے بار تھا۔ تحمل و راست گفتاری اسکی سرشت میں تھی کسی نے ایک دفعہ اسے کنیرک زادہ اور سیاہ فام کہا۔ اُس نے معقول جواب دیکر اسے خاموش کر دیا۔ عمر بن معد یکرب عنترہ کے نام سے کانپتا تھا۔ وہ ایک موقع پر اپنی تعریف میں کہتا ہے ۷

إِنَّ لِي بِمَنْئَةِ أَشَدَّ مِنَ الصَّخْرِ وَحَسَامًا إِذَا حَضَرْتُ بِهِ الدَّهْرُ وَإِذَا قَامَ سَوْدُ الْحَرْبِ الْعَوَالِي كُنْتُ دَلَالَهَا وَكَانَ بَيْتَانِي يَا سَيَّاحَ الْفَلَاحِ إِذَا أَشْتَغَلَ الْحَرْبُ اتَّبِعْنِي تَرَى دِمَاءَ الْإِعَادِي	وَاقْوَى مِنْ رَاسِيَاتِ الْجِبَالِ تَخَلَّيْتُ عَنْهُ الْقُرُونُ وَالْخَوَالِي وَقَلَّظِي بِالْمُرُوءَاتِ الصِّقَالِ فَاجِرًا يَشْتَرِي النَّفُوسَ الْغَوَالِي اتَّبِعْنِي مِنَ الْقَفَا غَيْرِ الْخَوَالِي مَسَافِلَاتٍ بَيْنَ الرَّبِّ وَالْإِلَالِ
--	---

یہ شخص واقعی بڑا بہادر اور مرد میدان تھا۔ درندوں کا مقابلہ کیا کرتا تھا۔ اس نے نوے برس کی عمر میں ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ جنگ داحس میں اسنے بڑی شہرت پائی۔ یہ لڑائی بھی حرب البسوس کی طرح چالیس برس تک رہی۔ عیس و ذبیان کے قبیلوں کو اس سے سخت نقصان پہونچا اور بہتیرے جان سے مارے گئے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ قیس بن زہیر کے پاس جو عیسویوں کا سردار تھا ایک گھوڑا تھا جو اپنی تیز رفتاری کے

سب سے مشہور تھا۔ اس کا نام داجس تھا۔ ادھر خلیفہ بن ہدر کے پاس جو دبیا نیون کا سردار تھا ایک گھوڑی تھی جس کا نام غبراء تھا۔ یہ بھی نہایت تیز رفتاری۔ فریقین ان دونوں کو گھڑ دوڑ میں لائے۔ اور یہ شیطانی کہ جواد لائے اور باڑی جیتے اس کے مالک کو سو شتر دیے جائیں چنانچہ دونوں دوڑائے گئے۔ جب دبیا نیون نے دیکھا کہ انکی گھوڑی غبراء پیچھے رہ گئی اور داجس آگے نکل گیا تو چند دبیا نیوں جو دوسری طرف ایک جھاڑی کی آڑ میں چھپے تھے نکلے اور داجس کو اصل راہ سے دوسری رخ کو موڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غبراء پہلے نشان پر پہنچی۔ قیس بن زہیر کو اس بے ایمانی کی خبر ہو گئی۔ لہذا اس نے باڑی جیتنے کا دعویٰ کیا۔ اور دبیا نیون سے حسب عہد سو شتر مانگے۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ اسپر قیس نے خلیفہ اور اس کے بھائی حل کو قتل کر دیا۔ اور دو ضم کر کے

شَفِیْتُ النَّفْسِ مِنْ حَمَلِ بْنِ بَدْرٍ | وَتَشَفِیْ مِنْ حَدِیْفَةٍ وَتَدَلُّعَانِ

مین نے اپنے جی کو حل بن ہدر کے قتل سے شفا دی۔ اور میری تلوار نے مجھے اس کے بھائی خلیفہ سے شفا دی یعنی مین نے انہیں قتل کر ڈالا

إِنَّا أَنْكَرُ قَدْ بَرَزَتْ بِهِمْ عَلَیْیَ | فَلَمَّا قَطَعَ بِهِمُ الْإِبْرَانِ

سوار چرمین نے انہیں مار کر اپنے جوش غضب کو ٹھنڈا کیا۔ تو بھی ان کے قتل سے سوا اپنی انگلیوں کے اور کچھ نہ کاٹا۔ کیونکہ یہ رشتہ دار تھے۔ جب خلیفہ کے سواروں کو اس امر کی خبر ملی تو انہوں نے قیس کے بھائی مالک کو قصاص میں مار ڈالا۔ یون مہس دفبیاں کے درمیان آتش جگمگاتے ہوئے اور چالیس برس تک قتل و قتل کا بازار گرم رہا۔ آخر الامر دو دبیا نیوں سرداروں حارث بن عوف اور ہرم بن سنان نے بڑی کوشش و سعی سے ان دونوں قبیلوں میں صلح کروائی۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کا قصیدہ اسی صلح پر مبنی ہے۔ زانہ جاہلیت میں یہ گھڑ دوڑ بہت ہی مشہور ہوئی ہے کیونکہ اس کے سب سے ایک مدت تک خونریزی رہی۔ اس کے متعلق ایک عجمی شاعر شہر بن ابی بن حمام یہ کہتا ہے

إِنَّ لِلَّيْنِ بَاطِلَ الْعُلْدِ مِنْ آلِ دَاجِسٍ | أَتَيْنَ فَمَا يَفْلَحَنَّ يَوْمَ رِيْهَاتِ

نسل داجس کے منحوس گھوڑوں نے گھڑ دوڑ میں کامیابی سے انکار کیا اور کچھ فائدہ حاصل نہ کیا

جَلَبَتِ بِأَذْنِ اللَّهِ مَقْتَلَ مَالِكٍ	وَكَلَّحْنُ قَيْسًا مِنْ ذُرِّيَةِ عَمَّانَ
حکم خدا سے وہ مالک بن زہیر کے قتل کا سبب ہوئے اور قیس بن زہیر کو شہر عمان سے پرے جلا وطن کر کے بھیجا۔	
لِيُظْمِنَ عَلَى ذَاتِ الْأَصَادِ وَجَنَعَكُمْ	بِزَيْنِ الْأَذَى مِنْ ذِلَّةٍ وَهَوَانٍ
اُن گھوڑوں کے منہ پر بمقام ذات الاصاد جہان گھڑ دوڑ ہوئی کنہر پتھر مارے گئے تاکہ وہ آگے نہ بڑھنے پائیں اور تمہاری باعث ذلت و خواری کے ساتھ اپنی اس تکلیف کو دیکھتی رہی شاعر خوزیری و قتال کے سبب جل کر یہ بھوکہ رہا ہے۔	
سَيَمْنَعُ مِنْكَ السَّبُّ إِنْ كُنْتَ سَابِقًا	وَنُقْتَلُ إِنْ دَلَّكَ يَدُ الْقَدَمَانِ
اے مخاطب بنی زہیر اگر تو آگے بڑھنے والا بھی ہو گا تو آگے بڑھنا تجھ سے روکا جائے گا اور اگر تو نے کچھ چپن چپڑ کی تو جان سے مارا جائیگا۔ جس کا نام اس گھڑ دوڑ کے بعد نبوت بن حرب ابلش ہو گیا۔ چنانچہ ایک شاعر ضحیٰ بنی کرز کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ ۵	
وَلَا تَكُونَنَّ كَعَبْرَئِيلَ دَاخِسٍ لَكُمُ	فِي سَفَرِكُمْ أَيْتُ الْعَدَاةِ الشَّعْبِ عَرُوبُ
تمہارے لیے تمہارے گھوڑے عرُوب کی رفتار ایسی متعوس نہ ہو جیسے داحس کی دوڑ خطاف کے لیے ہوئی جب انہوں نے شعب بن صبح کی۔ قیس کے بھائی مالک بن زہیر العباسی کے قتل پر ربیع بن زیاد نے ایک بڑا دردناک مراثیہ کہا جس کے پہلے تین شعر بیانِ نقل کیے جاتے ہیں ۵	
إِنِّي أَرَفْتُ فَسَلَّمَ أَعْيَضُ حَادٍ	مِنْ سَيْئِ النَّبَا الْجَبِيلِ السَّارِ
اے حادث! میں ساری رات بیدار رہا اور نیک سے نیک نہ ملائی یہ سب ایک بڑی اور عظیم خبر کے جو تمام پھیلنے والی ہے۔	
مِنْ مِثْلِهِ مُمَسِّي النَّسَاءِ حَوَا سِرًّا	وَنُصُورُ مَعُولَةٍ مَعَ الْأَسْجَارِ
ایسی ہی خبر سے عورتیں سرد و برہنہ ہو جاتی ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی ماتم و نوہ کو کٹھری ہو جاتی ہیں	
أَقْبَعَكَ مَقْتَلَ مَالِكِ بْنِ زُهَيْرٍ	تَرْجُو النَّسَاءَ حَوَا قَبِ الْأَطْهَادِ
کیا مالک بن زہیر کے قتل نے بعد عورتیں ایام طہارت کے بعد مباشرت کی امید رکھتی ہیں۔ غمخوار اپنے قصیدہ کو شعرا و جاہلیت کے حسبِ عادت تشبیہ شروع کرتا ہے۔ غنم کے	

فراق کا ذکر بڑے سوز کے ساتھ ہوتا ہے۔ ناقہ کی خوش رفتاری کا بیان اور اپنی سخاوت و شجاعت کی تعریف فصیح و بلیغ لفظوں میں کرتا ہے۔ بادہ نوشی میں اب کو کیا بتا کرے۔

وَلَقَدْ شَرِبْتُ مِنَ الْمُدَامَةِ بَدَا | زَكَدَ الْهَوَا جُرَّ بِالشَّوْقِ الْمُغْلَمِ

اور تحقیق میں نے دو پہر کے ڈھلنے کے بعد چمکتی اور سکوک اشرفی خرچ کئے شراب پی ہے۔

بُنْ جَا جَا حَقَّ ذَاتِ اسْرَةٍ | ثُرَيْقَتِ يَا ذَهْرَ فِي الشَّمَالِ مُقَدَّمِ

میں نے شراب پی شیشہ سبز رنگ کی دھاری دار پیانی میں جو سفید و صافی دار چھاگل کے نزدیک تھی۔ لیکن جب چاہتا چھاگل سے شراب ڈھال لیتا۔

فَاِذَا اشْرَبْتُ فَاِنِّي مُسْتَهْلِكٌ | مَا لِي وَغَمِ ضَمِي وَافْرِ لَمْ يَكْلَمْ

جب میں بادہ نوشی کرتا ہوں اپنے مال کو بالکل لٹا دیتا ہوں۔ مگر اگر وہ میری نے ضرور زبان بڑھتی ہے۔

وَإِذَا صَحَوْتُ فَلَا أَقْصِرُ عَنْ ذِكْرٍ | وَكَمَا عَلِمْتَ شَمَائِلِي وَتَكَرَّرِي

اور جب ہوش میں آجاتا ہوں اس وقت بھی سخاوت میں کمی نہیں کرتا اور میرے خصال اور کم جیسا تو جانتی ہے برابر یکساں رہتے ہیں۔ اپنی دلیری و شجاعت کا بیان مستانہ طور پر نہایت بلاغت کے ساتھ کرتا ہے۔

وَمَدَّحِ كِرَاءَ الْكُمَا قَنِانَ الْهَ | لَا مُنْعِي هَرَبًا وَلَا مُسْتَسْلِمِ

اور بہت سے آدمی ستر باصلاح جنگی چھڑ چھاڑ اور لڑائی سے بہادر کنارہ کشی کرتے اور جو نہ بھاگنے والے نہ اپنے سر جھکانے والے تھے۔

جَادَتْ لَهُ كَفِّي بِعَاجِلِ طَعْنِهِ | بِمَنْقَطِ صَدْقِ اللَّعُوبِ مُقَوِّمِ

جنگوں میں اچھے شاک کے ساتھ سیدھے اور گھٹے پوروں کے نیزے سے ایک زخم عطا کیا۔

فَشَكَّلْتُ بِالْقَنْيِ الْأَصَمِّ نِيَابَهُ | لَيْسَ الْكُرَيْشِيُّ عَلَى الْقَنَا مَحْرَمِ

سو نے اس سے ہتھیار مضبوط نیزے سے چھید ڈالا۔ نیزوں کے لیے مرد کریم حرام نہیں ہے۔

فَقَرَّكَتُهُ جَرْدُ السَّيَاحِ يَشْهَدُهُ | يَقْضَمَنَّ حَسَنَ بَنِيهِ وَالْمُعْصِمِ

پھوٹنے والے اسے ایسے حال میں چھوڑا کہ وہ درندوں کی خوراک تھا جو اسے جھجھکتے

اور اپنے اگلے دانتوں سے اسکی نازک انگلیاں اور کلائی کھاتے تھے۔ ایک دفعہ اسکی قوم نے بنی ابجیم پر دھاوا کیا۔ عنترہ نے لٹکے ایک رئیس کو جو بڑا طاقتور اور شدید الباس تھا ایک تیر مارا۔ مگر یہ پتہ نہ لگا کہ وہ مرا بھی یا نہیں۔ اس موقع پر عنترہ نے یہ شعر کہے۔

تَرَكْتُ بَنِي الْهَجِيمِ لَهُمْ دُؤَالٌ | إِذَا قَضَيْ جَمَاعَتُهُمْ تَعَوُّدٌ
 میں نے بنی ابجیم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ گویا وہ دوار بت کے گرد گھومتے تھے۔ اور انہی جماعت گذر قی اور پھر لوٹ کر آتی تھی۔

تَرَكْتُ جُزْيَةَ الْعَمَرَى فِيهَا | اسْتَدِيدُ الْعَمْرُوتُ مَعْتِدٌ سَدِيدٌ
 اور میں نے عمری مجزیہ کو جو انکا رئیس تھا ایسے حال میں چھوڑا کہ اس میں تیر سخت پرکاشیدہ اور مضبوط گڑا ہوا تھا۔

فَإِنْ يَبْرَأَ فَلَمْ أَلْفَتْ عَلَيْهِ | وَإِنْ يَفْقَدْ فَحُو لَهُ الْفُقُودُ
 پس اگر مجزیہ بچا ہوا جائے تو میں نے اپنے تیر پر پھونکا نہ تھا یعنی جادو نہیں کیا تھا۔ اور اگر مر گیا تو وہ اسی لایق ہے کہ مرے۔

وَمَا يَدْعُو جُزْيَةَ أَنْ تَبْلُو | يَكُونُ حَفِيرَهَا الْبَطْلُ الْجِيدُ
 اور مجزیہ کو یہ خبر ہی نہیں کہ میرے تیر کا ترکش بہادر و توانا مرد ہو کر رہا ہے۔

عنترہ کھلاے عرب میں سے ہے۔ فتوت و مروت۔ سخاوت و شجاعت۔ جہانم دی شہسوار کی فصاحت و بلاغت ہر ایک میں یگانہ روزگار تھا۔ خوف و ہراس سے بالکل نا آشنا اور جنگ میں آگے بڑھ کر لڑنے والا تھا۔ شہداء و مصائب کے وقت میں اسکی قوم اس سے فریاد رسی کی متوقع ہوتی اور لڑائی بھڑائی میں اسی کا نام ہر ایک کی زبان پر ہوتا تھا۔ جاہلیت کے خیال کے مطابق یہ جامع صفات حمیدہ تھا۔ اس طرح کے آدمی کی وہ دل سے تعظیم کرتے اور اسکی عادات و اخلاق کو نمونہ سمجھتے تھے۔ شنفری۔ اور تابک شتر اور عنترہ ان کی دانستہ ہر طرح سے قابل تعریف ہیں۔ درندوں کا مقابلہ کرتے وقت بھی مہی بیباکی و شجاعت عنترہ میں دکھائی دیتی ہے جو جنگ

میں آویسوں کا مقابلہ کرتے وقت دکھائی دیتی ہے۔ ابن اسماعیل یہ قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز غنمہ اپنے باپ کے مویشی چرا رہی تھی۔ جنگل میں سے ایک شیر نے شکار بوشیونگو دق کرنا شروع کیا۔ غنمہ نے جھٹ اپنی تلوار زمین پر پھینک اس شیر پر حملہ کیا اور اس سے لپٹ کر اسے پھیلا دیا اور یہ شعر پڑھتا رہا۔

قَاتِلُهَا السَّبْعُ الْهَجْوُ مَعْلَى الرَّدَى أَسْرَدُ أَمْوَالِي تَكُونُ مَبَاحَةً شَرَّدَتْ أَعْنَانِي وَلَمَرَّتْكَ عَالِمًا هَذِي فِعَالِي فِيكَ يَا كَلْبَ الْفَلَا لَوْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا نَلْتَقَى لَمَرَّتْ نَحْوِي تَبْتَنِي صَيْدًا فَقَدْ	هَاقْدُ لَقَيْتُ مُعْتَرَاً مِنْهُو بَا هَاقْدُ نَسَكْتُكَ بَالِدًا مَحْضُو بَا إِنِّي هَزَبْتُ سَلَاةً مَهْيُ بَا هَلَا سَيَهْدُتُ مَوَاقِعًا وَحُرُوبًا مَتَى رَفَضْتَنِي لِحِمَا مَشْرُوبَا وَا فَانْ حَتْفُكَ عَاجِلًا مَصْبُوبَا
---	--

حارث بن حلزہ شکاری و بکری۔ اس قصیدہ کا قصہ ابن الکلبی نے یوں بیان کیا ہے کہ عمرو بن ہند شاہ حیرہ نے بنی بکر و بنی تغلب میں صلح کرادی تھی جو ایک عرصہ تک رہی۔ بعد ازاں بادشاہ نے ایک قافلہ بنی تغلب کا کوہ طی کی طرف کسی غرض سے روانہ کیا وہ قافلہ ایک مقام میں جو بنی بکر کی حد میں تھا جائزہ انہیں دمان پانی کی اسی تکلیف ہوئی کہ ان میں سے کئی پیاسے مر گئے۔ جو باقی بچے انہوں نے جا کر اپنے قبیلہ الوان سے یہ گلہ کیا کہ بنی بکر نے ہمیں اپنی حد سے نکال دیا۔ اس سبب سے ہم میں سے کئی مارے پیاس کے ٹرپ ٹرپ کر مر گئے۔ بنی تغلب نے جو کچھ سنا اسے رتی رتی جا کر بادشاہ کو بتایا بادشاہ اس ظلم و عہد شکنی کے ماجرے کو شکر متاسف ہوا اور بنی بکر سے باز پرس کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا اہتمام ہے۔ جو ہمارے سر تقویا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم نے انہیں پانی بھی دیا اور راہ بھی بتائی۔ غالباً یہ راہ بھول گئے اور اپنی غلطی کے لیے ہمیں قصور وار ٹھہراتے ہیں۔ بعد ازاں حارث نے اپنا قصیدہ بدامنتہ پڑھا۔ قصیدہ پڑھتے وقت کمان پر تکیہ کئے ہوئے تھا۔ جو ش غنمہ میں کچھ خیال نہ رہا۔ کمان کی نوک اُسکے کف دست کو چیر کر دبا رہو گئی۔ یہ شاعر کوڑھی تھا۔ اس لیے بادشاہ نے اپنے سامنے ایک پردہ ڈال لیا

لیکن جب اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہنے شروع کیے تو وہ بادشاہ کو اس قدر بچلے معلوم ہوئے کہ وہ اسے اپنے قریب بلانا لگیا یہاں تک کہ پردہ اٹھا کر اسے خاص اپنے تخت پر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ حارث اپنے قصیدہ کو عرب کے مستحکم کے موافق تشبیہ کے شروع کرتا ہے۔ یہ ڈھنگ عام ہو گیا تھا اسما، اسکی محبوبہ کا نام تھا۔ مطلع کے پہلے ہی مصرعہ میں اعلان مغارت ہے۔ ع آذَنَّا لِبَيْنِهَا اَكْثَمَاءُ اور جو بقراری اور آہ و زاری عاشق کا حصے اس کا بیان اس طرح کرتا ہے ۵

لَا اَرَى مِنْ عَهْدِكَ فِيهَا فَا بَكَ | اليَوْمَ دَكَّاهَا وَ مَا يَحْيِيُرُ الْبِكَاءُ
آگے جا کر وہ ان احسانات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسکی قوم نے بادشاہ کے ساتھ کی تھیں اور بنی تغلب اور ان کے سردار عمرو بن کلثوم پر جو عین اور تعریفیں کی ہیں۔ جب حارث اس قصیدہ کو سنا چکا تو بادشاہ نے بنی بکر کو سارے الزامات سے بری کر دیا اور بنی تغلب کے انگریز جھوٹ و فریب کے سبب سخت متنفذ ہوا اور اس بات کے درپے ہوا کہ کسی طرح انہیں ذلیل فرما کرے۔ چنانچہ موقع پا کر عمرو بن کلثوم کی مان سے خادمانہ کام لینا چاہا۔ اس نازیبا حرکت کا جو انجام ہوا اسکا ذکر عمرو بن کلثوم کے بیان میں ہو چکا۔ حارث کے اس قصیدہ کی تعریف جہاننگ کرین تھوڑی ہے۔ فی البدیہہ ایسا بلوغ و پُر معنی قصیدہ کہنا نہایت دشوار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کے شعراء کلام میں کیسی قدرت رکھتے تھے۔ انکی فصاحت کی بھول بھڑی قیامت تک اپنا جلوہ دکھاتی رہے گی ۵

لے گئے الفاظ اپنے سنگ استادان فن | دھونڈتے ہیں پر خلص بھی نیا ملتا نہیں
حارث نے بھی سن رسیدہ ہو کر چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں وفات پائی۔
مذکورہ بالا شعراء کے قصائد کے علاوہ ان میں سے اکثر کے دیوان بھی آج تک موجود ہیں۔
امراء القیس طرّفہ۔ زہیر۔ اور غنترہ کے دیوان بہت مشہور ہیں ان دواوین میں ان کے سارے اشعار جو انہوں نے مختلف مواقع پر کہے جمع کیے گئے ہیں۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شعراء قصائد میں ہیں وہی ان اشعار میں بھی ہیں۔

۱۵۔ اسماء نے ہمیں اپنی جدائی کی خبر سنائی ۱۲
۱۶۔ جس محبوبہ میں مقام مذکورہ میں ملا تھا ایسے دیوان نہیں لکھتا ایسے جزنا زوہان و تماروں مگر نالہ و زاری سکھاتا لگتا

نماذج جاہلیت میں تین شاعر اور بھی گننے میں جو اپنی مخصوصی کے سبب شہرہ آفاق ہیں اور عرب کے نزدیک امر القیس سے کی طرح کم نہیں

اول۔ نلبغہ ذبیانی۔ زیاد بن معاویہ اسکا نام اور ابو امامہ اسکی کنیت تھی۔ ابو عبیدہ اسکے بارہ میں کہتا ہے: "هُوَ مِنَ الطَّبَقَةِ الْأُولَى الْمَقْدُونِينَ عَلَى سَائِرِ الشُّعْرَاءِ" کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اسکا لقب نالبغہ پڑ گیا۔ شعر سخن میں یہ مانا ہوا استاد تھا۔ سوق عکاظ میں اس کے واسطے چمڑے کا خیمہ منصوب کیا جاتا تھا جس میں عرب کے شعراء جمع ہوتے تھے۔ اسکی عمر کا بڑا حصہ شاہوں کے درباروں میں بسر ہوا۔ نعمان بن منذر البوقا بوس۔ شاہ حیرہ۔ اسکا مرتبی تھا۔ اسکے درباریوں میں یہ سب زیادہ مغز و محترم سمجھا جاتا تھا۔ مدت مدید تک دیان بڑے چین دارام سے رہا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اُسے اپنی زوجہ ملکہ شجرہ کے حسن کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھنے کو کہا۔ اس نے اشعار میں شاہزادی کے خطا و خال ایسی خوبصورتی اور صحت سے بیان کیے جس سے بادشاہ کے دل میں آشنائی کا شبہ پیدا ہوا۔ چنگیزوں اور غمانوں نے بادشاہ کا رخ پلٹا دیکھ کر اس موقع کو غنیمت جانا اور اُس پر یہ اتہام بھی رکھا کہ اس نے اپنی بوجھ بھی کہی ہے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور نالبغہ کو دھمکا یا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہاں جان کی خیر نہیں تو دیان سے بھاگا اور عمرو بن حارث غسانی کے پاس پناہ لی اور دیان سے ایک قصیدہ لکھ کر نعمان کے پاس بھیجا جس میں وہ بڑی بلاغت کے ساتھ اپنے کو نے ادبی و گستاخی سے بری ثابت کرتا ہے۔ اور بادشاہ سے انصاف و رحم کا خواہاں ہوتا ہے

قصیدہ کا مطلع یہ ہے

يَا دَارَ مَيَّةَ فِي الْعُلَيَّاءِ فَالْتَمِدْ	أَقْوَدْتُ وَهَلْ عَلَيْكَ سَأَلْتُ إِلَّا بَدْ
نعمان کی تعریف میں کہتا ہے	
فَتِلْكَ مُبْلِعِي النِّعَمَاتِ إِنَّ لَهُ	فَضْلًا عَلَى النَّاسِ فِي الْوَادِي وَفِي الْبُعْدِ
أَفَلَا ادْرَى قَاعِلًا فِي النَّاسِ يَسْتَهْمُ	كَمَا أَحَاشَى مِنْ أَلَا تُؤْ أَمْرًا أَحَدُ
اور اپنی بریت میں کہتا ہے۔	
مَا إِنْ أَتَيْتُ بِشَيْءٍ أَنْتَ تَكْزُهُمْ	إِذَا فَلَا رَفَعَتْ سَوَاطِي إِلَى يَدِي

إِذَا نَفَعَا قَبْنِي رَبِّي مُعَافَاةً هَذَا لَا بِرَأْمِي قَوْلٍ قَدِفْتُ بِهِ	قَرَّبْتُ بِسَاعَتِي مَنْ يَأْتِيكَ بِالْحَسَدِ طَارَتْ نَوَافِلُهُ حَرَّاهِي عَلَى لَكِدِي
بادشاہ کو اس قصیدہ سے اپنے قدیم منگوار و ندیم پر رحم آیا۔ حسن اتفاق سے بادشاہ کو یہی معلوم ہو چکا تھا کہ ملکہ منجدرہ کا آشنا نابغہ نہیں بلکہ منتقل شیکری ہے۔ لہذا اسکے دل کے سارے انگڑوں رفع ہو گئے۔ اور ان کا خیال جاتا رہا۔ نابغہ یہ سنتے ہی پھر حیرہ کو واپس آیا اور کچھ عرصہ تک نعمان کے ساتھ رہ کر اپنے وطن کو چلا گیا اور نہایت سُن ہو کر شہر میں جان بحق ہوا۔ اسی سال اسکے مہین نعمان بن منذر کسری بن ہریر پر وزیر کے نام سے قتل ہوا۔ اور خاندان لخمی حکومت حیرہ سے منقطع ہو گیا۔ عمرو بن الحارث الاصغر غسانی کی تعریف میں بھی اس نے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے ۵	
وَقَفْتُ لَهُ بِالْغُرِّ إِذْ قِيلَ قَدْ غَرَّتْ كَتَابُ مِنْ عَسْتَانِ عَيْرُ أَشَائِبِ	
شاہان غسان ہی کی تعریف میں اُس نے یہ بے نظیر شعر کہے ہیں ۵	
وَالْعَيْبَ فِيهِمْ عَيْرَانُ سِيُونُ فَهْمُ يَضْرِبُ بِزَيْلِ الْهَامِ عَنْ سَكَنَاتِهِ لَهُمْ شَيْئَةٌ لَمْ يُعْطَهَا اللَّهُ عَذِيبُهُمْ جَلَّتْهُمْ ذَاتُ الْإِلَهِ وَدِيَهُمْ	يَهَيِّئُ فَلَوْكَ مِنْ قَرَارِجِ اللَّتَائِبِ وَطَعْنِ كَايْزَاعِ الْحَاظِ الضُّوَارِبِ مِنْ الْجُودِ وَالْإِخْلَاصِ عَيْرُ عَوَازِبِ قَوْنُهُمْ فَمَا يَرْجُونَ عَيْرُ الْعَوَازِبِ
بعض روایات کے مطابق نابغہ عیسائی تھا۔ مگر یہ امر مشکوک ہے کہ اس کا اصل دین کیا تھا۔ اس میں کلام نہیں کہ حیرہ و غسان کے مسیحی علماء کا بہت بڑا اثر اس پر ہوا۔ اسکے اشعار نہایت رقیق ہیں اور عجیب طرح کی سنجیدگی اُن میں پائی جاتی ہے۔ اطلاق کی اصلاح و درستی کو یہ لازم جانتا اور خونِ خیر میں زندگی تمام کرنے کو افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض اور صادق القول تھا۔ اسکے قصائد مدحیہ میں جتنی و خوش طبعی۔ رنگینی و صداقت بیانی۔ فصاحت و بلاغت بھری ہیں۔ اسکے دیوان میں اسکے سارے قصائد جمع کیے گئے ہیں۔	
دوم۔ انعمشی۔ مینون بن قیس بن جندل اس کا نام اور ابو بصیر اس کی کنیت تھی یہ شاعر تمامہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور شعر گوئی میں کامل تھا۔ ابو الفرج اصفہانی کتاب اللغات	

میں کہتا ہے۔ "هُوَ أَحَدُ الْأَعْلَاءِ مِنْ شُعْرَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَخُو لِهَجْرٍ وَقَدْ مَدَّ عَلَى سَائِرِهِمْ۔ وَكَانَ قَوْمُهُ بَقِيَّةَ مُؤَنِّ الْأَعَشِيِّ عَلَى سَائِرِ الشُّعْرَاءِ" مع و ہجو اشعار سخن کے سارے فنون میں کمال تصرف و دسترس رکھتا تھا۔ اس نے شاعری کو محاش پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنالیا تھا۔ اپنے اشعار لیکر دور دور کی سیر کرتا اور دولتمندوں اور نونگروں کی مدح کر کے ان سے بہت انعام حاصل کرتا تھا۔ یہ اپنے اشعار لگا کر پڑھتا تھا اسی سبب سے عوام میں صنّاجۃ العرب کے نام سے مشہور تھا۔ عرب کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں یہ شاعر نغمہ نگار اور مطرب نہ خوشنوا گیا نہ ہو۔ ہجو گوئی میں ایسا ماہر تھا کہ اکثر اسکی ہجو کے خوف سے اغنیاء اسکے دشمن و منعم بن جاتے تھے۔ حیرہ اور نجران کے عیسائیوں کے ساتھ اسکا دوستانہ ارتباط تھا۔ غالباً انہی کی صحبت میں اس نے قیامت اور عقبی کی باتیں سیکھیں۔ اس نے اپنے اشعار میں ہر طرح کی مے کی تشریف کی ہے۔ یہ اپنی جشن لونڈی ہریرہ پر عاشق تھا اور اسکی تشریف میں بہتے شعر کہے ہیں۔ اس لونڈی کی آواز بڑی میٹھی اور سُر ملی تھی اور وہ اکثر اپنے آقا کا دل اپنی خوش الحانی سے شاد کرتی تھی جب یہ شوق حکما ظ کو جاتا تو ایک غریب آدمی مہلب کے ہاں ٹھہرتا۔ اُس کے پاس آٹھ بیٹیاں تھیں۔ آغشی نے ہر سال اُسکی مہمان نوازی کی ایسی تشریف اشعار میں کی کہ رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے اُسکی آٹھوں بیٹیوں کی شادی اچھے خوشحال آدمیوں کے ساتھ ہو گئی۔ ایک دفعہ اس نے ایک مشہور شخص اسود العنسی کی مدح میں ایک نہایت بلیغ قصیدہ کہا۔ اُس نے خوش ہو کر اسے بہت کچھ انعام میں دیا۔ لوٹتے وقت اسے بنی عامر کی حد سے گذرنا پڑا۔ اسے یہ خیال ہوا کہ شاید بنی عامر مجھے لوٹالین۔ لہذا ایک سردار علقمہ بن علاثہ سے جا کر پناہ مانگی۔ اس نے کہا کہ میں نے تجھے انس و جن سے پناہ دی۔ اس جواب سے آغشی کی تشفی نہ ہوئی۔ چنانچہ وہ ایک دو کمر سردار عامر بن الطفیل سے پناہ کا خواہاں ہوا۔ عامر بن الطفیل نے کہا کہ میں نے تجھے انس و جن اور موت سے پناہ دی۔ آغشی نے بوجھا کہ تو نے مجھے موت سے کیونکر پناہ دی۔ اُسے خواب دیا کہ اگر میری پناہ میں مر جائے تو میں تیرے قبیلہ کو تیرا خون بہا دے دوں گا۔ اسے ایک قصیدہ

حضرت محمدؐ کی مدح میں کہا اور اُسے لیکر حضرت امی کی طرف چلا۔ مگر ابو سفیان نے سوا دنٹ دیکر اُسے اُسکے وطن کی طرف الٹا لوٹا دیا۔ ۲۹ سالہ میں اسنے وفات پائی۔ اور مدفونہ میں دفن کیا گیا۔ ایک سیاح کا قول ہے کہ میں میخواروں کو اسکی قبر پر شراب ڈھالتے دیکھتا ہوں۔ **سوم** علقم بن عبدہ - یہ بنی تمیم میں سے تھا اور لوگ اسے الفحل بلاتے تھے۔ اُس نے غسان کے شاہزادہ الحارث بن جبلة کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا جس میں اپنی قوم بنی تمیم کے اسیروں کے واسطے یہ عرض بادشاہ کے آگے پیش کی کہ وہ رہا کر دیے جائیں۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

إِلَى الْحَارِثِ الْوَهَّابِ اعْمَلْتُ نَاقِيًا | لِكُلِّ كَلِمَةٍ وَالْقَصْرِ كَيْنٌ وَجِيہًا

حارث کی مدح میں یہ شعر کہے ہیں۔

وَ أَنْتَ الَّذِي أَنَا رُكَّةٌ فِي عُدُوِّهِ | مِنَ الْبُؤْسِ وَالنَّعْمِ لَهْوٌ نُدُّكَ
وَفِي كُلِّ حَيٍّ قَدْ حَبَطْتُ بِنِعْمَتِهِ | فَحَقُّ لِي شَأْسٌ مِنْ كَذَلِكَ دُنُوِّكَ

شاعر کی منت و ساجت کا رگر ہوئی اور قیدی آزاد کر دیے گئے۔ طنز و تلحیح اور طعن و تشنیع میں یہ شخص کامل درجہ کا ملکہ رکھتا تھا۔ زنان گلغام و حسینان نازک اندام کی مذمت بڑی تند و تلخی کے ساتھ کی ہے۔ یہ مرد کی نادانی ہے کہ اُنکے حسن و لہریب کے ام میں پھنسکر اُنکے ستم کو کرم اور جفا کو وفا سمجھتا ہے۔ قدتی تشبیہات اسکی بڑی دلچسپ ہیں۔ اسی نے اپنی نافرمانی کو تیز رفتاری میں اڑتے ہوئے شتر مرغ سے مشابہ کیا ہے۔ اس کے مداح اسے امر الفیس کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔

زناہ جاہلیت میں تائب شتر اور شتر مرغ اپنی دلیری و شجاعت۔ تیز رفتاری و ہرنی طاقت جسمانی اور قوت شعر گوئی کے سبب بڑے مشہور گردے ہیں۔ تائب شتر کا اصلی نام ثابت بن جابر بن سفیان تھا۔ یہ قبیلہ فہم میں سے تھا۔ غارتگری و لوٹ مار میں مصروف رہتا اور بنی ہذیل کا جانی دشمن تھا۔ اسکے نام سے اسکے دشمنوں کے روگٹے کھڑے ہوتے تھے یہ راہیل العرب میں شامل ہے۔ اسکا نام تائب شتر لوین پڑ گیا کہ ایک دفعہ یہ اندھیری رات میں کہیں گیا۔ راستہ میں ایک شیر ملا۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک غول بیابانی ملا۔ اس نے اسے جان سے مار دیا اور صبح کے وقت اپنے اہل
کے آگے اسے لا کر ڈال دیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولے۔ لَقَدْ تَأَبَّطُ شَرًّا اے ایک روایت یہ بھی ہے کہ
ایک روز کسی نے اگر اسے پتکارا۔ خیمہ کے اندر سے اسکی مان بولی "اِنَّهُ قَدْ وَجَّهَ وَنَا بَطَشْتَا"
وہ اپنی ایک نظم میں اپنے بارہ میں کہتا ہے ۵

فَلَيْلٌ حَمْرَاءُ النَّوْمِ اَكْبَرُ هَيْبَةٍ اَكْمَرُ النَّفَارِ اَوْ يَلْقَى اَكْمِيًّا مُسْتَعْمِلًا

وہ تھوڑی اور چوکتی نیند والا ہے اور اسکا بڑا قصہ انتقام و قصاص ہے اور یہ کہ بہادر جفاکش سے لڑے۔
یہ ہر سال شہید جمع کر نیکی لیا گیا غار میں جو بلا ہڈیل میں واقع تھا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ
وہاں گیا تو بنی لحیان کو جو ہڈیل کی ایک شلخ تھے اس امر کی خبر ملی۔ انہوں نے اگر غار کے
دبانہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اسے پکار کر کہا کہ لے نکل۔ اس غار کا دوسرا دبانہ اندر
ہی اندر وہاں کوہ تک پہنچتا تھا۔ تا بَطَّ شَرًّا نے اپنی جان بچانے کی یہ ترکیب کی کہ ایک
چٹان پر ساما شہید جو جمع کیا تھا اُنڈیلا اور شہید کا مشکیزہ اپنے سینہ سے باندھ و مان سے
رپٹ پڑا۔ اور دوسرے دبانہ کی نرم زمین پر رہتا ہوا اگر گرا۔ بنی لحیان دیکھتے کے دیکھتے
رہ گئے اور یہ صبح و سالم اپنے گھر کو لایا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے وہ کہتا ہے ۵

فَرَسْتُ لَهَا كَصَدِيقِي فَرَسْتُ عَنْ الصَّفَا رِبْ حُجُوْهُ جُوْهُ عَنِيْ قَامَتْ مِنْ مَحْضَرٍ

پس میں نے اس دوست کو ام کے لیے اپنا سینہ بچھا دیا سو وہ صاف چٹان سے پھسل گیا
جبکہ وہ اُٹھتا ہوا سینہ اور بار یک کمر تھا۔

فَخَانَتْ سَهْلًا اَلَا دَخِلَ لَهَا كَيْلُهَا الصَّفَا رِبْ كَدْحَةٌ وَ الْمَوْتُ خَرِيَاتٌ يَنْظُرُ

پس میرا سینہ صاف اور نرم زمین پر پہنچ گیا ایسے حال میں کہ پتھر نے بسبب اپنی
صفائی کے میرے سینے میں کچھ خراش نہ کیا تھا۔ اور موت کھسانی اور ذلیل ہو کر مجھے دکھتی تھی۔
(کیونکہ میں باوجود اسباب موت کے موجود ہونے کے اچھوتا نکل آیا۔)

فَأَنْبَتُ اِلَى فَهْمٍ وَلَهُ الْآثِبُ اَكْمَرُ مِثْلَهَا قَارَقَتْهَا وَ اِيْهِ تَصْفِيْ

پس میں بنی فہم میں لوٹ آیا حالانکہ لوٹنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اور بہت دفعہ میں نے
موت کو اس طرح چہوڑا کہ وہ غل مچاتی رہ گئی۔

سَابَطُ شَرًّا بِلَا دُخْلٍ مِّنْ مَّارَگِیَا اور اسکی لاش ایک خار میں جکنا نام رخمان تھا
پھینک دی گئی۔ یہ شہہ عین مار گلیا۔ اسکی موت پر دو مرثیے کہے گئے ہیں۔ ایک
مرثیہ اسکے بھانجے کا کہا ہوا اور دوسرا اسکی ماں کا ہے۔ اسکے بھانجے نے اپنے مرثیے
میں اس طرح اسکا بیان کیا ہے۔ ۵

سَتَامِسٍ فِی الْقَمْرِ حَتَّىٰ إِذَا مَا | ذَكَرَتِ الشَّعْرَىٰ قَبْرَهُ وَظِلَّ
وہ موسم سرما میں آفتاب والا تھا۔ اور جب ستارہ شعریٰ طلوع کرے یعنی سخت گرمی
ہو تو آبِ خنک اور ٹھنڈا سایہ تھا۔

يَا لَيْسَ الْجَبَّيْنِ مِنْ غَيْرِ بُوَيْسٍ | وَنَدَى الْكُفَّيْنِ شَهْمَ مَدَلٍ
اُسکی دونوں کوکین بے فخر و افلاس بٹی ہوئی تھیں اور وہ سخی اور بیدار مغرور دشمنوں
سری جانب سے پکڑنے والا تھا۔

غَيْثُ هَرْنٍ غَا مَرَّ حَيْثُ يُجَدَىٰ | وَإِذَا تَسَطَّرَ فَلَيْتَ أَبَلَّ
وہ جب بخشش کرتا تھا تو ایسا ہر دینہ تھا جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور حملہ
کرنے وقت پکے ارادہ کا غیر تھا۔

وَلَهُ طُعْمَانٌ أَدْنَىٰ وَثَرِي | وَكَلَا الطَّعْمَيْنِ قَدْ ذَاقَ كُلَّ
اور اُسکے دو مزے تھے۔ شہد اور ایلوا۔ یعنی شہد اور ایلوے کی طرح شیریں و تلخ
تھا۔ اور ہر ایک نے دونوں مزے چکے تھے۔

يَرْكَبُ الْعُوقَ وَحَيْثُ الْوَلَا | يَصْحَبُ إِلَّا الْيَمَانِيَّ الْأَكْلَ
خوف و ہراس پر تنہا سوار ہوتا اور غالب آتا تھا۔ اور اُسکے ساتھ سوائے شمشیر سمائی کے جو
بہ سبب کثرت ضرب کے نہایت دندانہ دار ہوتی اور کوئی نہ ہوتا تھا۔

طَافَ يَنْبَغِي حُجْوَةً | عَنْ هَلَاكِ فَهَلَاكَ
وہ اس لیے گیا تھا کہ مال غنیمت حاصل کر کے فخر و افلاس سے نجات پائے۔ مگر خود ہلاک ہو گیا۔

لَيْتَ شِعْرِي هَمَلَةً | أَمْ شَيْءٌ فَتَلَكْ

کاش مجھ کو جس معاملہ میں بالکل جاہل و گمراہ ہوں یہ خبر ہو جائے کہ کس نے مجھ کو مار ڈالا ہے۔

اَمْرِيضٌ لَمْ تَعُدْ اَمْ عَدُوٌّ خَتَلْتُ

کیا تو بیمار ہو جسکی عیادت نہیں کی گئی۔ یا کسی دشمن نے گھات لگا کر فریب تجھے قابو میں کر لیا ہو۔

قَالَ لَمَّا يَارْصَدُ لَلْفَتَى حَيْثُ سَكَتْ

اور موتیں جوان کے لیے خواہ وہ کہیں جاے گھات لگانے والی ہیں۔

اَيُّ شَيْءٍ حَسِنٍ لَفَتَى لَحْمَ يَكْلَلُ

کونسا اچھا و صاف کسی جوان میں ایسا تھا جو تجھ میں نہ تھا یعنی تو جامع جمیع صفات حمیدہ تھا۔

اِنَّ اَهْرَاقًا دَحَا عَنْ جَوَابِي سَفَلًا سَاغَرَى النَّفْسُ اِذَا لَحْمُ حَبِيبٍ مَّوْنًا لَكَ

کسی سخت مصیبت نے مجھ کو میرے جواب سے روکا ہے۔ اب میں اپنے جی کو صبر بردار لوں گی کیونکہ تو اپنے سائل کو جواب ہی نہیں دیتا۔

كَيْتَ قَلْبِي سَاعَةً صَبْرُهُ عَنْكَ مَا لَكَ كَيْتَ نَفْسِي قَدْ مَمَتْ لِلْمَنَا يَا بَدَلَكَ

کاش میرا دل ایک لمحہ بھی تیری طرف سے صبر کرے پر تلوار ہو۔ کاش تیرے بے مین موت کے لیے پیش کیا جاتی۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک ثقفی جس کا نام ابو دہب تھا تائباً شتر کو راستہ میں ملا۔ یہ ثقفی

ایک بڑا خوبصورت جوڑا پہنے تھا۔ اس نے تائباً شتر سے پوچھا کہ تو وہ بلا پتلا آدمی ہے

پھر تجھے لوگوں غلبہ کیونکر حاصل ہو جاتا ہے۔ تائباً شتر نے جواب دیا کہ جب مجھے کوئی ملجا ہو

میں اسے اپنا نام بتا دیتا ہوں۔ پس میرا نام سنتے ہی وہ کلنے لگتا ہے اور میں اسے لوٹ لیتا

ہوں۔ ثقفی مذکور بھاری بدن کا تھا لیکن بڑا بڈول تھا۔ اس نے تائباً شتر سے کہا کہ تو اپنا

نام مجھے دیدے اور میرا یہ جوڑا تو لے لے۔ تائباً شتر نے یہ منظور کیا اور اپنا نام اسے دے کر اسکا

جوڑا اس سے لے لیا۔ بعد میں ذیل کے اشعار پڑھتا ہوا قبیلوں کے بیچ میں سے گزرا۔

اَلَا هَلْ اَتَى الْحَسَنَاءَ اَنْتَ حَلِيْلُهَا تَائِبُ شَرِّ اَوَاكِنِيْكَ اَبَايَ هَيْبِ

فَاتَيْنَ لَهُ بِأَمْسَى كِبَاسَى وَسَوَاكِي وَآيَنَ لَهُ فِي كُلِّ فَادِحَةٍ قَلْبِي

شغرفی۔ یہ شخص نہایت ہی تیز رفتار تھا۔ جب یہ چھوٹا تھا تو اس کے قبیلہ بنی ازد

کے ساتھ بنی سلمان کی لڑائی ہوئی۔ اتفاق سے یہ سلمان کے ہاتھ آگیا وہ اسے

اپنے سردار کے پاس لیگئے۔ اُس سردار نے اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ ایک روز اُس سردار کی غیر حاضری میں اُسے اُس کی بیٹی کو بہن کر کے خطاب کیا کیونکہ اُسے یہ خیال تھا کہ میں اس کا بھائی ہوں۔ لڑکی نے بہن ہونے سے انکار کیا اور اُسے ایک طمانچہ مارا۔ جب مالک خانہ آیا شنفری نے اُس سے اپنا نسب دریافت کیا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ ازوی ہے اور یہ کہ بنی سلامان نے اُسے بچپن میں گرفتار کر لیا تھا تو قسم کھائی کہ میں بنی سلامان کے سوم و قتل کرونگا۔ ایک دن موقع پا کر چپکے سے چل دیا اور اُس روز سے برابر بنی سلامان کی گھات میں رہا۔ اور جب اُسے کوئی آدمی اُس قبیلہ کا ملجاتا تو اُسکی آنکھ میں تیر مارتا اور پھر اُسکا سر تلوار سے قلم کر دیتا۔ اس طرح اُسے اٹھانوے آدمی جان سے مارے۔ آخر اُسید بن جابر جو اُسکی مانند نہایت جست و چالاک تھا اُسکی گھات میں ایک وادی کے پاس بیٹھا تھا جب شنفری پانی پینے کے لیے وہاں گیا تو اُسید نے اُسے پکڑ لیا۔ بنی سلامان کے اور بھی آدمی وہاں تھے ایک نے تلوار سے اسکا ایک ہاتھ اڑا دیا۔ اُس نے وہی تلوار اُس آدمی سے چھین کر اُسکے منہ پر ماری۔ وہ شخص مر گیا۔ اب اسکے مقتولوں کا شمار اُنکا تو ہو گیا۔ جب دشمنوں نے اُسکے ہاتھ اور پاؤں باندھ لیے تو اُس سے دریافت کیا کہ قتل کیے جانے کے بعد کہاں دفن ہونا چاہتا ہے۔ اُسے جواب میں یہ تین شعر کہے۔

لَا تَقْبِرُونِي اِنَّ قَبْرِي مُحَمَّدٌ اَعْلَيْكُمْ وَ لَكِنَّ اَبْسَرِي اَهْلُ عَامِرٍ

تم مجھے دفن نہ کرنا۔ تحقیق میری تدفین تم پر حرام ہے۔ لیکن تو اسے گفتار! خوش ہو (گفتار ایک مردار خوار جانور ہے)

اِذَا اَحْتَمَلُوا اَمْسِي وَ فِي الرَّامِ الْكُفْرُ وَ عَوْدُ رَعْدِ الْمَلِئَقِ شَدَّ سَاوِي

جبکہ وہ لوگ میری سرکھٹا لجا دیں۔ اور سر ہی میں میرا بڑا حصہ ہو۔ اور باقی بدن کو قتل میں چھوڑ دیں

هَذَا لَكَ لَا اَكْجُو حَيًّا اَوْ مُتًّا اَلَيْسَ اِلِيْ مُبْسَلًا بِالْجُرْأَنِ

جبکہ میں اپنی خطاؤں میں ماخوذ ہوؤں تو اسوقت ایسی زندگی کی جو مجھے ہمیشہ خوش کرے ذرا بھی امید مجھے نہیں۔

انہوں نے اُسکی درخواست کے مطابق اُسے قتل کر کے سر اپنے ساتھ لے لیا

اور لاش میدان پر چھوڑ دی۔ کچھ دنوں کے بعد نبی سلامان کا ایک آدمی اس کے قتل کی طرف سے گذرا اور شنفری کی کھوپری زمین پر پڑی دیکھ کر ایک لات اسے ماری۔ (یہاں روایت میں کچھ غلطی ہے۔ اگر قاتل سر اپنے ساتھ لے گئے تھے تو پھر قتل میں سر کہاں سے آیا۔ غالباً وہ سر بھی لاش ہی کے ساتھ چھوڑ گئے تھے) اتفاق سے کھوپری کی ہڈی کا ایک ٹکڑا ان کے پاؤں میں گھس گیا۔ زعم اندر ہی اندر یہ بتا اور مڑتا گیا اور کی طرح اچھا ہوا۔ آخر وہ آدمی مر گیا۔ یوں شنفری کی قسم پوری ہو گئی۔ یہ شخص اپنی ایک نظم موسوم بہ لامیۃ العرب کے سبب بہت مشہور ہے اس قصیدہ لامیہ کا شروع یہ ہے عَزَّيْمُوْا اَبْنٰی اُمّی صَدُوْرًا مَّطِيْعًا
اس میں اس نے نہایت بلیغ لفظوں میں مرد جواد و شجاع کی تصویر کھینچی ہے۔ بعض نکتہ چین کے نزدیک اس نظم کا مصنف خلف الاحمر ہے۔ خواہ مصنف کوئی کیوں نہ ہو نظم اپنے ڈھنگ میں یگانہ و ہمیش ہے عرب کی طبیعت کے خواص میں خوبی و صفائی۔ اور فصاحت و بلاغت کے تمام اس میں بیان ہوئے ہیں ایسے اور کہیں بیان نہیں ہوئے۔ یہ نظم دراصل ان کے خیالات و اخلاق کا آئینہ ہے۔ عرب کے نزدیک جو فضائل حمیدہ و پسندیدہ خیال کیے جاتے ہیں انہیں شاعر کی زبان آتش بارنے جھونکھڑی کی مانند روشن کر دکھایا ہے۔ شنفری کا نام ضرب البش ہو گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں ”اَعْدٰی مِنَ الشَّنْفَرٰی۔ تَابَطْ شَرًّا۔ عمرو بن براق اور شنفری تینوں نہایت تیز رفتار تھے اور اکثر مل کر لوٹ مار کرتے تھے۔ شنفری اس عین قتل کیا گیا۔
مذکورہ شعراء کے علاوہ اور بھی بہت سے شاعر ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر طرح طرح کے اشعار کہے ہیں۔ مگر ان سبہوں کا ذکر بیان نہیں ہو سکتا اس لیے جو بہت مشہور ہیں فقط ان کا ذکر کرتے ہیں
ابولیسلی احسان بن قیس۔ یہ شاعر زیادہ تر الثابتۃ الجودی کے نام سے مشہور ہے
یہ نابغہ دبستانی کا ہمعصر تھا اور اس سے زیادہ سن ہو کر مرا۔ یہ ضیف تھا اور دروزے کہتا
اور قیامت کا قاتل تھا۔ یہ کچھ اور پر سو برس کا ہو کر اصفہان میں ۶۹۸ء میں مرا۔ اس کے
ذیل کے دو شعر اکثر نقل کیے جاتے ہیں۔ ۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا شَرِّکَ لَہٗ	مَنْ لَمْ یَقْلَمْہَا فَنَفْسِہٖ ظَلَمَہَا
اَلْحَافِظُ السَّرَافِعُ السَّمَاءُ عَلٰی	اَلْاَرْضِ وَاللَّحْرِ یَعْنِیْ تَحْتَہَا دَعْمَہَا

مُتَخَلِّ بن الحارث اللشکری - یہ شاعر نعمان بن المنذر اللخمی - شاہ جیرہ کی زوجہ ہند پر جو متعزودہ کے نام سے مشہور بھی عاشق تھا۔ یہ عورت سرپا حسن و جمال تھی اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ ایک دفعہ متخل نے اسے قصر خورنق کے پائین باغ میں سہیلیوں کے ساتھ سیر کرنے دیکھا اور اسکی خوبصورتی کو دیکھ کر اسپر فریفتہ ہو گیا۔ ادھر یہ بھی اسکی جوانمردی و شرافت خاندان کا حال سن کر اس پر شفیقتہ ہو گئی۔ کچھ عرصہ تک بادشاہ کو ان باتوں کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک دن ان دونوں کو اپنی آنکھ سے ایک جگہ بیٹھے دیکھ لیا اور فوراً اسے قید کرنے کا حکم دیا۔ یہ شخص پھر قید سے رہا نہ ہوا۔ آج تک کسی کو علم نہیں کہ یہ کس طرح مرا۔ غالباً بادشاہ کے حکم سے قید خانہ میں قتل کیا گیا۔ اس نے ایک مشہور نظم کہی ہے جس میں اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور ہند کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

يَا هَيْدُ مَنْ لَيْدَتِي هَا | يَا هَيْدُ لِلْعَانِي الْاَسِيرِ

ای شاہزادی ہند کی مدح نابغہ نے کی تھی جس سے بادشاہ کے دُشمن آشنائی کا ثبوت ہوا تھا
عبد الشارق بن العزی جہنی - یہ شخص نہایت انصاف پسند تھا۔ ایک دفعہ بنی حنین اور بنی ہشہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ فریقین نے بڑی شجاعت دکھائی۔ اور نہر میت سیکو بھی نہیں ہوئی۔ شاعر نے منصفانہ طور پر دونوں کی بہادری کی داد اپنی نظم میں دی اور یہ مشہور شعر کہا ۵

فَتَا بُنَا يَا لَيْلٍ مَسَاحُ مَكْسَرَاتٍ | اَوَا بِنَا بِالسُّيُوفِ قَدْ اُخْنِنَا

عسودہ بن الورد - یہ شخص عسبی تھا۔ مہمان نواز اور بھوکے پیاسوں کا بڑا مددگار تھا۔ اسی سبب سے اسے عسودہ الصعاليہ کہتے تھے۔ شجاعت و شہسواری میں بھی بڑا مشہور ہوا ہے اس نے ایک لوندی سے جب کا نام سلی تھا شادی کی تھی۔ اسکی وہ لطیف نظم جو جبکا مطلع یہ ہے ۵

لِحَا اللّٰهِ صُغْلُوْكَ اِذَا جَوَّ لَيْلُهُ | مَصَّافِي الْمَشَاشِ اَيْقَانُ لَيْلِهِ

خدا لعنت کرے ایسے فقیر جو زمہ داری کا دوست اور ہر کھیل سے مانوس ہے جب رات ہو جائے۔ ایک موقع پر اپنی زوجہ کو خطاب کر کے کہتا ہے ۵

دَعَيْنِيْ اَطْوَتْ فِي الْبِلَادِ عَلَيْنِيْ | اَوَيْدُ غِنًى فِيْهِ لِيْذِي الْحَيِّ حَمَلِيْ

تو مجھے چھوڑ دے کہ میں شہر و ن میں خوب بھرون۔ شاید میں ایسی تو انگری حاصل کروں جس سے حقدار کے بوجھ اٹھائے کا موقع ملے۔

اَلَيْسَ عَظِيْمًا اَنْ تَلْمِزَ مَصْلِحَةً | وَلَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْحَقِّ مَقْوَلٌ

کیا یہ بڑی بات نہیں کہ لوگوں پر مصیبتیں آئیں اور ادا سے حقوق میں ہم پر سبب افلاس کے اعتماد نہ ہو۔

فَاِنْ نَحْنُ لَمْ نَمْلِكْ دِفَاعًا يَحْدِثُ | تَلْمِزُ بِيْهِ الْاَيَّامُ فَالْمَوْتُ اَجَلٌ

کیونکہ ہم اگر ان مصائب کو جو زمانہ لوگوں پر لائے دفع نہ کر سکیں تو موت ہمارے لیے زندگی سے کہیں بہتر ہے ایک دفعہ اسکی قوم کے چند آدمیوں کے بیشتر دشمن لوٹ کر لے گئے۔ انہوں نے عہدہ کئے آگے۔ ہمارا حال بیان کیا اور مدد چاہی۔ یہ جھٹ انکی مدد کو طیار ہو گیا۔ بیوی کو خوف ہوا کہ کہیں لوٹ مار کرتے وقت ملا نہ جائے۔ لہذا اسے اسکے قصد سے باز رکھنا چاہا۔ اس نے اس کی بات نہ مانی اور کہا ۵

اَدْنَى اَمَّ حَسَّانَ الْعَدَاةَ تَلْقَى مِثْلِيْ | تَخَوُّ فِتْنِيْ الْاَعْدَاءِ النَّفْسُ اخْوَدُ

میں اپنی ام حسان کو دیکھنا ہوں کہ وہ غارت گری کے معاملہ میں جبکہ ملامت کرتی ہو اور دشمنوں سے ڈراتی ہے اور نفس تو ڈر لوک ہوتا ہی ہے۔

لَعَلَّ الَّذِيْ خَوَّفْتِنَا مِنْ اَمَامَتَا | يُضَيِّدُهُ فِيْ اَهْلِهِ الْمَخْلِفُ

شاید جس ہوش کے آگے آنے سے توہین ڈراتی ہو اس سے غارتگری سے بچے رہ جائو لاچار اہل عیال ہیں اسی نظم میں جس میں سے شعر سابق سے گئے ہیں وہ اپنی غربا پروری و جہان نوازی کا پورا بیان کر رہا ہے۔ عہدہ کو ایک آدمی نے جس کا نام طہیہ تھا قتل کیا۔ راوی اس کے قتل کی تاریخ ۱۹۷ھ بتاتے ہیں۔ اسکا ایک یوان پر حبشین اسکے سدا اشعار جمع کیے گئے ہیں برج بن زیاد العبسی۔ یہ شاعر مکلاؤ عرب میں سے ایک ہے۔ قیس کے بھائی مالک بن زہیر العبسی کے قتل پر بڑے دردناک مرثیے کہے ہیں۔ جاہلیت کے خیال کے مطابق ساری باتوں میں کمال رکھتا تھا۔ تیر اندازی۔ تیر فتاری۔ شہسواری کتابت اور شعر گوئی ہر ایک میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ کلام اسکا سلیس اور فصیح ہے اور تشبیہات اور استعارات نہایت دلچسپ اور پر لطف ہیں۔

مہملہل بن ربیعہ - یہ شخص شعراء متقدمین کا مانا ہوا استاد ہے۔ اس نے اپنے بھائی کلیب بن ربیعہ پر جو بنی تغلب کا سردار تھا اور جسے جساس نے قتل کر دیا تھا بڑے دردناک و حسرت خیز مرثیے کہے ہیں۔ جب اس کے بھائی کلیب کو دفن کرنے لگے تو مہملہل نے قبر پر کھڑے ہو کر فی البدیہہ ایک لمبا مرثیہ کہا جس کے شروع کے چند شعر بیان نقل کرنا ہوں ۵

أَهَابَ قَذَاءُ عَيْنِي الْأَذْكَاءُ	هَدَوًا فَالذُّمُّ عَمَلُهَا اخْدَاءُ
وَصَارَ اللَّيْلُ مُشْتَبِلًا عَلَيْنَا	كَانَ اللَّيْلُ لَيْسَ لَهُ النَّهَارُ
وَبِتُّ أَرَأَيْتُ الْجَوَّارَاءَ حَتَّى	تَقَارَبَ مِنْ أَوَائِلِهَا اخْدَاءُ

اشعار فخریہ بھی اسکے بڑے پرجوش ہیں۔ عربی شعرو سخن کے محور و اوزان نے اسکی بدولت کامل و مستحسن صورت پائی ہے۔

صخر بن عمرو - یہ مشہور شاعرہ الخنساء کا بھائی تھا۔ یہ بڑا مہذب و زور شاعر تھا اور اپنے بھائی معاویہ پر نہایت درد خیز مرثیے کہے ہیں۔

عُبَید بن الابصر - اس شاعر نے امرؤ القیس کے ساتھ بیت بازی کی تھی۔ نابغہ فُبیانی اسکا دوست اور ہم عصر تھا۔ کسی نے اُس سے کہا کہ امرؤ القیس تیری تو جانتا ہے۔ اس نے فوراً اپنی ایک نظم میں یہ شعر کہا ۵

قَمْتُ قُرَيْشَ الْقَيْسِ مَوْتِي وَإِنْ أَمْتُ	فَتِلْكَ سَبِيلُ لَسْتُ فِيهَا يَا وَحْدًا
---	--

اسکا کلام ہند و نصیحت سے بھرا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ۵

وَلَا تَظْهَرُنَّ وَذَا فِرْعَوْنِي قَبْلَ خَبْرِهِ	وَبَعْدَ بَلَاءِ الْمَرْءِ فَإِذَا مُمٌّ أَوْ حَمِيدٌ
تَرَوْنَ مِنَ الدُّنْيَا مَتَاعًا فَإِنَّهُ	عَلَى كُلِّ حَالٍ خَيْرٌ مَرَا دِ الْمَرْوَجِ

یہ بڑھاپے میں مُنذر بن مادی السدّاء شاہ حیرہ کے حکم سے قتل کیا گیا اور اسکا خون بادشاہ کے دو مقتول مصاحبوں کی قبروں پر جھڑکا گیا۔ قصہ یہ ہے کہ شاہ مذکور نے اپنے دو مصاحبوں خالد بن المضلل اور عمرو بن مسعود کو ایک دن نشہ میں زندہ دفن کروادیا۔ دو روز بعد جب ہوش میں آیا اور مصاحبوں کا حال دریافت کیا تو خدام نے رات کا

سارا ماجرا سنایا۔ بادشاہ کو اپنی اس حرکت پر بڑی حسرت و ندامت ہوئی۔ آخر ان دونوں کی قبروں پر دو ستون گر دیا دیے اور ان کا نام الغریبان رکھا یعنی خون آلودہ۔ سال میں دو دن یہ ان ستونوں کے پاس بیٹھتا۔ پہلے دن کا نام یوم نعیم رکھا۔ دوسرے کا یوم نوس جو کوئی اول دن سب سے پہلے اُس سے ملتا سو کالے شتر اُسے انعام دیتا۔ اور جو کوئی دوسرے دن ملتا قتل ہوتا اور اُس کا خون ستونوں پر چھڑکا جاتا۔ اتفاق سے ایک دفعہ یوم نوس پر عبید بن الابرص سب سے پہلے اُس سے ملا۔ اور مارا گیا اس ہی سبب سے منحوس دن کو عربی میں یوم عبید کہنے لگے۔ یہ بڑا دستور ایک مدت تک رہا۔ آخر ایک دفعہ اُس کے قبیلہ کا ایک آدمی جس کا نام خنظلہ تھا یوم نوس پر اُس سے ملا۔ بادشاہ نے اُسے ساری کیفیت سنائی اور کہا کہ قتل کے لیے طیار ہو جا۔ خنظلہ نے ایک سال کی مہلت مانگی تاکہ وطن جا کر اپنے اہل و عیال سے ملے اور اُنکے واسطے خاطر خواہ تہظام کرے جب بادشاہ نے ضامن طلب کیا تو اُس نے چاروں طرف نگاہ کی اور اُسکے جلسا میں اپنے ایک قدیم رفیق شریک بن عمرو کو دیکھا اُسے پہچان لیا اور نے البدیہہ چھپے شعر پڑھے جن میں سے دو اشعار نقل کرتا ہوں۔ ۷

يَا شَرِيكَ - يَا ابْنَ عَمْرٍو	يَا أَحَا مَنَّ لَا أَحَا لَه
اے شریک۔ اے عمرو کے بیٹے۔	اے بھائی اس آدمی کے جس کا کوئی بھائی نہیں
يَا أَحَا كَلَّ مُصَابٍ	وَحَيَا مَنَّ لَا حَيَا لَه
اے مصیبت زدہ کے بھائی۔	اور بارش اُسکی جیکے لیے باتیں نہیں یعنی تو مصیبت زدہ کا مددگار و بازو رہا جس جو
شریک ان شعروں کو سنتے ہی اچھل پڑا اور جھٹ خنظلہ کا ضامن ہو گیا۔ خنظلہ اپنے گھر گیا اور دمان جو کچھ اپنے اقارب و متعلقین کے لیے کرنا چاہتا تھا کیا۔ اتنے میں ایک سال پورا ہوا۔ لیکن خنظلہ انبک واپس نہ آیا۔ بادشاہ نے شریک کے قتل کا حکم دیا جلا و تلوار لے کر طیار ہوا اور ماتم کرنے والیوں نے شریک کے لیے نوہ شروع کیا۔ ادھر ماتم کی آواز بلند ہوئی۔ اُدھر خنظلہ خطوط لگائے اور کفن پہنے گھوڑے پر آموجود ہوا۔ مندر اس کی صداقت و ایفائے عہد سے تحیر ہوا۔ اور پوچھا کہ کس بات نے تجھے اپنی موت پر آمادہ کیا	

اور ہوفائی سے روکا۔ خطلہ نے جواب دیا کہ میرے دین نے۔ کیونکہ میں نصرانی یعنی عیسائی ہوں۔ بادشاہ یہ سنکر عیسائی ہو گیا۔ اور خطلہ اور شریک دونوں کو معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ یہ مذہب رسم اب بالکل بند رہے گی۔

اوس بن حجر۔ یہ تہمی شاعر بڑا فصیح و بلیغ تھا۔ دجلہ اور فرات کے دو آبوں میں جا بجا پھرتا رہتا اور شکار میں اپنا وقت گزارتا تھا۔ اس نے اپنے محسن فضالہ بن کلدہ پر بڑے وقت انگیز مرثیے کہے ہیں۔ ایک، مرثیہ کا مطلع یہ ہے۔

يَا عَيْنٌ لَا بُدَّ مِنْ سَكَبٍ وَتَهَالٍ	عَلَى فَضَالَةَ جَلَّ الرَّزَقُ وَالْعَالِي
--	---

ایک اور مرثیہ کا مطلع یہ ہے ۵

اَيْتَهَا النَّفْسُ اِجْلِيْ جِزْعًا	اِنَّ الَّذِي تَكَرَّهِيْنَ قَدِ رَوَّعًا
--------------------------------------	---

اس شاعر نے سن رسیدہ ہو کر ظہور اسلام کے قبل وفات پائی۔
امیہ بن ابی الصلت۔ یہ نقی شاعر اہل طائف میں سے تھا۔ بعض راوی اسے عیسائی بتاتے ہیں اور بعض حنیف۔ یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ سے خوب واقف تھا۔ میخواری و بت پرستی سے اسے غایت درجہ کی نفرت تھی۔ اس نے ۶۲۲ء میں اسلام کے ظہور کے بعد وفات پائی۔ یہ شاعر زاہدانہ زندگی بسر کرتا اور ایک کلمی لپٹے پھرتا تھا۔
قصائد فخریہ کہنے میں یکتا تھا۔ ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۵

وَرَثْنَا الْحَبْدَ عَنْ كِبَرٍ اِنْ اِذَا	فَاَوْرَثْنَا مَا بَشَرًا بَيْنَا
--	-----------------------------------

اپنے ایک دوست ابن جعدان کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے ۵

خَلِيلٌ لَا يَغَيِّرُهُ صَبَابٌ	عَنِ الْخَلْقِ الْجَمِيلِ وَالْمَسَاءِ
---------------------------------	--

اس نے اپنے ناخلف بیٹے پر ایک نظم کہی ہے جس کے چند شعر نقل کرتا ہوں ۵

عَذُوْنُكَ مَوْ لُوْدٌ اَوْ عَلَتْكَ يَلِيْلُ	نَعْلٌ يَمَا اَدْنَى اِيَّاكَ وَنَهْلُ
اِذَا لَيْلَةٌ نَابَتْكَ بِاَشْكُو لَمْرَابُ	لِيَسْكُوَاكَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلُّ
كَافِي اَنَا الْمَطْرُوقُ دُونَكَ بِالْاَدْنَى	طَرَقْتُ يَمِ دُونِي وَعَلَيْتِي تَهْمَلُ
تَخَافُ السَّرْدَى الْقَسْبَى عَلَيْكَ وَاَهْلُهَا	لَتَعْلَمَنَّ الْمَوْتُ حَتْمٌ مَوْجَلُ

بستر برگ پر اس نے یہ شعر کہے ۵

كُلُّ حَيٍّ وَاِنْ تَطَاوَلَ دَهْرًا لَيَنْفِي كُنْتُ قَبْلَ مَا قَدَبَدَا اَجْعَلِ الْمَوْتَ نَهْبَ عَيْنِكَ وَاحَدًا	حَايُّ مَرَّ لَا اِلَى اَنْ يَزُولَا فِي قِلَالِ الْجِبَالِ اَرَعَى الْوُعُولَا عَوَّلَةَ الدَّهْرِ اِنَّ لِلدَّهْرِ عَوْلَا
--	--

اسی بن الصلت کی بہت سی نظمین باری تعالیٰ کی حمد میں ہیں۔ ایک قصیدہ میں وہ خالق سبحانہ کی تعریف اس طرح کرتا ہے۔ ۵

اِلٰهُ الْعَالَمِيْنَ وَكُلِّ اَرْضٍ بَنَاهَا وَابْتَنَى سَبْعًا شِدَادًا وَسَوَّاهَا وَرَآيَهَا يَنْوِيهَا وَمِنْ شَهْبٍ تَلَاهَا فِي دُجَاهَا وَشَقَّ الْاَرْضَ فَاَنْجَسَتْ عَيْنُونَهَا	وَرَبُّ الرّٰسِيَاتِ مِنَ الْجِبَالِ يَلَا عَمْدَ يَرِيْنٍ وَلَا رِجَالِ مِنْ الشَّمْسِ الْمُضِيئَةِ وَالْهَلَالِ فَرَامَهَا اَشَدُّ مِنَ التَّنْصَالِ وَاَهْمَارًا مِنَ الْعَلْبِ الزُّلَالِ
---	---

کمالات الہیہ کے بیان میں اس نے ایک پُر لطف قصیدہ کہا ہے جس کے شروع کے چار اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ ۵

لَكَ الْحَمْدُ يَا نِعْمَ الْمَلِكُ رَبَّنَا مَلِكٌ عَلَى عَرْشِ السَّمَاءِ مُهَيَّمٌ عَلَيْهِ حِجَابُ النُّوْرِ وَالْمَوَدُّ حَوْلُهُ فَلَا بَصَرَ يَسْمُوُ اِلَيْهِ يَطْفِئُ	فَلَا شَيْءَ اَعْلَى مِنْكَ مُجَدِّدًا وَنَجْدًا لِعِزَّتِهِ تَعَنُّوْا الْوُجُوْدَ وَتَسْجُدُوْا فَاَنْهَارُ نُوْرِ حَوْلُهُ تَنْتَوُّ وَتَشُدُّ وَدُوْنِ حِجَابِ النُّوْرِ خَلْقٌ مُّوَيَّدُ
---	---

اس کا ایک بے نظیر شعر ہے جو اکثر نقل کیا جاتا ہے ۵

فَكَفُّ سَائِقَاتِ الْمَوْتِ وَالْبَعْثُ بَعْدَهُ	فَاَلَا تَكُ مِنْ عَرَّةِ الْيَوْمِ اَوْ خَدًا
---	--

پس تو موت سے ڈرتا رہے ایسے حال میں کہ قیامت اس کے بعد ہے۔ اور ان لوگوں میں سے نہو جنہیں آج اور کل نے ہو کا دیا ہے۔

فیس بن الخطیم یثربی۔ اس نے جو ان ہو کر اپنے باپ اور دادا کے قاتلوں سے قصاص لیا۔ اور یوں اوس و خزیج کے درمیان جنگ بھڑکائی جو ہر دونوں کی

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بڑے مخالف تھے۔ کلام اسکا رنگین اور دلچسپ تشبیہات سے بھرپور شعرا جاہلیت کے ساتھ فقط اسی سبب سے اسکا ذکر ہوا کہ اسنے ثار لینے میں ایام جاہلیت کے لوگوں کی سی طبیعت کینہ توڑ دکھائی۔ قیس بن الخظیم کے قصاص لینے کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کے باپ خظیم کو اور دوسرے شخص نے اس کے دادا عدی کو جب قیس نابالغ تھا جان سے مار دیا۔ جب قیس سن بلوغ کو پہنچا طلب نار پر آمادہ ہوا اور اپنے باپ کے ایک دوست خدش بن زہیر سے قصاص لینے میں مدد لی۔ اپنے باپ اور دادا کے قاتلوں سے انتقام لینے کے بعد اسنے ایک نظم کہی جسکا مطلع یہ ہے ۵

طَعْنْتُ ابْنَ عَبْدِ الْقَيْسِ طَعْنَةً ثَائِرًا | لَهَا نَقْدٌ لَوْ لَا الشُّعَاعُ أَضَاءَهَا |

میں نے ابن عبد القیس کو بدلا لینے والے کی طرح ایسا برجھا مارا کہ وہ پار ہو گیا۔ اگر خون نہ نکلتا ہوتا تو زخم کا سوراخ زخم کو صاف دکھاتا۔ اسی نظم کے مقطع میں وہ کہتا ہے ۵

لَنَأْرُثَ عَدَايَا وَالْخَطِيمَ فَلَمَّا أَضْمَعَ | أَوَّلَايَةَ أَشْيَاخٍ جَعَلْتُ إِذَا دَعَا |

میں نے اپنے دادا عدی اور اپنے باپ خظیم کا قصاص لے لیا۔ اور جن بزرگوں کا میں قائم مقام ہوا انکی رعایت اور حق کو ضائع نہیں کیا۔

عدی بن زید۔ اس عیسائی شاعر کا ذکر آگے ہو گا۔

حاتم طائی۔ یہ شخص گو شاعر بھی اعلیٰ درجہ کا تھا لیکن زیادہ تر اپنی سخاوت کے سبب مشہور اور ضرب اہل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "اَكْرَمُ مِنْ حَاتِمِ طَيِّ" اسکا نام ضرب اہل ہے۔ غزیا و مساکین۔ مسافر و مہمان کی خدمت لازمی سمجھتا تھا۔ کبھی کوئی مسائل یا اجتماعت اس کے در سے محروم نہ لوٹا۔ کلام اسکا سلیس و پاکیزہ ہے یہ عیسائی تھا۔ اور ہمیشہ بلند جگہ پر بھٹکے ہوئے مسافر کی ہدایت و مہمان نوازی کے لیے آگے جلو اتا تھا۔ ۵

أَعَاذَلِ أَنْ الْجُودَ لَيْسَ بِمَهْلِكِي | وَلَا يُخْلِدُ النَّفْسَ الشَّجِيحَةَ لَوْ هُمَا |

اوزن لاشکر۔ بیشک بخش مجھے ہلاک نہیں کریگی۔ اور نہ بخیل کو بخل حیات جاودانی بخشے گا۔

وَنُذْكَرُ أَخْلَاقُ الْفَتَى وَعِظَامُهُ | مُغَيَّبَةً فِي الْحَدِّ بِأَلِّ رَمِيمِهَا |

اور مرد سخی کی عمدہ عادتیں ہمیشہ یاد کی جاتی ہیں حالانکہ انکی ہڈیاں قبر میں بوسیدہ اور پڑانی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں - پھر ایک موقع پر وہ کہتا ہے ۵

لَقَدْ كُنْتُ أَخْتَارُ الْقَرَى طَاوَى الْحَشَا	لَحَا قَطْعَةً مِّنْ أَنْ يُقَالَ لَدِيمًا
--	--

میں مہمانداری کو باوجود بھوکے ہونیکے اختیار کرتا ہوں اس خوف سے کہ بخیل و کجخوس کہلاؤں

اور میں ہیشک اپنے دہنے ہاتھ سے اس بات کی شرم کرتا ہوں کہ وہ کھانے پر پڑے ایسے وقت میں کہ میرے ہاتھ اور منہ کے درمیان سخت شب تاریک ہو۔

ابو کبیر البہدلی - اس نے ثابت نظر کی مان کے ساتھ شادی کی تھی اور اپنے سوتیلے بیٹے کی تعریف میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نظم کہی ہے - وہ کہتا ہے ۵

صَعِبَ الْكُرْبُ مِمَّا لَا يُرَى مُجَانًا	كَأَصْحَى الْعَرِيْمَةِ كَأَحْسَامِ الْمُقْصَلِ
يُجْجِي الصَّبَا بَادَا كَلُوكُنْ عَظِيمَةً	وَإِذَا هُمْ نَزَلُوا فَمَا وَى الْعُجَيْلِ

دُرید بن الصمّہ - یہ بڑا بہادر اور شہسوار اور شاعر فخر گفتر تھا - کہتے ہیں کہ یہ نینو دفعہ لڑائیوں میں گیا اور ہر دفعہ ظفر مند ہوا - اس نے زمانہ اسلام دیکھا پر سلام نہ لایا - پیغزوہٴ خنین میں اپنی قوم مشرکین کے ساتھ اسلامیوں کے مقابلہ کو نکلا گو اسوقت یہ بالکل ضعیف اور جنگ کے ناقابل تھا - اور ایک جوان ربیعہ بن رافع السلی کے ہاتھ سے قتل ہوا

حسین موت کے وقت اُس نے البدیہ یہ شعر کہے ۵

فَايَحْ ابْنُ الْكَمَةِ مَاذَا يُرِيدُنَا	مِنْ الْمَرْعَشِ الذَّاهِبِ الْآدِرْمِ
فَأَقْسَمُ لَوْ أَنَّ رِيْفَ قَوْاهُ	لَوَلَّتْ فَرَاثُصُهُ تَرَعْدِ
وَيَا كَهْفَ نَفْسِي أَنْ لَا تَكُونُ	مَعَى قَوْاهُ الشَّارِخِ الْآمَرْمِ

یہ سلسلہ عین قتل ہوا کہتے ہیں کہ اس نے اپنے قاتل کو اپنی شمشیر بران دی کہ اُس سے قتل کر کر ہڈیوں بن کعب الغبری - یہ شاعر جاہلی اس سبب مشہور ہے کہ ایک موقع پر اسکی بیوی نے اسے مہمان کے واسطے آٹا پیستے دیکھا کہ اپنی چھاتی بیٹنی شرمع کی - اس بات کا ذکر اُس نے اپنی ایک نظم میں کیا ہے جسکا مطلع یہ ہے ۵

تَقُولُ وَصَكَّتْ غَمَّهَا بِمَمْنِهَا	أَبْعَلِي هَذَا بِاللَّهَامِ الْمُتَقَاعِيسِ
<p>ہمیری زود دہنے ماحقہ سے اپنی چھاتی پیتی اور کہتی ہے کہ ہاے۔ کیا جلی پر چھبکا اور انہما ہوا جو ہے وہ میرا شوہر ہے؟ بیوی کو حیرت و تاسف ہوا کہ اسکا خاوند عورتوں کا کام کیسے کرنے لگا۔ شوہر نرمی کے ساتھ اسے اپنے بڑے بڑے کارنامے یاد دلانا اور کہتا ہے ۵</p>	
إِذَا حَامَ أَقْوَامٌ تَحْمَكْتُ غَمًّا	إِنِّي أَبْهَابُ حَمِيًّا هَذَا أَلَدُّ الْمَدَاعِيسِ
<p>جب تو میں جھپٹے ہوں تو میں امرشیدین جسکی تیزی سے چھچھڑ نیزہ بازخون کھاتا ہے گھس جاتا ہوں۔ عبدالسد بن عجلان۔ یہ ہندی شاعر عاشق جانباز بھی تھا۔ عشق بازی و میخواری میں اپنا وقت کاٹتا تھا۔ اپنی ایک نظم میں وہ یہ کہتا ہے ۵</p>	
وَحَقَّقْتُ مِثْلَ مَنْ فِيسَاءِ الْكِسَاءِ	شَبَابِي وَكَاسٍ بِالْكَرْتِ شَمُوَاهَا
<p>اور سہت سی عورتیں جو مثل مشک کی ڈبیا کی خوشبودار عقیقین اُن سے میں اپنی جوانی میں منتفع رہا اور شمالی ہوالگی شراب علی الصباح پی۔</p>	
جَدِيدٌ قَرَّ سِرْبَالِ الشَّبَابِ كَانَهَا	سَقِيَتْ بِنَدِيٍّ مَمْنَهَا عُمُوَاهَا
<p>ایسی عورتیں جنکا لباس جوانی نیا تھا اور ایسی نرم و نازک عقیقین کہ گویا وہ نرسل ہوں جنہیں نالوں کے پانی نے سیراب کیا ہو۔</p>	
<p>خزاد بن عمرو بن بنی عبدمناف۔ یہ شاعر جاہلیت کے حسب دستور اپنی مہمان نوازی و سخاوت پر فخر کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ۵</p>	
لَنَا رِبْلٌ لَمْ نَمْنُ دَبَّهَا	كُنْ أَمْتُهُمَا وَالْقَتَى ذَاهِبٌ
<p>ہمارے پاس ایسے شتر ہیں جنکی عمدگی ان کے مالکوں کو بدنام نہیں کرتی یعنی باوجود انکی عمدگی کے ہم انہیں فسخ کرتے اور سالوں کو دوسے ڈالتے ہیں۔</p>	
وَلَقَطَعْنَا عَنْهَا لَحْوَ الْعَدَى	وَيَشْرِبُ مِثْلَ بَيْتِ الشَّادِبِ
<p>ہم ان کی طرف سے دشمنوں کی گردنیں بذریعہ نیزہ بازی کے پھیر دیتے ہیں اور ہم میں کا میخوار اُن کی قیمت سے بادہ نوشی کرتا ہے۔</p>	

جُویتہ بن القنفر یہ شاعر بڑا فیاض و سخی تھا۔ اس کا یہ شہر شعر ہی جو اکثر نقل کیا جاتا ہے

مَا يَأْلَفُ الدَّمُ هُمُ الصَّغِيَاءُ حَمَمَاتِنَا | لَكِنْ يَمُرُّ عَلَيْهَا زَهْوٌ مِّنْطَلِقٍ

بڑی جبکہ راولے درہم ہماری بھیلی سے الفت نہیں رکھتے بلکہ اُس بھیلی پر چلتے ہوئے گزر جاتے ہیں
اسی کے ساتھ یہ دو شعر بھی ہیں

إِنَّا إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا دَوَاهِمُنَا | ظَلَّتْ إِلَى طَرَفِ الْمَعْرُوفِ تَسْتَبِقُ

ہم ایسے ہیں کہ جب کسی روز ہمارے درہم فراہم ہو جاتے ہیں تو وہ نیکی و احسان کی
راہوں کی طرف ایک دوسرے آگے بڑھتے ہیں۔

حَتَّى يَصْبِرَ إِلَى نَذْلٍ مُّجْلَدُهُ | يُكَادُ مِنْ صَرِهِ آيَاهُ يَمْرُقُ

یہاں تک کہ وہ ایسے بخیل کے پاس پہنچ جاتے ہیں جو انہیں اپنی بھیلی میں ہمیشہ کیلئے
قید کر دیتا ہو ایسا کہ وہ بھیلی اُن درہم کے اس میں دیر تک رہنے سے بھٹ جائیکے قریب ہو جاتی ہو
زمانہ جاہلیت کے اور بھی شعراء ہیں جنہوں نے زمانہ اسلام بھی آنکھ سے دیکھا اور بعض
نے اسلام قبول بھی کر لیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حسان بن ثابت۔ کعب بن بکر بن عجم بن کعب
ابو مجنح اور الحطیثہ۔ یہ سب مختصر می شاعر ہیں۔ ان کا مفصل حال زمانہ اسلام کے باب میں آگے
زمانہ جاہلیت شعر گوئی میں بڑا ملکہ رکھتی تھیں۔ ان کے اشعار سے درو مندی قدرانی
اور عالی حوصلگی ٹپکتی ہے۔ محبت و عشق کا مضمون ان میں کم پایا جاتا ہے۔ موت
حسرت و فراق بیت بیت میں موجود ہے۔ زیادہ تر مرثیہ خوانی و سینہ کو بی سے انہیں
مناسبت ہے۔ ان کی نظموں میں بیشتر مردوں کا ذکر ہے۔ گویا وہ گورستانوں میں رہتی
ہیں اور عالم ارواح کے باشندوں کی صحبت میں اپنا وقت کاٹتی ہیں۔ زندقہ کا ساتھ
انہیں اتنا نہیں بھاتا جتنا مردوں کا۔ روزنا اور رُلانا ان کا حصہ ہے۔ ماتم سے فرصت
نہیں ملتی کہ دنیا کی خوشی کا بیان کریں۔ باغ ہستی کے گلہاے شگفتہ انہیں کم دکھائی
دیتے ہیں۔ سوکھی پتیوں اور پڑھوڑے پھولوں پر نظر ہر وقت جمی رہتی ہے۔ دل غم
اس قدر داغ داغ ہے کہ سویا نہیں جاتا۔ ہجوم یاس اور بارالم ایسا ہے کہ بھوٹ
بھوٹ کے رویا نہیں جاتا۔ انہو فکر اور کثرت غم سے یہ حال ہے کہ غم دکھو دکھا رہی

دل غم کو کھارنا ہے۔ اُبڑی بُتیاں ملک عدم کو یاد دلاتی ہیں۔ اور عزیز دن کی جدائی کا زخم چین نہیں لینے دیتا۔ انکا یہی پینا ہے ۷

نیند آتی ہے مجھے اور نہ قضا آتی ہے	رات آتی ہے مری جان پہ بلا آتی ہے
آن کی آن میں بدلا ہے زمانہ کیسا	درو دیوار سے حسرت کی صدا آتی ہے

مرثیہ میں شاعر پہلے اپنے خزن و اندوہ کا نہایت بے تابانہ طور پر ذکر کرتی ہے ۷

شعلہ غم سے جگر آہ بچھکا جاتا ہے	خون رُلوانے لگے ہاتھ جدائی کے دن
---------------------------------	----------------------------------

اسکے بعد موتی کے محاسن خصوصاً اسکی شجاعت و سخاوت کا بیان آتا ہے۔ پھر شاعرہ روتے روتے سوال کرتی ہے کہ اب کون دشمنوں اور بدخواہوں سے انتقام لے گا اور محتاج و مساکین کے لیے کون اپنے خوانِ نعمت کو پھیلائیگا؟ اور اگر موتی کو کسی نے قتل کیا ہو تو نہایت سختی و بے دردی کے ساتھ قاتل سے قصاص لینے کی ترغیب و تحریض ہوتی ہے۔

جوشوعا شعر و سخن میں لیگانہ تصور کیلگی ہیں اُن میں غنساء کا درجہ سب سے اول ہے اسکا اصلی نام تھا خضر تھا۔ یہ عمرو بن الشریح کی بیٹی اور اہل نجد کے قبائل سلیم کے سرداروں کے خاندان سے تھی۔ سارے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غنساء کے برابر تو زمانہ جاہلیت میں

کوئی شاعرہ ہوئی نہ زمانہ اسلام میں۔ نابغہ دُبیانی نے جسکے سامنے شعراء سوق عکاظ میں اپنے اشعار پڑھتے تھے اسکے شعروں کی بڑی تعریف کی۔ اسکے چار بیٹے تھے جو

جنگِ قادسیہ میں مارے گئے اس نے زمانہ اسلام بھی دیکھا اور نہایت عمر رسیدہ ہو کر

سلسلہ میں وفات پائی۔ اس نے اپنے بھائیوں معاویہ اور صفیر پر بے نظیر مرثیے کہے ہیں شدتِ غم و کثرتِ الم کا اظہار ایسے دسوز و جان گداز لفظوں میں کیا ہے کہ انہیں پڑھنے

پڑھتے آنکھوں سے اشک رواں ہونے لگتے ہیں۔ زنانِ عرب کی عادت کے موافق صبح اور شام اپنے مقتول بھائی صحیح کو یاد کرتی اور روتی تھی چنانچہ وہ ایک مرثیہ میں کہتی ہے ۷

یَا کَوْنِیْ طَلْعُ الشَّمْسِ صَحْوًا	وَاذْکُرْ لِّکَلِّ عَمْرٍ وَّ بَ شَمْسِ
وَلَوْ لَا کَثْرَةُ الْبَاکِیْنَ حَوَّارِیْ	عَلٰی اِخْوَانِهِمْ لَقَتَلْتُ نَفْسِیْ

ایک اور مرثیہ میں وہ کہتی ہے ۷

<p>فَقَدْ أَصْحَكْتَنِي زَمَنًا طَوِيلًا وَكُنْتُ أَحَقَّ مِنْ أَدَى الْعَوِيلِ فَمَنْ ذَا يَدْفَعُ الْمُخْطَبَ الْجَمِيلَ رَأَيْتُ بَكَاءَكَ الْحَسَنَ الْجَمِيلَ</p>	<p>أَلَا يَا صَحْرُ إِنَّ أَبْكَيْتَ عَيْنِي بَكَيْتَكَ فِي نِسَاءٍ مُعَوَّلَاتٍ دَفَعْتُ بِكَ الْخَطُوبَ وَأَنْتَ حَيٌّ إِذَا تَجِبَ الْبُكَاءُ عَلَى قَدِيلٍ</p>
<p>حیرت ہوتی ہے کہ کیسے سلیس اور عام فہم لفظوں میں یہ مرثیے کہے ہیں کہ ترجمہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر عربی خوان انہیں باسانی سمجھ سکتا ہے۔ عامکہ بنت عبد المطلب۔ آپ حضرت محمد کی بھوپھی تھیں۔ آپ کے اشعار اور جنگ کے متعلق ہیں جو اسلام کے قبل قریش و قیس کے درمیان ہوئی۔ اُمّ الصریح الکندیہ۔ یہ شاعرہ مرثیہ خوانی میں مشہور ہے۔ اسی نے اپنی قوم کے بہادروں کی تعریف میں یہ ہمیشہ شعر کہا ہے۔</p>	<p>ابو ان یفیرق ا والقضا فی نحوہم وَاَنْ یَرْثِقُوا مِنْ حَشِیۃِ الْمَوْتِ</p>
<p>انہوں نے ایسے حال میں کہ نیرے آنکے سینوں میں تھے بھاگنے سے انکار کیا۔ اور اس بات سے بھی کہ خوف اجل سے کسی زینہ پر چڑھ جائیں۔ زینب بنت الطغریرہ۔ اس شاعرہ نے اپنے بھائی یزید مرثیے کہے ہیں۔ ایک مرثیہ کا مطلع یہ ہے</p>	<p>اَدْرِ اَلَا شَلَّ مِنْ بَطْنِ الْعَقِیقِ مُجَادِرِ مُقِمِّمَا قَدْ دَخَلَتْ یَزِیدُ عَوَالِمُ</p>
<p>میں وادی عقیق کے جھاؤ کے دخت کو کہتی ہوں کہ وہ پڑوس میں کھڑا ہے۔ پر میرے بھائی یزید کو مصائب مہلکہ نے ہلاک کر دیا۔ عمرو الخثعمہ۔ اس نے اپنے دو بیٹوں کی موت پر بڑے دسوز مرثیے کہے ہیں وہ نہایت مایوسی کے ساتھ روتی روتی کہتی ہے۔</p>	<p>شہابان مینا اَوْ قَدْ اَشْرَحَّ اَحْمَدًا وَكَانَ سَنًا لِلْمَدْحِ لِحَیْنٍ سَاہِمًا</p>
<p>وہ دونوں ہم میں آگ کے دو شعلے تھے جو روشن کیے گئے پھر بجھائے گئے اور ان کی روشنی اول شب کے چلنے والوں کے لیے روشنی تھی۔ ربطہ بنت عاصم۔ اس شاعرہ نے بھی اپنی قوم کے متوفی لوگوں پر بڑے حسرتناک</p>	<p>وہ دونوں ہم میں آگ کے دو شعلے تھے جو روشن کیے گئے پھر بجھائے گئے اور ان کی روشنی اول شب کے چلنے والوں کے لیے روشنی تھی۔ ربطہ بنت عاصم۔ اس شاعرہ نے بھی اپنی قوم کے متوفی لوگوں پر بڑے حسرتناک</p>

مرثیے کہے ہیں۔ وہ اپنے ایک مرثیے میں کہتی ہے۔

وَدُوَّكَ اَنْ تَسْمٰی نَالَهَا مِثْلَ دُرِّ ثِنَاتَا | لَهَّدَتْ وَالَّتِي تَحْمَلُ الرَّهْءَ حَامِلًا

اگر کوہ سہلی کو ایسی مصیبت پہنچتی جیسی ہمیں پہنچتی ہے تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا۔
مگر میری قوم عامر اُس مصیبت کو اٹھا رہی ہے۔

كَانَ هُمْ مَحْتًا لِحُجَّى افقٍ اِذْ عَدَوْا | اِلَى الْمَوْتِ اُسْدُ الْعَابِتِينَ الْهَوَا

گو یاد لہراتے ہوئے جھنڈو کے نیچے جب بوقت صبح موت کی طرف گئے پھانسیوں کی آغوش میں جو بچے دو طرف ہوں
انکے علاوہ اور بھی صد ہا عورتیں ملک عرب میں ہوئیں جن کے اشعار آج تک موجود ہیں۔
یہود اور عیسائی شعرا کے ذکر سے پہلے ان سلطنتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا
ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہوئی ہیں۔ قدیم زمانہ میں عرب کے جنوب کی طرف دو قومیں گزری
جنہوں نے یکے بعد دیگرے بڑے تھمل واقعات کے ساتھ بحیرہ قلزم سے لکھنؤ فارس
تک فرمانروائی کی ہے۔ اور اپنے وقت میں بڑی زبردست تھیں۔ ان کے نام اہل سبا
اور حمیر ہیں۔ علماء بتاتے ہیں کہ اہل سبا ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کی پرستش کرتے
اور نہایت ذکی اور تیز فہم تھے۔ انکے دارالخلافہ کا نام یارب تھا۔ دولت و ثروت کی انکے
پاس کچھ کمی نہ تھی۔ کیونکہ ہندو ایران۔ عرب و مصر و شام کی تجارت انکے ہاتھ میں تھی۔
یارب کا بانی عبد شمس تھا۔ اس نے دو پہاڑوں کے پانی کو شہر کے اندر آنے سے روکنے
کے لیے ایک سنگیں پتھ بنایا تھا جسے سد یارب اور عرم کہتے تھے۔ اس پتھ سے برسات
کا پانی نہ نکلتا اور شہر ہلاکت و بربادی کے خوف سے مامون تھا۔ ایک دفعہ برسات کا پانی
سد سے زیادہ جمع ہو گیا۔ اور پتھ کے اندر جا بجا چوہوں نے ہزاروں بل بنالے تھے۔ پانی
بڑی تندہی و طغیانی کے ساتھ اوپر چڑھتا آیا اور سوراخوں میں بھرتے لگا اور آہستہ
آہستہ پتھ کی بلوں والی اور خطرناک دیوار میں جذب ہو گیا۔ دیوار کمزور ہو گئی اور پتھ
ایک بیک پھٹ گیا۔ شہر و گرد و نواح میں اس قدر پانی پھیلا کہ ہزاروں مکان گر گئے اور
نے شمار آدمی اور چوپائے ہلاک ہوئے۔ اس واقعہ کو عربی میں سيل العرم کہتے ہیں
یہ مثلین ”ذہبوا ایڈی سبا اور کفر فوا ایڈی سبا“ اسی خوفناک حادثہ پر مبنی ہیں۔

جب ہلاکت و بربادی کا کام پورا ہو گیا بانی سوکھ گیا اور زراعت بدستور ہونے لگی۔ لیکن ماریب پھر آباد نہ ہوا اور وہاں کے جو مہوڑے بہت باشندے بن گئے وہ ادھر ادھر پر گنت ہو گئے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ عبد الشمس کے جو ماریب کا بانی تھا بہت سے بیٹے تھے جن میں سے حمیر اور عمرو اور کہلان سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شامان میں جو شیخ کہلاتے تھے حمیر کی اولاد تھے۔ شامان حیرہ جو اکثر مُنذر کہلاتے تھے عمرو کے خاندان سے تھے اور شامان غسان کہلان کی نسل تھے۔

اہل سبأ کے بعد حمیر عرب کے جنوبی حصے پر قابض ہو گئے اور ملک یمن میں اپنا تسلط جمالیا۔ ان کے دارالخلافہ کا نام ظفار تھا جسے پیچھے صنعا کہنے لگے۔ شامان حمیر عام طور پر شیخ کہلاتے تھے۔ یہ بڑی شان و شوکت سے رہتے اور سولے کا تاج پہنتے تھے۔ انہوں نے اپنے واسطے ایک نہایت محکم و عالی شان محل بنوایا تھا جس کا نام قصر عُمدان تھا۔ بلقیس بنت شریل سبأ کی ملکہ جو سلیمان ام کی ہم عصر تھی ایک حمیری شاہزادی تھی۔ تباوہ میں سے زیادہ مشہور حارث اور شمر ہوئے ہیں۔ نشوان سعید الحمیری نے اپنے ”قصیدہ الحمیریہ“ میں انہی غلط و شکوہ اور جاہ و جلال کا حال بڑی خوبی و فصاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جب جدیسیوں نے طسمیوں کو تہ تیغ کیا تو ایک شخص رباح بن مرہ نے اگر تیغ حسان سے مدد مانگی۔ زرقاء الیامہ اسی کی بہن تھی۔ کہتے ہیں کہ یہ عورت ٹری بیڑ اور دروہ میں تھی۔ اور تیس میل کے فاصلہ سے اسے آواز دیکھ سکتی تھی جب تیغ حسان نے جدیسیوں پر چڑھائی مکی تو اس نے سواروں کو حکم دیا کہ ہری ہری شاخیں کاٹ کر اپنے ہاتھوں میں لے لینا اور انکی آڑ میں اپنے کو چھپائے رکھنا۔ زرقاء نے انہیں آتے دیکھ کر اپنی قوم سے کہا کہ میں درختوں کو اس طرف آتے دیکھتی ہوں۔ وہ یہ سن کر ہنس پڑے اور کسی نے یقین نہ کیا۔ دو سکر دن علی الصبح سوار جدیسیوں پر ٹوٹ پڑے اور سبھوں کو قتل کیا۔ زرقاء کا نام ضرب المثل ہو گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں ”ابصر من زرقاء الیامہ“۔ دُو تو اس جو آخری شیخ تھا بڑا ظالم اور متعصب تھا یہ شخص یہودی تھا اور عیسائیوں کا جانی دشمن تھا۔ اسی نے نجران کے عیسائیوں پر

حملہ کیا اور بہتوں کو قتل کر کے باقیوں کو ایک خندق میں ڈلوایا اور آگ لگوادی۔ غالباً یہی عیسا کی شہید نثران شریف میں اور اسلامی مورخوں کی کتابوں میں ”اصحاب الاخذود“ کہلائے ہیں۔ جب رومی شہنشاہ کو اس جانکاہ واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے نجاشی والی حبشہ کو یمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ستر ہزار عیسائی نے الفویمین میں داخل ہوئے۔ ذوالواس گھوڑے پر سوار ہو کر سمندر میں جا گودا اور غرق آب ہو گیا ملک پر نجاشی نے قبضہ کر لیا۔ تھوڑی مدت کے بعد یمن کو خسروان ایران نے اپنے قلمرو میں ملحق کر لیا۔ حمیری کتبے جا بجا پائے جاتے ہیں اور اس وقت کی کئی نظمیں بھی ہیں جن سے اس وقت کا حال بہت معلوم ہوتا ہے

حیرہ اور غسان کی سلطنتوں کا حال

تیسری صدی عیسوی میں عرب کے شمال اور شمال مشرق کی طرف دوزبردست طاقتوں کے مقبوضات تھے۔ ان دونوں کے درمیان صحرائے شام واقع تھا جہاں انکی سرحدیں اگر ملتی تھیں۔ ادھر خسروان ایران اور ہرقیسران روم دونوں ہر وقت اسی کوشش و تدبیر میں رہتے تھے کہ موقعہ پا کر اپنی سرحد کو بڑھالیں اور مخالف کو پسپا کر لیں۔ ساتھ ہی اسکے یہ فکر بھی دمنگیر رہتا تھا کہ کیونکر وحشی قبائل کی غارتگری اور لوٹ کھسوٹ سے بچیں لہذا ان دونوں طاقتوں کو انجام دینے کے لیے شاہان فارس و روم کو اپنی اپنی سرحد پر مضبوط قلعے تعمیر کرنے پڑے۔ جب اس تدبیر سے انکا مطلب بر نہ آیا تو انہوں نے ایک عجیب حکمت عملی سے کام لیا۔ اس پاس کے قبیلے سہرا آوردہ۔ زور آور اور تاخت و تاراج کے جوگرتے انہیں ان دونوں طاقتوں نے زر کا لالچ دیا اور انکے مردان جنگ پیشہ کو منتخب کر کے فوج میں بھرتی کر لیا۔ قواعد جنگ انہیں سکھائے گئے۔ آلات حرب انکے پیڑ ہوئے اور تنخواہیں انکی مقرر کی گئیں۔ مشاہرہ اور لوٹ کی طمع سے یہ لوگ بڑی دلیری و شجاعت تہ دلی اور جان نثاری کے ساتھ اپنے اپنے ملک کے جھنڈے تلے لڑتے تھے۔ ان کی بہادری و وفاداری سے دونوں طاقتوں کو بڑے بڑے فائدے پہونچے اور انکی سرحدیں نہ فقط غنیمت کے حملوں سے بلکہ تہ و رہزنیوں کی دیکھتی سے بھی مامون ہو گئیں۔ یوں

دو عربی سلطنتوں کی بنیاد پڑ گئی۔ جن قبائل نے خسران ایران کی ملازمت اختیار کی وہ دریائے فرات کے مغرب کی طرف سارے عراق میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے قیصران روم کی خدمت قبول کی وہ ملک شام میں جاگزین تھے۔ عراق کا سب سے زیادہ مشہور بادشاہ جذبیتہ الابرش تھا جس کا پورا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسکے قتل کے بعد اس کا بھانجا عمرو بن عدی تخت نشین ہوا۔ اس نے حیرہ کو اپنا دار الحکومت بنایا اور اپنے ماسوں کا قصاص ملکہ زتاب سے لیا۔ حیرہ کے باشندے زیادہ تر عیسائی تھے جو عباد کہلاتے تھے۔ انہیں عباد اسوجہ سے کہتے تھے کہ یہ بت پرستوں کے مقابلہ میں خدا کے ماننے والے تھے۔ اسکی وفات کے بعد اس کا بیٹا امر القیس اول بادشاہ ہوا جس نے کچھ عرصہ کے بعد مسیحی دین اختیار کر لیا۔ شاہان حیرہ بھی اس سبب کہلاتے ہیں کہ عمرو بن عدی نصر بن ربیعہ بن لخم کا پوتہ تھا۔ لخمی خاندان کا پانچواں بادشاہ امر القیس ثانی تھا جسے اکثر مشنر اور محرق کہتے ہیں۔ نعمان الاعور محرق کا بیٹا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد جب یہ تخت پر بیٹھا تو اس نے ایک نہایت خوبصورت قصر شامیہ ساسانی بادشاہ یزدجریہ کے بیٹے بہرام گور کے لیے بنوایا۔ اس محل کا نام اُس نے خورنق رکھا۔ اسی نے ایک لمبی چوڑی نہر بھی کھدوائی جس کا نام سدر تھا۔ تھوڑے عرصہ تک حکومت کر کے یہ بادشاہ تارک الدنیا ہو گیا۔ طروشیا اسکے زاہد ہو جانے کا یہ قصہ بیان کرتا کہ ایک روز نعمان الاعور اپنے محل خورنق میں بیٹھا ہوا تھا اور اسکے گرد اسکے اُمراء اور مصاحب اور اراکین دولت موجود تھے۔ بادشاہ نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا میری طرح حشمت و شکوہ اور شان شوکت کسی اور شخص کو بھی عنایت ہوئی ہے ایک مصاحب نے جواب دیا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے فانی ہے کیونکہ یہ تیرا نہیں۔ تیرے بزرگ اسے تیرے لیے چھوڑ گئے اور تو اسے اپنے جانشینوں کے لیے چھوڑ جائے گا پس ایسی رفتی و گذشتی چیز پر بھولنا اور تیرا نکلیا۔ اگر کسی گوشہ میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرے تو مجھے ایسی زندگی ملے گی جس کے لیے موت نہیں۔ اور ایسی جوانی عطا ہوگی جس کے بعد پڑھا یا نہیں اور ایسا ملک بخشا جائیگا جسکی سلطنت لازوال ہوگی

بادشاہ نے ان باتوں کو سن کر شاہی جامہ اتارا اور ٹاٹ اوڑھ کر ایک ویرانہ کو چل گیا۔ یہ مصاحب بھی اسکے ہمراہ ہو گیا اور دونوں تادم مرگ خدا کی طاعت و بندگی میں لگے رہے۔ عذری بن زید۔ عیسائی شاعر نے ذیل کے شعروں میں اسی بادشاہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَقَفَّكَ رَبِّ الْخَوْرُ فَنُفِئَ إِذْ أَسْرَفَ يَوْمًا وَلِلْهَدَىٰ تَفَكُّيرٌ

تو مالک خورنقی کے حال پر غور کر کے کہنے لگا کہ یہ جہانکا ایک ذرا بے عمل ہے۔ اور غور و فکر ہی سے ہدایت ملتی ہے۔

سَرَّهٖ مَالُهُ وَكَثْرَةُ مَالِكَ ۖ وَالْبَحْرُ مُعْرِضًا وَالسَّيْرُ

تو خوش کیا اس کے دل کو اسکے مال نے اور کثرت مقبوضات نے اور اس دریا نے جو سامنے بہ رہا تھا لینے فرات نے اور نہر سدیر نے جسے اُس نے کھدوایا تھا۔

فَادْعُونِي قَلْبُهُ وَقَالَ فَمَا غِيْطَةُ سَحْيٍ إِلَىٰ لَمَاتٍ بِصَيْرٍ

پھر یک بیک سہم گیا اس کا دل اور وہ بولا کہ متنفس کے واسطے اس حیات میں کیا خوشی ہے جب وہ خود موت کی طرف جا رہا ہے۔

فَظَمَ بَعْدَ الْفَلَاحِ وَالْمُلْكِ وَالنِّعْمَةِ قَادَرُهُمْ هَٰذَا الْقَبُورُ

کیونکہ بعد عیش اور حکومت اور حشمت و جاہ کے انہیں یہاں قبروں میں چھپایا یعنی وہ مر گئے اور دفن ہو گئے۔

نعمان ملا عورت نے تیس برس سلطنت کرنے کے بعد زہد اختیار کیا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا منذر اول بادشاہ ہوا۔ یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ جب ایرانیوں نے بہرام گور کو سلطنت معزول کیا اور ایک دوسرے شاہزادہ کو تاج شاہی پہنایا تو اس نے منذر سے مدد مانگی۔ منذر نے اپنی فوج لے کر ایران پر چڑھائی کی اور مدین کا محاصرہ کر لیا۔ اور دو تین لڑائیوں میں ایرانیوں کو شکست دی۔ اور بہرام کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے منذر سے ۶۶۲ء تک بڑی شان شوکت کے ساتھ سلطنت کی۔ اسکے بعد نعمان ثانی تخت نشین ہوا۔ اور سات برس تک سلطنت کر کے آخرین عیسائی ہو گیا اور راج پاٹ چھوڑ کر ایک جنگل کو چلا گیا۔ اسکے بعد اس کا بھائی اسود ۶۷۵ء میں بادشاہ ہوا اور تادم مرگ ملک شام کے قبائل کو لوٹا کھسوٹا رہا۔ منذر بن ماسماء اس خاندان کا بڑا مشہور بادشاہ ہے۔ اسی بادشاہ کو عمارت بن عمرو

دالی کندہ نے شکست دے کر عراق سے بھگا دیا۔ پیچھے شاہ ایران نے اسکی مدد کی اور اسے پھر تخت پر بٹھایا۔ لجنی و کندی بادشاہوں کے درمیان عداوت کی بنیاد اسی وقت سے پڑی۔ منذر بن مائوسا و حارث بن جبلة والی غسان کا بڑا دشمن تھا اسکے انتقال کے بعد اسکا بیٹا عمرو بن ہند تخت پر بیٹھا جسے عمرو بن کلثوم تغلبی نے اپنی والدہ لیلیٰ کی بے عزتی کے سبب قتل کیا۔ عمرو بن ہند نے ۳۵۴ھ سے ۳۶۹ھ تک سلطنت کی۔ اسی کے حکم سے طرفہ مارا گیا تھا اور حارث بن حلیزہ کا قصیدہ بھی اسی کے روبرو پڑھا گیا تھا۔ یون زمانہ جاہلیت کے تین مشہور شعراء اسکے معاصر تھے۔ اور امرؤ القیس اس کے باپ منذر بن مائوسا کا معاصر تھا۔ نعمان بن مائوسا و القابوس حیرہ کا آخری بادشاہ تھا۔ اس نے ۳۷۴ھ سے ۳۸۷ھ تک سلطنت کی۔ نابجہ ذبیانی عرب کا مشہور شاعر اسی کے عہد میں ہوا ہے۔ اس نے اپنی سوتیلی ماں متعترہ کے ساتھ شادی کی تھی اور اسے بہت عزیز رکھتا تھا۔ مگر یہ نالائق عورت مخمل شکاری سے جسکا ذکر پہلے ہو چکا نا جا رہجبت رکھتی تھی۔ اسی نے اپنے دو مصاحبوں کو زندہ دفن کروا کر انکی قبر پر دو ستون گڑوائے تھے اور دو دن یوم النعیم اور یوم البؤس مقرر کیے تھے۔ اسے ہرمز پرویز شاہ ایران نے قتل کیا اور لجنی خاندان کی سلطنت کو خاک میں ملا دیا۔ جن قبائل نے قیصران روم کی خدمت قبیل کی اُن پر آل حنفہ حکمران تھے۔ ۳۹۶ھ میں شہنشاہ روم نے حارث بن جبکہ کو ملک شام کا حاکم مقرر کیا تاکہ وہ منذر بن مائوسا شاہ حیرہ کا مقابلہ کرے۔ اس نے بڑی دلیری و شجاعت سے منذر کا سامنا کیا اور اسے فریب قتل کروا کے اس کے لشکر کو شکست دی۔ اسکی وفات کے بعد اسکا بیٹا منذر تخت نشین ہوا جسے قابوس بن ہند شاہ حیرہ کو ۳۹۷ھ میں شکست دی اور غسان نو کے زور و اقتدار کو بڑھایا۔ جو عربی قبائل ملک شام میں پھیلے ہوئے تھے انکا نام غسان اس طرح پڑ گیا کہ وہ شروع میں ایک مشرب پر جسکا نام غسان تھا تقیم ہوئے شاہ غسان عام طور پر قبیل کہلاتا تھا۔ اہل غسان بھی اہل حیرہ کی طرح عیسائی تھے۔ غسانی سلطنت کا دارالخلافہ جولان دمشق کے جنوب میں واقع تھا۔ بادشاہ

اور اسکے اہلکار زیادہ تر عجموں میں رہتے تھے اور خانہ بدوشوں کی طرح جہان سبز اور پانی دیکھا وہاں ہی چل دیے۔ زبان تو ان سبھوں کی عربی تھی مگر دستور و قاعدے۔ تہذیب و شایستگی یونانی۔ قابوس بن ہند شاہ غسان بھی قصیر روم سے باغی ہو گیا تھا۔ اسی سے قیصر کے حکم سے اُسے اسیر کر کے قسطنطنیہ لے گئے۔ اس کے بعد غسان میں کچھ بد نظمی رہی جعفری خاندان کا آخری بادشاہ جبَلہ بن الایم تھا۔ اس نے زمانہ اسلام بھی دیکھا۔ اور قصیر کی طرف سے عرصہ دراز تک اسلامی فوج سے لڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام لے آیا تھا۔ مگر بعد میں پھر عیسائی ہو گیا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر اسلامی نے بادشاہان غسان کی شوکت و عظمت اور بے انتہا سخاوت کا بیان نہایت فصاحت کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے دربار میں عیش و عشرت اور رقص و سرود کی کچھ کمی نہ تھی۔ یونانی و عربی چھو کر ان جو گانے اور بجانے میں مشتاق ہوتی تھیں شب و روز ان کے سامنے حاضر رہتی تھیں اور اپنی میٹھی سُر ملی آواز سے عاشقانہ غزلیں گا کر حاضرین کے دل کو خوش کرتی تھیں سونے اور چاندی کے برتن میں دسترخوان پر کھانے چنے جاتے اور قسم قسم کے بھول اور عطر سے ہوا میں بھیجی خوشبو ہر وقت رہتی تھی۔ دوستوں اور مصاحبوں کو خلعت اور صلے روز دیے جاتے۔ اور غرباء و مساکین کو طرح طرح کے کھانے کھلائے جاتے تھے۔ جب نعمان بن ماء السماء ابو قابوس نے نابذہ ذبیانی پر اپنی زوجہ کی طرف سے کچھ شک کیا تو وہ شاعر حیرہ سے بھاگ کر غسان کو گیا۔ حارث بن جبَلہ نے اُسکی بڑی قدرانی کی۔ اُنکے تلمظ و مہربانی کی تعریف اُس نے اپنے ایک قصیدہ میں کی ہے اسی قصیدہ میں اُس نے عمرو بن حارث شہزادہ غسان کی مدح میں یونانی شعر کہا ہے

فَاَلَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنْتَ سَيُّوْفُهُمْ | بِهِنَّ فَلَوْ لَمْ يَنْقُرْ مِنَ الْقَتَاِبِ |

اور ان میں کوئی عیب نہیں ہو سوا اسکے کہ انکی تلوار و نین لٹکوں کے ساتھ شیشی زنی کرنیکے سبب ہند نے یوحنا حیرہ اور غسان کی سلطنتوں کے ذریعے خاص قوم عرب کو دو فائدے پہونچے۔ اول اسلام کے لیے راستہ طیار ہو گیا کیونکہ مسیحوں کے وسیلے سے کتب مقدسہ اور رسولوں اور پیغمبروں کی بہت سی باتیں عوام الناس کو معلوم ہوئیں۔ دوم اسلامی سلطنت

کی راہ کھل گئی۔ کیونکہ حیرہ اور غسان کے عربی مسیحیوں کو قیصر و خسرو دونوں کی اصلی قوت سے واقفیت ہو گئی۔ علاوہ برین بہت سے قبیلوں کا رشتہ قبائل حیرہ و غسان کے ساتھ تھا۔ لہذا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہی قبائل جو اسلام لے آئے تھے اقلیم ستانی کے لیے ملک عرب سے نکلے تو باسانی ایران و شام کو فتح کر لیا۔ جہاں جہاں حیرہ و غسان کے قبائل پھیلے تھے وہاں ان کا تسلط آن کی آن میں ہو گیا۔ کیونکہ جگہ ان ہی کی ہڈی اور خون کے لوگ تھے خالد بن ولید کے اصل پیش روان ہی دو مقامات کے بادشاہ تھے

اشجار جاہلیت کی خصوصیات کا بیان بہت کچھ ہو چکا۔ سادگی۔ سلاست۔ فصاحت۔ شجاعت۔ سخاوت۔ طلب ثار۔ جہان نوازی۔ جنگ و جدال۔ حمایتِ جار۔ امدادِ مظلوم۔ کثرتِ سفر۔ تحملِ مصائب۔ لحاظِ حسب و نسب۔ میخواری۔ قمار بازی۔ بے اعتدالی کلام۔ قدرتی مناظر۔ عشق و محبت۔ حقارت و عداوت۔ نا عاقبت اندیشی۔ اور رندیت ان کی خصوصیات ہیں۔

جاہلیت کے یہودی و مسیحی شعراء

حجاز کے شمال کے قصبوں اور بستیوں میں یہودی بود و باش کرتے تھے۔ جنہوں نے پہلی و دوسری صدی عیسوی میں اپنا وطن رومی بادشاہوں کے خوف سے چھوڑا تھا۔ اور عرب میں بھاگ کر پناہ لی تھی۔ بُت پرست رومی ان کے جانی دشمن تھے۔ ستمہ عین رومی فوج نے یروشلم پر حملہ کیا اور آس پاس کے دیہات کو جلا کر شہر مقدس کا محاصرہ شروع کیا۔ پندرہ لاکھ یہودی اس وقت شہر کے اندر جمع تھے۔ محاصرین نے شہر پر قبضہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ آمد و رفت کے سارے راستے بند کر دیے گئے اور کسی طرف سے رسد یا کمک کی امید نہ رہی تھا و مری نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور لوگ بے کثرت مرنے لگے۔ اُدھر باشندہ دن میں اتفاق پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے سینکڑوں مقتول ہونے لگے اور کشت و خون کا

ہانا رگم ہو گیا تھے مین شہر غنیم کے ہاتھ آیا۔ انہوں نے نہایت بے دردی سے مردوں اور عورتوں اور بچوں پر ہاتھ صاف کیا۔ لاکھوں یہودی تلوار کی دھار سے قتل کیے گئے۔ اور جو باقی بچے وہ غلامی میں بیچے گئے۔ اس سخت مصیبت میں انہیں راہ گزیر بھی نہ ملی۔ مقام میں جو ڈھونڈھا تو راہ بھی نہ ملی۔ اور قہر تھا کہ خدا کی پناہ بھی نہ ملی۔ جو تھوڑے بہت یہودی اور ہر ادھر اور مقامات میں تھے وہ اپنی آن و جان۔ دین و ایمان لیکر بھاگے اور عرب کی دایوں اور صحرائوں میں پناہ گزین ہوئے۔ یون یہودیوں کے قبائل۔ بنی قریظہ۔ بنی ہڈل۔ اور بنی نغیر خاص عرب میں زمینگیر ہوئے اور زبانہ اسلام تک رہے۔ زبان جا کر انہوں نے اپنے پڑوس سیکو کی زبان اختیار کر لی اور خاص لوگ عربی بولنے لگے۔ مذہب کے اعتبار سے وہ یہودی تھے۔ اور زبان کے اعتبار سے عربی۔ اُس وقت کے دستور کے مطابق یہ بھی اپنے اور اپنی قوم کے کارنامے اشعار میں بیان کرتے اور عرب جاہلیت کی طرح اپنی شجاعت و سخاوت پر فخر کرتے تھے۔ ان کا سب مشہور شاعر سمؤل بن عاد یا تھا یہ شخص والی تہا تھا۔ اسکے پاس ایک بڑا حکم و سنگین قلعہ تھا۔ جسے آبلق کہتے تھے۔ اس قلعہ کے اندر ایک گہرا کنواں بیٹھ بانی کا بھی تھا۔ سمؤل اپنی صداقت و وفاداری کے سبب مشہور ہے۔ امر القیس نے اسکے پاس کچھ بھیجا اور مذہب کی امانت رکھی تھیں۔ جب وہ قسطنطنیہ کو روانہ ہو گیا تو منذر شاہ حیرہ نے حارث بن ظالم کو فوج کے ساتھ سمؤل کے پاس بھیجا کہ امر القیس کی امانت اس سے چھین لائے۔ سمؤل نے اُس کے دینے سے انکار کیا۔ اتفاق سے سمؤل کا بیٹا جو شکار سے واپس آ رہا تھا حارث کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ حارث نے سمؤل کو وہ لوکا دکھایا اور کہا۔ کہ اگر تو امر القیس کی چیزیں میرے حوالے کرے تو میں اس لڑکے کو قتل کر دوں گا۔ سمؤل نے جواب دیا کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ میں عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ اس جواب کو سنکر حارث نے اپنی تلوار سے اُس لڑکے کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس وقت سے سمؤل کا نام ایفا عہد میں ضرب المثل ہو گیا۔ چنانچہ عرب کے لوگ اب تک یہ خلیں روز مرہ استعمال کرتے ہیں ”وَ قَاتِلَ كَوْفًا السَّمُولُ“ اور ”أَنْ فِي مَوْتِ السَّمُولِ“ سمؤل اپنی اس

امانت داری کا بیان اس طرح کرتا ہے ۵

وَفِيَتْ بِأَدْمَرَ اللَّيْثِي الرَّفِثِ | إِذَا مَا خَانَ أَقْوَامٌ وَفِيَتْ

میں نے کنڈی امر القیس کی زہیوں کے معاملہ میں ایفائے عہد کیا۔ میں دفا سے پیش آتا ہوں جب اور لوگ خیانت کریں۔

تَبَى لِي عَادِيَا حَصْنًا حَصِينًا | وَإِذَا كَلَّمَا شَيْئًا اسْتَفِيَتْ

عادیا نے میرے لیے ایک مضبوط قلعہ بنا دیا ہو اور ایک ایسا کٹوان جس میں سے جب چاہتا ہوں پانی پلاتا ہوں۔

رَفِيعًا تَزَلُّقُ الْعُقْبَانُ عِنْدُ | إِذَا مَا نَابَنِي ضَيْمٌ أَبَيْتُ

وہ ایسا عالیشان قلعہ ہے کہ عقاب اُس پر سے بھسلے ہیں۔ اور جب کوئی ظلم مجھ تک آتا ہے تو میں اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔

وَإِذَا صَنَى عَادِيَا فَرْدًا مَا يَأَلَا | تُهَمِّدُ مَا يَأَسْمُولُ مَا بَنَيْتُ

اور عادیا نے تو شروع ہی سے یہ وصیت کر دی ہے کہ اے سمول۔ جس چیز کو میں نے تعمیر کیا ہے وہ کبھی منہدم نہ ہوگی۔

اسکی ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نظم ہے جس میں سے چند اشعار بطور نمونہ کے بیان نقل کیے جاتے ہیں ۵

وَإِنَّا الْقَوَّةُ مَا قَرَى الْقَهْلُ سَمْبَةً | إِذَا مَا سَرَأَتْهُ عَامِرٌ وَسَلُولُ

ہم ایسی قوم ہیں کہ جنگ میں قتل ہوئی کہ عار و ننگ نہیں سمجھتے۔ جبکہ بنی عامر اور بنی سلول اسکو عار سمجھیں۔

إِفْقَرَابُ حُبِّ الْمَوْتِ أَحْبَلْنَا لَنَا | وَتَكَرَّرَ هَهُ أَجَالُهُمْ وَتَطُولُ

ہمارا موت کو دوست رکھنا ہمارے آخری وقتوں کو ہم سے قریب کر دیتا ہے۔ اور ان کے آخری وقت موت سے گھبراتے ہیں سوان کی عمر میں دراز ہوتی ہیں۔

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ حَتَّى آفَنَاهُ | وَلَا حُلَّ مِنَّا حَيْثُ كَانَ قَبِيلُ

اور ہمارا کوئی سردار بچھونے پر بڑا کر اپنی موت سے نہیں مڑتا۔ اور ہمارا کوئی ایسا مقتول نہیں جس کا قصاص نہ لیا گیا ہو۔

تَسْبِيلُ عَلَى حَدِّ الظُّبَاتِ نَفُوسُنَا | وَلَيْسَتْ عَلَى غَيْرِ الظُّبَاتِ تَسْبِيلُ

وَمَا أُخْبِدْتُ نَارًا لَنَا دُونَ طَارِقٍ	وَلَا زَمَنًا فِي الثَّانِي لَيْتَ كُنْ بِلَا
ہماری آگ کبھی مسافر شب زندہ کے لئے بجھائی نہیں جاتی۔ اور ہمارے دوسرے سے کبھی کسی نے نہیں بڑا نہیں کہا۔	سمول بن عادی کی بہت سی نظمیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا فصیح وقادر الکلام تھا۔
الزجاج بن ابوالحقیق - یہ شاعر اپنے قبیلہ کو لے کر جنگ بواآت میں بڑی دلیری سے لڑا۔	نافعہ اسکا ہم عصر تھا۔ اسکے بیٹے حضرت محمد کے جانی دشمن تھے۔
اس زمانہ میں عیسائی بھی ملک عرب میں بکثرت تھے۔ بہت سے قبیلے عیسائی ہو گئے تھے	اور شام و صیرہ کے قبائل عموماً نصاریٰ تھے۔ ان کے پیشوا اگرچہ ادھر ادھر بنے تھے۔
ان ہی لوگوں نے سب سے پہلے سریانی زبان کے حروف میں عربی کتابت شروع کی اور اہل	عرب کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ عیسائیوں میں سب سے پہلا نامی شاعر براق بن روضان
ہوا ہے۔ یہ شخص نبی تھا اور صغر سن میں اونٹ چراتا تھا۔ اور اکثر اونٹ کا دودھ لیکر	ایک راہ کے پاس جاتا اور اُس سے انجیل کی تعلیم پاتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ مسیحی ہو گیا
اور شعر گوئی اور فرسیت کی مشق کرنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ ان میں پوری مہارت حاصل	کری۔ اسی کے یہ نئے نظیر شعر ہیں۔
يَا حَالِبَ الْأَمْرِ لَا يُعْطَى أَمَّا نَيْبًا	اِسْتَعْلُ الصَّبْرُ فِي مَا كُنْتَ تَبْغِيهِ
وَصَاحِبُ الْقُدْرَةِ يَحْبِي صِدْقُ حَسَنًا	وَصَاحِبُ الشَّرِّ سَوْءُ الشَّرِّ يَحْبِيهِ
عالم فانی کے رنگ کو دیکھ کر اسکا دل دنیا سے کچھ ایسا نفور ہو گیا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر	گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ لیکن جب بنی ربیعہ اور بنی طی کے درمیان جنگ جھڑپی
تو قوم کے سردار اسکی مدد کو اسکے پاس آئے۔ اُس موقع پر وہ ذیل کے اشعار کہہ کر انکے ساتھ ہو گیا	الْعَمْرِي لَسْتُ أَتْرُكُ آلَ قَوْيٍّ
أَاُتْرِكُ بَيْنَهُمْ إِنْ كَانَتْ يَمِينُ	وَأَرْحَلُ عَنْ فِتْنَةٍ أَوْ أَسِيرُ
اسکی مدد سے اسکی قوم فتنہ ہوئی اور لوگوں کی نظر میں اسکی قدر و منزلت بڑھ گئی	یہ عمر رسیدہ ہو کر شامہ عین جان بحق ہوا۔

امرولقیس - امیہ بن ابی اصفلت اور حاتم طائی بھی عیسائی شعرا تھے۔ انکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ عیسائیوں میں سے نامی شاعر امرؤ القیس کو چھوڑ کر عدی بن نید تھا۔ یہ شخص اولاد نزار میں سے تھا اور اپنے زمانہ میں فاضل اجل اور نہایت مقتدر اور بہر دل عزیز گذرا۔ نعمان بن المنذر اس ہی کی بدولت حیرہ کے تخت پر بیٹھا اور اپنی بیٹی ہند کی شادی اس سے کر دی۔ اس کے دو بھائی آبی اور عامر تھے۔ پہلے تو نعمان نے اسے سفید و سیاہ کا مالک بنا دیا پھر پیچھے حسد کر کے اسے قید کر دیا۔ قید خانہ میں اس نے بڑے دردناک شعر کہے ہیں جن میں تجنید نمونہ کے طور پر بیان نقل کیے جاتے ہیں ۵

وَكَيْتُ هُمَا النَّصِيحَةَ يَا لَمُصِيبِ وَعَلَا وَالْبَيَاتُ لَدَى الطَّلِيْبِ وَلَمْ تَسْأَمْ مَسْجُونٍ حَرِيبِ أَرَامِلٍ قَدْ هَلَكْنَ مِنَ التَّحِيْبِ كَشَّيْحٍ حَاتَتْ حَرَمُ الرِّبِيبِ وَلَا تَعْلَبُ عَلَى الرَّايِ مُصِيبِ إِلَى رَبِّتٍ فَشَرِيبٍ مُسْتَحْيِبِ	أَلَا مَنْ مَبْلَغِ النُّعْمَانِ عَنِّي أَحْظَى كَانَ سِلْسِلَةً وَقَيْدًا أَتَاكَ يَا نَبِيَّ قَدْ طَالَ حَبْسِي وَبَنِيَّ مُفْقِرٍ إِلَّا يَسَاءَ يُبَايَدَتْ الدَّمُوعُ عَلَى عَدِي فَهَلْ لَكَ أَنْ تَذَارَكَ مَا لَدَيْنَا فَإِنِّي قَدْ وَكَلْتُ الْيَوْمَ أَمْرِي
--	--

جب کسری کو خبر ہوئی کہ عدی قید ہے تو اس نے نعمان کو ایک خط لکھا کہ اسے آزاد کرو۔ پر اس خط کے پہونچنے سے پہلے ہی نعمان نے اسے قتل کر دیا تھا۔ یہ شاعر ۲۵۵ء میں مارا گیا۔ کلام اسکا فصیح و بلیغ اور اشعار اس کے نہایت پُر اثر اور سنجیدہ ہیں۔ خلیفہ ولید ثانی اس کے دیوان کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا اور اس کے رقت انگیز شعروں کو پڑھ کر رو دیا کرتا تھا۔ اسکی نظموں میں سندانہ و ناصحانہ کلام آمیختہ ہیں۔ کہیں تو خالص مٹی اور گلخواران جفا پیشہ کا ذکر ہے اور کہیں زوال دنیا اور ظلمت گور کا۔ کبھی تو مستانہ وار قہقہہ مار کر جام شراب کی تعریف کرتا ہے اور کبھی اشکباری و آہ و زاری کے ساتھ دیوانہ وار موت و ہلاکت کی خبر دیتا ہے۔ اسی کی نصیحت سے نعمان عیسائی ہو گیا تھا اور اسی کے اشعار سن کر نعمان الاکبر بہت چھائی تھی۔

ابوبسید۔ یہ شخص نبی مکی میں سے تھا اور جاہلیت و اسلام دونوں زمانے دیکھے ہوئے تھا۔ یہ بادشاہوں کی زیارت کرتا اور اکثر ان کے دربار میں اپنا وقت کاٹتا تھا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا بڑا مقرب دوست تھا۔ اور اپنی لاثانی عبارت آرائی سے انکا دل بہلایا کرتا تھا۔ ایک موقع پر اُس نے اُنکے سامنے ایک قصیدہ پڑھا جس میں ہر لطف شعر آیا ہے۔

مَنْ مُبْلَغٌ قُوًى مَنَا الشَّائِئِينَ اَوْ شَعَطًا
اِنَّ الْقُوًى اَدْرَا الْيَهُمَ سَبِيْعٌ وَّ لَع

اس شاعر نے شکستہ عین وفات پائی۔

باب ۵۔ حضرت محمد علیہ السلام اور اسلام

آپ شہ عین پیدا ہوئے۔ ہاشم کے خاندان سے تھے۔ والد کا نام عبدالمد۔ اور والدہ کا آمنہ تھا۔ پیدائش سے کئی مہینے پہلے والد راہی ملک بقاء ہو چکے تھے۔ زمانہ طفولیت نبی سعد کے درمیان ایک عورت حلیمہ کے ساتھ گذرا۔ یہ آپ کی دایہ تھی۔ ایک دن صحرا میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ یک بیک دو فرشتوں نے آکر آپ کو آہستہ سے زمین پر لٹا دیا اور سینہ چاک کر کے سونیدار قلب نکال لے گئے۔ اس وقت آپ پانچ برس کے تھے۔ حلیمہ اس حال کو سنتے ہی آپ کو ام کے پاس لائی اور آپ کو ان کے سپرد کیا۔ جب آپ چھ برس کے تھے تو والدہ کے ساتھ مدینے گئے۔ لوٹتے وقت راہ میں والدہ بھی کوچ کر گئیں۔ ام امین کے ساتھ مکہ کو واپس آئے۔ وہاں آپ کے دادا عبدالمطلب بار پرورش کے متحمل ہوئے۔ جب آٹھ سال کے تھے تو دادا نے انتقال کیا تب آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی حفاظت و پرداخت کا ذمہ لیا۔ بچپن میں بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح گلون کی جو پانی سے امت کی پاسبانی کے لیے مقرر کیے گئے۔ جب آپ بارہ سال کے تھے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کو گئے کہتے ہیں کہ وہاں ایک راہبے جس کا نام بجر تھا آپ کی ملاقات ہوئی۔ اُس نے آپ کے کندھوں پر مہر رسالت دیکھی اور آپ کو رسول مان لیا۔ پچیس برس کی عمر میں آپ بھر ملک شام کو گئے۔ خدیجہ نے آپ کو وہاں اشیا تجارت

اکی فروخت کے لیے بھیجا تھا۔ خدا کے فضل سے نفع خوب ہوا۔ جب واپس آئے تو خود بچنے
 آپ کے ساتھ نکل کر لیا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال کی تھی اور خدیجہ جالیس برس
 کی تھیں۔ اس کے بعد پندرہ برس تک آپ نہایت سادگی و پاکیزگی کے ساتھ اپنی
 نیک و خدا پرست زندگی بسر کرتے رہے۔ جالیس برس کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور اُس وقت
 سے تا دمِ مرگ حضرت جبرئیل برابر وحی لیکر آپ کے پاس آتے رہے۔ جماعتِ مومنین اور ائمہ
 المومنین میں حضرت خدیجہ علیہا السلام کا سب سے اول درجہ ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے آپ
 ہی حضرت مصطفیٰ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ
 زید بن حارثہ اور حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ قریش کے ایک نہیور و متمول تاجر اسلام لائے
 آغاز رسالت میں کفار قریش فقط تمسخر و استہزاء سے کام لیتے رہے۔ لیکن جب دیکھا
 کہ آپ خالص توحید کی منادی کرتے ہیں اور بتِ ہائے کعبہ اور بتِ پرستی سے بال بھر
 بھی سروکار نہیں رکھتے تو دانت پیس پیس کر اور قسم کھا کھا کر آپ کی ہلاکت کے درپے
 ہوئے۔ غریباور غلاموں میں سے بہترے ایمان لایچکے تھے۔ قریش نے انہیں ستانا
 شروع کیا جسے کہ کئی مرتبہ ہو گئے۔ جب حضرت مرنے دیکھا کہ مومنین کو کفار کی طرقت سے
 از حد مصیبت و اذیت پہنچ رہی ہے تو انہیں حبشتان کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے
 پاس پناہ لینے کا حکم دیا۔ قریب سو جانیں بھاگ کر وہاں گئیں۔ نجاشی بڑی ہمدردی اور
 مہربانی سے انکے ساتھ پیش آیا۔ ادھر سختی و مخالفت کی گھٹالیوٹا فیموٹا بڑھتی اور زیادہ
 سیاہ ہوتی گئی۔ بالوں اور اس کے ساتھی بے حرمتی و ایذا دہی میں کوئی کسر نہیں
 رکھتے تھے۔ جب آپ کھانا پکانے بیٹھتے یا عبادت میں سر بسجود ہوتے تو ناپاک غلیظ
 اشیاء آپ پر پھینکی جاتی تھیں۔ مگر آپ صبر کے ساتھ ساری تکلیفیں جھیلے گئے
 ادھر یہ آفتیں برس رہی تھیں اُدھر خدا تعالیٰ کے فضل سے دو بڑے معتبر اور نامی
 اشخاص اسلام لائے۔ آپ کی رسالت کے چھٹے سال آپ کے چچا حمزہ اور عمر بن الخطابؓ
 مومنوں کی جماعت امین شامل ہوئے۔ انکے اسلام لاتے ہی تکالیف و مصائب کی
 تخفیف ہوئی۔ خدا سے واحد کی عبادت اب کھام کھلا ہونے لگی۔ اور خوفِ مہرجان مارا

مگر گو علانیہ عبادت کرنے کی جرأت انہیں ہو گئی تاہم مصیبت و ایذا سے اب تک محفوظ نہیں تھے۔ چار برس اسی حال میں گزرے۔ اسلام آتربی کرنا گیا۔ آخر رسالت کے دسویں سال میں حضرت خدیجہ جان بحق ہوئیں اور اُنکے پانچ ہفتہ بعد ابوطالب بھی رخصت ہوئے۔ جو صدر مہ ان جالکاہ واقعات سے آپ کو پہونچا اسکا بیان ناممکن ہے۔ لیکن آپ کو اسلام کا زیادہ خیال تھا۔ اپنی مصیبت و رنج کو بھول کر آپ طائف کے بت پرستوں کو دین خدا کی خبر دینے گئے۔ بعد دس روز کے قیام کے وہاں سے لوٹے عوام نے آپ کی بڑی بے عزتی کی۔ اور اتنے پتھر پھینکے کہ آپکے دونوں پانوؤں سے خون جاری ہو گیا۔ مکہ لوٹ کر پھر قریش کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ آخر مایوس ہو کر سلعہ میں مدینہ کو ہجرت کی۔ اسوقت سے نقشہ پلٹ گیا۔ کامیابی اور فتح کی ہر کام میں دکھائی دینے لگی۔ دین قائم ہو گیا اور مومنین کو امن و اقبال مندی نصیب ہوئی اسوقت سے اسلام کی قوت و عظمت روز بروز بڑھنے لگی اور چاروں طرف اسکا نور چمکنے لگا۔ رفتہ رفتہ مختلف قبیلے ایمان لائے۔ اور حضرت کی وفات تک عنقریب سارے قبائل مسلمان ہو گئے۔ اندر اور اُسکے لوگ غالب آئے۔ بتوں اور بت پرستی کا سر نیچا ہوا۔ اور جس کتاب کو لوگ اساطیر الاولین کہتے تھے وہ کلام اللہ ثابت ہوا۔ جس مہت و استقلال۔ جس حوصلہ و ایمان کے ساتھ حضرت نے اسلام کی اشاعت میں کوشش کی۔ اسکی نظیر صفحہ تاریخ میں کم ملتی ہے۔ بڑی محنت و مشقت اور جانفشانی کے بعد خدا اور فرشتوں۔ قیامت و عدالت کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا طرح طرح سے اور کئی کئی دفعہ کفار نے معجزہ طلب کیا۔ حضرت کا برابر یہی جواب تھا کہ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔ منافقین و یہود نے کچھ عرصہ تک بہت دق کیا۔ لیکن آخر کار مغلوب ہوئے۔ انکی مخالفت سے اسلام کو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ زمانہ جاہلیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ایک نئے و روشن زمانہ کا آغاز ہوا جس نے بت پرست عرب کے سارے بُرے دستور و رسوم کو مٹا دیا۔ خونریزی اور فحاشی کی جگہ صلح و اخوت قائم ہوئی۔ نے دینی و کفر و بت پرستی کے بدلے سچے اور اضر خدا کی سپریش شروع ہو گئی۔ جاء الحق

وَذَهَقَ الْبَاطِلُ - إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا اور جہاں پہلے خدا و ظلم کی گرم بازی
ستی وہاں صداقت و انصاف کا پایہ بلند ہوا۔

حضرت اپنے ساتھ فقط اسلام ہی نہیں لائے تھے بلکہ ایسی خود فصلت رکھتے تھے
جو ساری اسلامی دنیا کے لیے نمونہ بن گئی۔ تیرہ سو برس سے آپ کے جان نثار پیرو اور
سچے معتقد ہی کوشش کرتے رہے ہیں کہ آپ کے نقش قدم پر چلیں اور آپ کی سنت پر
دل سے عمل کریں۔ دینداری کی روح و روانہ وہ اسی میں سمجھتے ہیں کہ کسی طرح آپ کی مانند
زندگی بسر کریں تاکہ عاقبت بخیر ہو۔ دنیا کے ہر گوشہ میں آپ کے ہزاروں اور لاکھوں
ذرائع ہیں جن کو آپ کا نام بھی پیا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایسا مقنا کیسی اثر چھوڑا
جو اب تک اہل اسلام کو اسی روز و قوت کے ساتھ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ تبریک الہی
مدینہ منورہ میں اور گھر آپ کا ہر مومن کے دل میں ہے۔ جیتے جی فقط قبائل عرب کے
رہبر و ہادی تھے۔ اب مختلف قوموں کے رہنما ہیں۔ حبيب نعرہ توحید بلند ہوتا ہے
آپ کی رسالت کی شہادت بھی ساتھ دی جاتی ہے جنہیں پہلے کفار و ساجد و مجنون
جانتے تھے انہیں اہل ایمان شفیع المذنبین اور عون الوری مانتے ہیں۔ عجیب افلاک
و حسن عقیدت کے ساتھ آپ کے عاشق و شیدائے اپنی محبت قلبی کا اظہار کیا ہو تکلیف
و مصیبت میں۔ رنج و یاس میں۔ تندرستی و بیماری میں۔ زندگی اور موت میں کروڑوں
کو آپ کی تعلیم و نمونہ سے طاقت و سکین حاصل ہوئی ہے۔ جو کچھ آپ کے پاس تھا اسے
نے دریغ اور ورنہ کو دیا۔ قوم کی اصلاح اور نبی آدم کی ہدایت کے لیے جو کچھ ہو سکا کیا۔
ایک دن بھی آپ کا راحت و چین کے ساتھ نہ گزرا۔ شب و روز فکر و غبار کا سامنا
رہا۔ سکھ اور عیش کے واسطے مہلت نہ تھی۔ تنگی اور افلاس ہر وقت کے مہمان
تھے۔ دوسروں کے غم و فکر میں ہر روز چلے اور دوسروں ہی کے لیے ساری صفویں
اٹھائیں۔ اس سے زیادہ فرستہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دل و جان با وفایت ایڑھوں پر
آپ کے زمانہ میں علامہ عیسیٰ یون اور یہودیوں کے دو اور مذہبی فرقے عرب میں تھے
ایک فرقہ ضعیف۔ دوسرا فرقہ رُکُوبیہ۔ ضعیف وہ لوگ تھے جو حضرت ابراہیم کے

دین پر چلنے کا دعوے کرتے تھے۔ شمار میں یہ بہت ہی تھوڑے تھے لیکن ان کا اثر بہت بڑا اور وسیع تھا۔ ان میں ورقہ بن نوفل قرشی۔ اور زید بن عمرو بن نفیل قرشی اور اُمیہ بن ابی الصلت ثقفی مغز مشہور ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ورقہ تو عیسائی ہو گیا مگر زید دین ابراہیم پر قائم رہا۔ یہ لوگ بت پرستی سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ بتوں کی قربانی کو بھی حرام دیکھا۔ انہیں سمجھنے تھے۔ دختر کشی اور لوٹ مار کو بھی مکروہ بتاتے تھے۔ کتاب الاغانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمیہ بن ابی الصلت صحائف انبیاء سے واقف تھا۔ میخواری کو ناجائز و حرام جانتا تھا۔ زہد و تقویٰ میں مشہور تھا اور ٹاٹا لپیٹے رہتا تھا۔ اسے اُمیہ بھی کہہ دیا گیا ہو۔ لہذا جب اُسے سنا کہ حضرت محمد ص رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ایک سخت مخالف ہو گیا۔ ابن ہشام کا قول ہے کہ ورقہ حضرت خدیجہ کے رشتہ میں تھا۔ اور پیچھے اسلام لے آیا۔ یہ شخص عالم اور پاک فوشتوں سے واقف تھا۔

تیسرے یہودی یعنی عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا۔ عقائد کے اعتبار سے یہ نہ یہودی تھے نہ عیسائی و ضرور وہ طہارت کے بڑے پابند تھے۔ ان میں سے بعض مسیح کی موت کے منکر تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ خداوند یسوع مسیح نہیں مارا گیا بلکہ کسی اور شخص کی صورت اسکی مانند ہو گئی۔ اس فتنہ کے لوگ اب تک عراق میں موجود ہیں۔ میں کوئی مذہبی رسالہ نہیں بلکہ علم ادب کی تاریخ لکھ رہا ہوں۔ اور چونکہ عربی زبان کا علم ادب بہت کچھ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اس سبب سے اسلام کا اور بانی اسلام کا ذکر کرنا پڑا۔ اس سے کوئی صاحب نتیجہ نہ نکالیں کہ میں اپنے عقائد میں اسلامی ہوں۔ میں حضرت ص کی اور اسلام کی تعریف صدق دلی سے کرتا ہوں کیونکہ دونوں تعریف کے لائق ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اسلام نے مسیح ص کی الوہیت اور کفارہ کا صاف و صریح انکار کیا ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس انکار کے سبب توہین کے کلمے استعمال کیے جائیں۔ اکابر الناس کی تعظیم و تکریم ہر فرد بشر پر واجب ہے جس شخص نے بنی آدم کی یہود و فلاح کے لیے زندگی بھر کوشش کی اور اپنے اکیلے دم سے عالم کے رنگ کو بدل دیا۔ بت پرست عرب۔ اور آتش پرست عجم اور وحشی ترک کو موحّد۔ خدا پرست اور مہذب بنا دیا۔ علوم و فنون میں زندگی کو دم پھونک دیا۔

عقائد و خیالات میں دیر پا انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ ہر طرح سے میری اور ہر منصف و حق پرست آدمی کی مع کا سزاوار ہے۔

باب ۲۔ زمانہ اسلام۔ اس وقت کے شعرا

ادبیت کے لحاظ سے یہ زمانہ ہمیشہ ہے۔ قرآن شریف کا رزل ہونے سے عربی زبان کی قدردانی و منزلت نے انتہا پڑھ گئی۔ اسکی فصاحت و بلاغت کے آگے عرب کی سحر بیانی مات تھی۔ لسان العرب کے اس دائمی معجزہ کے سامنے اہل سخن کی زبان لال تھی۔ ارباب فضیلت اہل مال نے مان لیا کہ ایسا کلام انسان ناقص البیان کی طاقت سے باہر ہے۔ ایک ایک جملہ اس کلام ربانی کا اسرار بلاغت کا نمونہ اور معانی و بیان کے حصول کا گنجینہ ہے۔ اس میں اہل العالمین جسکی آواز سے زمین و آسمان لرزتے ہیں بولتا ہے اور اس وجات و ملائکہ سر جھکا کر اس کے کلام کو سنتے ہیں۔ اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں۔ پیائے فصاحت ہے تو یہ ہے۔ معیار بلاغت ہے تو یہ ہے۔ زبان دانی کی جان و روح یہی ہے کہ قرآن مجید حفظ ہو اور اس کے لغات و محاورات اور اسرار معانی و بیان پر عبور ہو۔ اصل ادب وہی ہے جسے دقائے فقرات حیدر معلوم ہیں۔

ماسوا اس کلام معجزہ نما کے کلام رسول بھی ادبیت کے اعتبار سے بہت بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ آپ کی زبان نہایت فاضل و فصیح۔ پاکیزہ و بلند ہے۔ متقدمین و متاخرین دونوں کے سر پر آپ کے نیچے ہیں۔ آپ کی جو حدیثیں جمع کی گئی ہیں ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بڑے قادر الکلام تھے۔ پس جو ادبیت میں کامل ہونا چاہتا ہے وہ حدیثوں کو ضرور پڑھے۔ شاعران اور خطیبوں کے اعلیٰ سے اعلیٰ جوہر آپ کی بات بات میں دکھائی دیتے ہیں۔ گہرے سے گہرے مطالب کو آپ آسانی سے شستہ و خوش اسلوب پیرایہ میں ادا کر لیتے تھے اور جوش و سنجیدگی کے موقع پر بلا کی تاثیر اور حلاوت و لطافت آپ کی تقریروں میں آ موجود ہوتی تھی۔ ایسا کہ سامعین پر خواہ مخواہ بولجی و یقین کا عالم چھا جاتا تھا۔ آپ کے لفظوں میں جان و حرکت تھی جو سننے والے کے دل پر عجیب اثر کرتی اور اسے اپنا مستفاد و مطیع بنا لیتی تھی۔

جس صورت میں قرآن شریف اب ہمارے پاس ہے اسکی مختصر تاریخ یہ ہے حضرت
 اکی وفات کے بعد جو ۳۲ء میں ہوئی اسلاموں کو منافقین و کفار سے دین کی خاطر لڑنا
 پڑا۔ خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو بڑے حلیم اور سادہ مزاج تھے مگر دین کے معاملہ میں غایت درجہ
 کی غیرت و گرمجوشی رکھتے تھے۔ انکے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کفار سے لڑنا پڑا اور
 اپنے کو نبی برحق بتا کر بہتوں کو گمراہ کیا۔ ہزاروں اسکے پیرو ہو گئے۔ اور بنی حنیفہ نے
 نہ دل سے اسکا ساتھ دیا۔ ایک عورت جبکا نام سجاح تھا اور جس نے مسلمانوں کی طرح سے
 نبوت کا دعویٰ کیا ایک بڑے گردہ کا سر غنہ بن گئی۔ اور آخر میں مسلمانوں کے ساتھ کج کر لیا
 ادھر ایک اور شخص نے جبکا نام طلحہ تھا نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ خالد بن ولید کو فوج
 لے کر بھیجا کہ اسکی سرکوبی کرے۔ بہت سے قبائل عرب بھی برگشتہ و منحرف ہو گئے تھے۔ اور
 اسلام معرض خطر میں پڑ گیا تھا۔ خالد نے رفتہ رفتہ سمجھوں کو زیر کیا اور پھر انہیں مطیع بنا لیا۔
 طلحہ پر آسانی سے فتح حاصل ہوئی۔ مسلمانوں سے یامہ میں ۳۳ء میں جنگ ہوئی۔ جہنم
 نہایت دلیری کے ساتھ لڑے۔ اور نہایت سخت خونریزی کے بعد بنی حنیفہ کو شکست ہوئی
 سات سو آدمی اسلامی مقتول ہوئے۔ بہت سے صحابہ نے تاج شہادت حاصل کیا۔ مخالفوں
 میں سے بارہ سو مارے گئے اور خود مسلمان بھی مقتول ہوا۔ اس خوفناک جنگ میں بہت
 حافظ و قاری بھی شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے بھائی زید بھی اسی میں شہید ہوئے
 صحابہ کی کل تعداد جو اس جنگ میں کام آئے اتنا لیس تھی۔ فتح تو حاصل ہوئی مگر قریب
 دو ہزار جانیں قربان ہو گئیں۔ مدینہ میں گھبر مائتم کی صدا بلند ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو
 اندیشہ ہوا کہ اگر اس طرح کی جنگ پھر ہوئی اور حافظ و قاری مارے گئے تو قرآن شریف
 کے عالموں کے نہ ہونے کی وجہ سے اصل متن کا پتہ لگانا ناممکن ہو گا۔ انہوں نے
 حضرت ابوبکرؓ سے اپنے اندیشوں کا ذکر کیا۔ آخر دونوں بزرگوں کی صلاح سے قرآن
 شریف کے جمع کرنے کا کام زید بن ثابتؓ کے جو حضرت عمرؓ کے کا تھے سپرد ہوا۔ اُس نے
 نہایت تحقیق و حجامان بن کے ساتھ قرآن شریف کے اجزاء کو جمع کیا۔ یہ کام حضرت عمرؓ
 کے زیر نگرانی ہوا۔ یہ نسخہ بڑی صحت کے ساتھ طیار ہوا کیونکہ ہر آیت کے لیے

کم سے کم دو گواہوں کی شہادت لی گئی۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد یہ نسخہ حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پھر اسکی نظر ثانی کی گئی کیونکہ خلیفہ بن الیمان نے خلیفہ کے آگے یہ شکایت کی کہ ملک شام کے اسلامی سپاہی قرآن شریف کو اوطرح سے پڑھتے ہیں۔ آخر اسلئے عین زید بن ثابتؓ نے خلیفہ کے حکم سے اس نسخہ کی نظر ثانی کی۔ اس میں تین آدمی قریش کے زید کی مدد کو مقرر ہوئے تھے۔ جب یہ دوسرا نسخہ طیار ہو گیا تو پہلے نسخے جمع کئے گئے اور جلا دیے گئے۔ موجودہ قرآن شریف کا متن وہی ہے جو بعد نظر ثانی کے قرار پایا اس متن میں تبدیلی و تحریف کا شبہ بالکل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اصلی متن کے حافظ و قاری اسوقت زندہ تھے جنہوں نے اسکی صحت کو بالکل تصدیق تسلیم کیا۔ حدیثوں کے جمع کیے جانے کا بیان آگے آئے گا۔

اس زمانہ کے شعراء میں حضرت لبید رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اول درجہ ہے۔ حضرت لبید کا ذکر پہلے ہو چکا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر خلفائے راشدین کے باب میں ہو گا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ نوجوانی کے عالم میں حیرہ و دمشق کی خوب سیر کی اور عرصہ دراز تک ان مقاموں میں رہے۔ اسلام لانے کے بعد اپنی قوت شعر گوئی کو اسلام و مسلمانوں کی خدمت میں مبذول کرتے رہے۔ ان کے قصائد میں اکثر حضرت محمد رضی اللہ عنہ کی مدح۔ اسلام کی تعریف۔ کفار کی ہجو اور غزوات نبوی کا بیان ہے۔ کلام انکا سادہ اور بیچ اور بندش اسہل و صاف ہے۔ یہ ساٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور بعد اسلام لانے کے ساٹھ برس اور زندہ رہے۔ اور عرصہ مطابقت کے بعد ہجری میں وفات پائی اور مدینہ میں دفن کیے گئے۔ انکے قصائد فخر پر بہت ہی مشہور ہیں۔

کعب بن زہیر قبیلہ خزیمہ میں سے تھا۔ شریعت میں نبیؐ کا بڑا مخالف تھا۔ لیکن جب اسکا قبیلہ اسلام لے آیا اور نبیؐ نے فتح پائی تو اس نے نبیؐ کی مدح میں ایک نئے نظیر قصیدہ پڑھا جسکا مطلع یہ ہے ۵

بَانَتْ سَعَادٌ قَفْلِي الْيَوْمَ مَبْنِيًّا
مَنْتُمْ أَشْهَالَهُ لَقَدْ مَكْبُولٌ

حضرت علیہ السلام کو یہ قصیدہ بہت پسند آیا۔ جب کہ بے قصیدہ پڑھتے وقت یہ شعر پڑھا۔

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٍ نُبَيِّنُهَا لَكُمْ
مُهْتَدٍ مِنْ مُيُوتِ اللَّهِ مُسْلُوكٍ

تو حضرت نے اپنا بڑا اُسے عطا کیا۔ اسی قصیدہ میں کہ بے نہایت خوبی کے ساتھ صحابہ کی شجاعت و جان نثاری کی بھی تعریف کی ہے۔

شَمُّ الْعَرَائِنِ - أَبْطَالَ - لَبِوسُهُمْ
مِنْ نَسِجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِلٍ
لَا يَفِغُ الظَّعْنُ إِلَّا فِي نَحْوِهِمْ
وَمَا لَهُمْ عَنْ حَيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ

یہ قصیدہ نے الحقیقتہً اعلیٰ درجہ کا ہے اور اسلامی دنیا میں بڑے شوق و جوش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

مُتِمِّمِ بْنِ نُؤَيْرَہ اپنے مرثیوں کے سب سے مشہور ہے۔ اس کا بھائی مالک نبی ربیع کا سردار تھا۔ نبی صلی وفات کے بعد اس قبیلے نے بھی اور باغی قبیلوں کی طرح سرکشی اختیار کی۔ خلیفہ ابو بکر رضی کی طرف سے خالد بن ولید ان قبائل کی گوشمالی کو فوج لیکر روانہ ہوئے۔ نبی ربیع کو شکست فاش ہوئی اور مالک اسیر ہوا اور بعد میں قتل کیا گیا۔ مُتِمِّم نے اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ نے خالد کو بلوایا اور حقیقت حال کو دریافت کیا۔ خالد نے جواب دیا کہ ضرار نے جسکے پاس مالک قید تھا میرے حکم کے سچنے میں غلطی کی۔ مالک کی بیوی لیلیٰ بڑی جمیلہ و شکیلہ تھی۔ خالد نے مالک کے قتل کے بعد اُسی دن اُس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی کو شک گندھا کہ اس نے دیدہ و دانستہ مالک کو قتل کرایا تاکہ اُسکی بیوی لیلیٰ سے نکاح کرے۔ لہذا انہوں نے خلیفہ کو صلاح دی کہ خالد معزول کیا جائے۔ لیکن خلیفہ کو خالد کا جواب معقول نظر آیا۔ مُتِمِّم نے نہایت دردناک طور پر اپنے بھائی پر ماتم کیا ہے۔ لفظ لفظ سے درد و الم کا اظہار ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک جھوٹا سامریہ نقل کرتا ہوں۔

لَقَدْ لَأَمَنَتِي عِنْدَ الْقُبُورِ عَلَى الْبُكَاءِ
رَفِيقِي لَتَدْرَأَنِ الدُّمُوعَ السَّوَادَافِ

میرے رفیق نے قبروں کے پاس رونے پر سبب بننے اشک ریزان کے جھکے ملا مت کی۔

فَقَالَ أَتَبْكِي مَحَلَّ قَتِيرٍ مَرَّيْنِي
لَهْبُ رَشْوَى بَيْنَ الْوَلَوَى نَالِدًا كَدَاكِ

سو اس نے کہا کہ کیا تو جس قبر کو دیکھے گا روئے گا اُس قبر کے خیال سے جو لوی اور دکا دک کے درمیان واقع ہے۔

أَفَقُلْتُ لَهُ إِنَّ الشَّجَا يَبْعَثُ الشَّجَا قَدَعْنِي فَهَذَا كُلُّهُ فَتَبْرَمَالِكْ

تو میں نے اُس سے کہا کہ غم برا کیجھتے کرتا ہے غم کو۔ سو تو مجھے چوڑے کیونکہ سب میرے بھائی مالک کی قبر ہیں۔

متمم کے مرثیوں میں سب سے زیادہ مشہور وہ مرثیہ ہے جس کا یہ مطلع ہے ۵

لِعُمْرِی وَ مَا دَهْرَی بِنَا بَدِینَ مَا لَیْکَ لَا جَزَعٌ مِمَّا أَصَابَ فَا وَ جَعَا

ابو محجن - یہ شاعر بنی قلیف میں سے تھا۔ شراب کی اسے ایسی لت پڑی ہوئی تھی کہ اسلام لانے کے بعد بھی اکثرے نوشی کرتا تھا۔ جنگ قادسیہ میں اس نے شجاعت کے بڑے بڑے کرتب دکھائے۔ اس کے اشعار میں رندانہ طور پر شراب کی بڑی تعریف ہے۔ خلیفہ عمر رض کے عہد میں اپنی اس بُری خو کے سبب سے حبشتان کو جلاوطن کیا گیا اور وہاں ہی کچھ عرصے کے بعد انتقال کیا۔ اس کے کلام کا بڑا حصہ نیست نابود ہو گیا ہے۔ اس کی ایک مشہور جھوٹی سی نظم یہاں نقل کرتا ہوں ۵

لَقَدْ هَتَفْتُ فِي جَنَّةٍ لِكُلِّ حَمَامَةٍ عَلَى فَنَنٍ وَ هِنَا وَ اِنِّي لَنَا دِيمٌ

تحقیق آدمی رات میں یا اُس کے کچھ بعد ایک شاخ پر فاختہ بولی اور میں اُس وقت سو رہا تھا۔

أَفَقُلْتُ اِعْتَدَا رَاعِنَدَا ذَاکَ وَ اِنِّي لِنَفْسِي مِمَّا قَدَّرَا اَيْتُ لَلَا دِيمٌ

سو میں نے اُس وقت کہا جبکہ میں غزبان کرتا تھا اور اپنے کو اُس حاملہ میں جسے دیکھا ملامت کرنوالا تھا

أَأَذَعُمَا اِنِّي هَا دِيمٌ ذُو صَبَابَةٍ لِسَعْدَى وَ لَا اَبْنَى وَ تَبْكِي الْحَمَامَةُ

کہ کیا میں یہ خیال کرتا ہوں کہ سعدی کے عشق میں میں عاشق سرگشتہ ہوں۔ اور حال یہ ہے کہ میں تو روتا نہیں اور قمریان روتی ہیں۔

كَذَبْتُ وَ بَيَّتُ اللّٰهَ لَوْ كُنْتُ عَاشِقًا لَّمَا سَقَنِي يَا بُكَاءِ الْحَمَامَةِ

تسم کعبہ شریف کی میں جھوٹا ہوں۔ اگر میں سچ مجھے عاشق نہوتا تو قمریان روتی ہیں مجھ پر سبقت نہ لے جاتیں۔

مساویر بن ہنہ بن قیس بن زبیر العسبی - یہ اسلامی شاعر زیادہ تر ابوالکشماء کے نام سے مشہور ہے۔ اسکی بہت سی نظمیں ہیں جن میں عجب لطافت و سادگی بھری ہوئی اس نے اپنی آنکھ سے خاندان اُسیہ کے تسلط کا زمانہ بھی دیکھا۔ اسکی ایک نظم سے چند شعر بیان نقل کرتا ہوں ۵

أَوْدَى الشَّيْبَابُ فَمَالَهُ مُتَقَفَّرٌ | وَفَقَدْتُ أَثْرَابِي قَائِنَ الْمُعْتَبَرِ

جوانی جاتی رہی۔ اب اس کی تلاش کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور میں نے اپنے ہم عمروں کو گم کیا۔ اب بھلا میرا باقی رہنا کہاں۔

وَأَرَى الْغَوَايِي بَعْدَ مَا أَوْجَعْتَنِي | أَكْرَضَنَ ثَمَّتَ قُلْنَ شَيْئًا غَوِيًّا

اور میں زنان حسینہ کو دیکھتا ہوں کہ مجھے وجہ و شکیل پانے کے بعد اب اعراض کرتی اور کہتی ہیں کہ یہ بڑھا کا نا ہے۔

وَبَرَّيْنِ رَأْسِي صَادِرَ وَجْهِهَا كُلُّهُ | إِلَّا قَفَايَ وَلَحِيَّتَهُ مَا تَضَفَّرُ

اور انہوں نے میرے سر کو دیکھا کہ بڑھا ہے کے سبب مونہ کی طرح صاف اور بے بال ہے سو امیری گدھی اور ڈاڑھی کے جواب گوندھی نہیں جاتی۔

عمر بن سعد کرب الزہیدی - یہ شخص محضری شعراء میں بہت بڑا درجہ رکھتا ہے اور بنی زبید کا نامی سردار تھا۔ حضرت محمدؐ کی رسالت پر آپ کے جیتے جی ایمان لایا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد باغیوں کے ساتھ ملکر مرتد ہو گیا۔ اسلامیوں سے شکست کھانیکے بعد اسیر ہو گیا اور خلیفہ ابوبکر کے روپر حاضر کیا گیا۔ خلیفہ نے پہلے تو اسے ملامت کی اور بعد میں اسکی حسرت و ندامت کو دیکھا کہ اسے معاف کر دیا۔ اس وقت سے لیکر تادم مرگ نہایت سرگرم مسلم رہا اور معرکہ ٹوب اور جنگ قادسیہ میں بڑی دلیری و شجاعت کے ساتھ ایرانیوں سے لڑا۔ شمشیر زنی تیر اندازی اور شہسواری میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ اسکی تلوار کا نام صمصاصہ تھا جو اپنے جوہر اور حسن منظر اور تیزی کی وجہ سے ضرب المثل ہو گئی ہے۔ اس سے وہ وہی کام لیتا تھا جو حضرت علی رض اپنی تلوار ذوالفقار سے لیتے تھے۔ وہ خود اس تلوار کی تعریف سطح کرتا ہے

سَبَّانِي اَنْدَقِي لَا عَيْبَ فِيهِ | وَصَمَّامِي يَعْصِمُنِي الْعِظَامُ

کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسکی تلوار صمصامہ اس سے مانگی۔ اس نے تلوار انہیں دے دی۔ مگر تلوار نے اُنکے ہاتھ سے ٹھیک کاٹ نہ کی۔ انہوں نے از روئے گلہ اس سے کہا کہ توہ تلوار بہنیں جس سے تو دشمنوں پر غالب آتا ہے۔ اس نے تلوار اُنکے ہاتھ سے لے ایک اونٹ کی گرون پر ماری اور سترن سے جدا کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ سے کہا ”اِنَّمَا اَعْطَيْتُكَ الشَّيْفَ لَا السَّاعِدَ“ یہ سترنہ عیسوی میں یرموک کی لڑائی میں شہید ہوا۔

ایک دفعہ بنی جرم نے بنی حارث کے ایک آدمی کو جان سے مار دیا۔ اور بھاگ کر عمرو بن معدیکر کے پاس آئے اور اسکی حمایت چاہی۔ اوہ بنی حارث نے اپنے احوان و انصار کو لے کر قصاص کے لیے چڑھائی کی۔ بنی حارث کے مددگاروں میں بنی ہند بھی شامل تھے بنی جرم اور بنی ہند آپس میں رشتہ دار تھے۔ میدان جنگ میں جب بنی جرم نے بنی ہند کو اپنے خلاف دیکھا تو قربت کا خیال کر کے اُن سے لڑنا نہ چاہا اور بھاگ گئے۔ اور عمر کو تنہا چھوڑ گئے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ بنی زبید کو شکست ہوئی۔ اس موقعہ پر اس نے بہت سے شعر کہے جن میں سے چند نقل کیے جاتے ہیں ۵

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْخَيْلَ ذَوْرًا اَكَاثًا | اَجَدَّ اَوَّلُ ذَرْعٍ اَدْسِلَتْ فَاسْبَطَتْ

جب میں نے سواروں کو معرکہ حرب سے روکش ہوتے دیکھا گویا کہ وہ چھوٹی بہنیں ہیں جو کھیتوں میں چھوڑی گئی اور پھیل گئی ہیں۔

فَجَاءَتْ اِلَيَّ التَّقْنَسُ اَوَّلَ مَرَّةٍ | اَفْرَدَتْ عَلَيَّ مَكْرُوهَهَا فَاسْتَفَرَّتْ

سو میرا جی پہلے تو گھبرا یا۔ لیکن جب کوہ ناپسند کرتا تھا اُسی پر لوٹا یا گیا اور جرم گیا۔ یعنی آخر لڑائی یہی کی ٹھانی۔ گو ہم تھوڑے تھے۔

اَعْلَامُهُ تَقْوِلُ السُّحْمُ يَنْقِلُ عَلَيْنَا | اِذَا اَنَا لَمْ اَطْعَنْ اِذَا الْخَيْلُ كَرَبَتْ

میرا نفس کیونکر اپنے آپ کو نیزہ زن کہہ سکتا ہے اگر میں اُسوقت نیزہ بازی نہ کروں جب سوار لوٹ لوٹ کر دھاوے کریں۔

اَفْلَظْتُ كَاثِيًا لِلْمَسَاحِدِ دَرِيَّةً | اَقَاتِلْ عَنْ اَنْبَاءِ جَرِيْدَةٍ

پس میں گویا نیزوں کے لیے نشانہ بن گیا جبکہ میں بنی جرم کی طرف سے لڑ رہا تھا حالانکہ وہ بھاگ گئے تھے۔ اسی شاعر کی وہ مشہور نظم ہے جس میں اُس نے اپنے اسلمہ حرب کے بیان کے بعد اپنی محبوبہ کا ذکر کیا ہے ۷

اَلْمَارَاتُ نِسَاءً يَحْضُنُّنَ بِالْمَعْرِضِ شَدًّا | وَبَدَتْ لَمِيسَ كَاثِيَةً يَدُ السَّمَاءِ اِذَا تَبَدَّلَا

محب میں نے اپنی قوم کی عورتوں کو سخت زمین پر تیزی سے بھاگتے دیکھا۔ اور میری محبوبہ لمیس دکھائی دی مثل جانک کے جب وہ آسمان پر خوب درخشان ہو۔

وَبَدَتْ نَحَاسَةً اَلْقَى - عَقْلِي وَكَانَ اَلْأَهْرَجِدَا | نَاذَلْتُ كُبَشْمُومَ وَكَمْ - اَرَمْنِ نَزَالِ اللَّيْشِ بَدَا

اور اُسکی چھپی خوبیاں ظاہر ہوئیں اور بات بڑھ گئی تو میں اُنکے سردار سے لڑا جب میں نے دیکھا کہ اُسکی لڑائی سے چارہ و گریز نہیں۔

عباس بن مرداس اسلمی۔ یہ صحابی رض مخضرمی شعراء میں بڑے منہ زور اور بلیغ گوینے

ہیں۔ اپنے بھائی تحریم بن مرداس کے قتل کے بعد نہایت پُر جوش اشعار کہے جن میں

بنی عامر کو قصاص لینے کی ترغیب دی۔ ایک موقع پر اپنے قرا بیتوں کو سخت ملامت

کی اور ایک نظم کہی جس کا پہلا شعر یہ ہے ۷

اَلتَّحَدُّ اَرْمَاحًا يَا اَيْدِي عَدُوِّنَا | وَتَنْتَرُكُ اَرْمَاحًا يَهْتَ نَكَا بَدَا

کیا تو اُن نیزوں کو جو ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں تیر کر گیا اور اُن نیزوں کو جسے ہم رٹے میں چھوڑ گیا؟

ایک دفعہ اُنہوں نے اپنی قوم کے لوگوں اور اپنے مددگاروں کو جمع کر کے عمرو بن معدی کرب

کی قوم پر حملہ کیا اور بڑے انصاف کے ساتھ اُنکی شجاعت کی داد دی ہے ۷

فَلَمْ اَرْمِثْلَ اَلْحَيِّ حَيًّا مَصْبَحًا | وَ اَلَمْثَلْنَا يَوْمَ التَّقِيْنَا قَوَارِيسًا

میں نے کوئی قوم جس پر صبح کے وقت غارتگری ڈالی گئی ہو مثل اس قوم کے نہیں

دیکھی اور نہ اپنی طرح شہسوار دیکھے جس روز ہم لڑے۔

اَلْاَكْمُ اَلْحَمِي لِلْحَقِيقَةِ مِنْهُمْ | وَ اَضْرَبَ مِثْلًا لِّلْغَوَابِ اَلْقَوَانِيسَا

جو اُن سے زیادہ حملہ آور اور غرت و آبرو کی حمایت کرنے والی ہو اور ہم سے زیادہ خود

اور گھوڑوں کی پیشانیوں پر تلواریں مارنے والی ہو

إِذَا مَا تَدَدْنَا شِدَّةً فَتَصْبِقُ النَّا صَدُوْرَا الْمَذَاكِي وَالرَّوَاحُ الْمَدَا

جب ہم نے اُن پر سخت حملے کیے اُنہوں نے ہمارے سامنے پنج گھوڑوں کے سینے اور سیدھے اور سخت نیزے اڑا دیے۔

ان کا کلام سادہ اور سلیس اور سنج ہے۔ کبھی کبھی اُچی سادگی میں عجیب زینت دلائی ہوئی ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ کے ایک نظم کے چند شعر دیتا ہوں۔ ۵

اَثْرَى الرَّجُلِ الْكَيْفَ فَتَنَزَّ جَدِيدَا وَ فِي الثَّرَايِدِ اسْدُ فَرِيْدَا

تو ایک کمزور و لاغر سے آدمی کو دیکھتا ہے اور اس کو حقیر و کم مقدور سمجھتا ہے۔ حالانکہ اُس کے کپڑوں میں ایک پکے ارادہ کا شیر ہے۔

وَاِيُجْمِكُ الطَّرِيْدُ فَتَبْتَ لِيْدَا فَيُخَلِّفُ ظَنَّاكَ الرَّجُلُ الطَّرِيْدَا

اور تجھے موحیوں والا جوان اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب تو اس کا امتحان کرتا ہو تو وہ موحیوں والا جوان آدمی تیرے خیال کو جھٹلاتا ہے۔

فَمَا عَظُمَ الرَّجَالُ لَهُمْ بِفَخْرٍ وَا لَكِنْ فَخْرُهُمْ كَرَمٌ وَ خَيْرٌ

مردوں کا دراز قد ہونا اُنکے لیے کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اگر اُنکے لیے کچھ فخر ہے تو سخاوت و شرافت میں ہے۔

بُعَاثُ الطَّيْرِ اَكْثَرُهَا فِرَاخًا وَاَمُّ الصَّبْرِ مِقْلَاتُ نَفْرَا

غیر شکاری پرندوں کے بچے کثرت ہوتے ہیں۔ اور مرغ کی مان بے اولاد یا قلیل الاولاد ہوتی ہے۔

ضِعَافُ الطَّيْرِ اَطْوَلُهَا جَسَدًا وَا لَهَا تَطْلُ الْبُنْرَاةُ وَا لَا الصَّقُوْرَا

پرندوں میں کمزور اور غیر شکاری پرندوں کے جسم لمبے ہوتے ہیں۔ اور باز اور خرچ طویل الجسم نہیں ہوتے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بڑی بہن عمر مرنے ان پر ایک مرثیہ کہا ہے جس کا ایک

شعر بیان نقل کیا جاتا ہے ۵

وَمَا كُنْتُ اَحْسَنُ اَنْ اَكُوْنَ كَاثِنًا كَبِيْرًا اِذْ اَيْنَعَى اُخْتُ حَمْسَرًا

اور مجھے یہ خوف نہ تھا کہ جب میرے چھوٹے بھائی کی خبر دی جائیگی تو میں اُس اونٹ

کی مانند ہو جاؤنگی جو تھک کر زمین پر گر پڑے۔

ابو خراش البہدلی۔ یہ مشہور صحابی رض بھی شعر و مخضرمی میں نامور گزرے ہیں۔ ایک دفعہ بنی زلام اور بنی بلال نے ان کے بھائی عروہ اور ان کے بیٹے خراش کو اسیر کر لیا۔ عروہ کو تو انہوں نے قتل کر دیا لیکن خراش پر ان میں سے ایک نے اپنی چادر ڈال دی اور یوں اسکی جان بچائی۔ انہوں نے اپنے بھائی پر ایک مرثیہ کہا جس میں خراش کے بچ جانے کا ذکر اس طرح آیا ہے ۵

وَلَمَّا أَدْرَمْتُ أَلْقَى عَلَيْنِي رِدْأُكَ | عَلَيَّ أَنْتَ قَدْ سَلَّ عَنْ مَلِجٍ مَحْضٍ

میں اُس آدمی کو جس نے میرے بیٹے پر اپنی چادر ڈالی اور یوں اُسے بچالیا نہیں جانتا لیکن بیشک وہ خالص بزرگ کی نسل ہے۔

جرؤل بن اوس عام طور سے اطحیثہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ یہ نہایت لست قد تھا۔ سچو کہنے میں اُس سا د تھا۔ مرغ بے آشیان کی طرح اسکا کہیں کوئی خاص ٹھکانا نہ تھا۔ کبھی کسی قبیلہ میں جا پڑتا کبھی کسی میں۔ دو لہتمزدون اور تو انکو زنگی مدح کر کے اُن سے بہت کچھ کمایا کرتا تھا۔ بعض تو محض اسکی سچو کے خوف سے اُسے انعام و اکرام دیا کرتے تھے۔ اُس نے اپنی سچو کوئی سے بہتوں کو اپنا دشمن بنالیا تھا۔ خلیفہ عمر رض اسے حکم سے مجبوس ہوا تاکہ اپنی زبان کو لگام دے۔ اور اُسکے ذہن سے عوام کی طبیعت کو برا ٹیکھنے نکرے اسکا ایک ضخیم دیوان ہے جسے ادیب بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس نے عنقریب سو برس کی عمر میں خلیفہ عمر رض کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

ابو ذؤئیب۔ یہ قبیلہ بنی ہذیل میں سے تھا۔ اسلامی فوج کے ساتھ شمالی افریقہ کو چلا گیا۔ بیٹے اسکے ملک مصر میں تھے۔ ایک سال طاعون کا ایسا زور ہوا کہ اسکے پانچوں بیٹے قضا کر گئے۔ ان کی موت پر اس نے ایک دسوز مرثیہ کہا ہے۔

ابو الاسود الدؤلی۔ یہ شاعر لبصرہ کا باشندہ اور حضرت علی کا بڑا جان شاہد تھا۔ حرب صفین میں موجود تھا۔ سب سے پہلے اسی شخص نے نحو کا ایک رسالہ تصنیف کیا۔ حضرت علی رض کی تعریف میں نہایت اعلیٰ درجہ کے شعر کہے ہیں۔ کلام اس کا

لطیف اور سنجیدہ ہے۔ فوائد علم پر ایک نظم نہایت عمدہ کہی ہے۔ اس کے چند شعر بیان نقل کرتا ہوں۔

اَلْعِلْمُ زَيْنٌ وَتَشْرِيفٌ يَصْلِحُ | فَاَطْلُبْ هُدًى فَنُورَ الْعِلْمِ اَلْاَدَبِ

علم زینت و شرف ہے علم والے کے لیے۔ پس طرح طرح کے علم اور ادب کی تلاش کر تجھے ہدایت دی جائے!

كَمْ سَيِّدٍ بَطَلَ اَبَاؤُهُ وَخُجِبَتْ | كَاثِرُ السُّرُورِ وَسَاقِطُ بَعْدُ لَهُمُ دَنَابِ

بہت سے بہادر سردار ہیں جن کے باپ دادا شریف اور لوگوں کے سر سے گئے کہ ان کے مرے پیچھے یہ دم لینے نا قدر ہو گئے بغیر علم کے۔

وَمُتَّقٍ حَامِلِ الْاَبَاءِ ذِي اَدَبٍ | قَالَ الْمَعَالِي بِالْاَدَابِ وَالسُّنَنِ

اور بہت سے کم نسب (دوغے) گنہگار پاپوں والے ہیں جو ادب والے بھی ہیں اور اپنی فضیلت و ادب کی وجہ سے بزرگیوں اور رہتوں کو ہونچ گئے۔

اَلْعِلْمُ كَنْزٌ وَذَخْرٌ لَا فَنَاءَ لَهُ | لِيَحْمِ الْقَرْنَيْنِ اِذَا مَا صَاحِبٌ صَحِيحًا

علم کیجئے انہ اور ذخیرہ ہے جس کے واسطے فنا نہیں ہے۔ اور رفیقوں میں سب سے عمدہ رفیق ہے۔

حریث بن زید اخیل۔ اس نے اوس بن خالد پر جسے حضرت عمر رض کے زمانہ میں

ابوسفیان نے کوڑوں سے مارتے مارتے جان سے مار دیا تھا ایک نہایت درد انگیز

مرثیہ کہا ہے۔ اسی نے مقتول کی مان کی گریہ و زاری سن کر قاتل سے قصاص لیا

اور اسے قتل کر دیا۔ اسی شاعر کا یہ لاجواب مصرعہ جمع قُصِبَتِ الْمَنَائَا كُلُّهَا ذِي اَدَبٍ نَقْلُ

یعنی موت ہر پرہیزگار اور جوتی پہننے والے کو ستاتی ہے۔ اس کا یہ شعر بھی نہایت مشہور ہے۔

اَوَلَا اَلَا سَنَى فَاَعِشْتُ فِي النَّاسِ سَاعَةً | وَلَئِنْ اِذَا مَا شَيْئٌ جَانِبِي مِثْلِي

اگر میں دنیا میں ادروں کو بھی عمر میں مبتلا نہ دیکھتا تو ایک لمحہ بھی نہ جیتا۔ مگر حال

یہ ہے کہ جب چاہوں مجھ جیسا علمین مجھ سے بات چیت کرتا ہے۔

خلیف بن خلیفہ مولیٰ قیس بن ثعلبہ۔ یہ شاعر اَلْاَقْلَعُ کے نام سے مشہور ہے

کیونکہ اس کا ایک ہاتھ چوری کے سبب کٹا دیا گیا تھا۔ اس نے آل شیبان بن ثعلبہ

بن عکایہ کی طرح میں ایک نظم کہی ہے جس کے تین شعر بیانِ نقل کیے جاتے ہیں ۷

أَحَبُّ بَقَعِ الْقَوْمِ لِلنَّاسِ أَهْهُمُ | مَتَى يَطْعَنُوا مِنِّي مِصْرِهِمْ سَاعَةً يَخْلَوُ

میں لوگوں کے فائدہ کے لیے اس قوم کا بنا رہنا چاہتا ہوں کیونکہ جب یہ اپنے دیار سے رست کر جائیں گے تو وہ دیار اجاڑ ہی ہو جائے گا۔

عِذَابٌ عَلَى الْأَنْوَاكِ مَا لَحِقَ بِنَهْمِهِمْ | عَذُوٌّ وَبَا لَا فَوَاكِ أَسَاؤُهُمْ تَحْلُو

وہ دشمنوں کو جب تک وہ انکا ذائقہ نہ چکھیں شیریں معلوم ہوتے ہیں۔ اور یوں نے ذائقہ چکھے تو سبھوں کو انکے نام تک میٹھے معلوم ہوتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ دَقَارٌ لِحِلْمِهِمْ حَتَّى كَانَتْهَا | أَلَيْدُهُمْ مِنْ أَجْلِ هَيْبَتِهِ كَهَلْ

اُن پر بردباری وانکسار کی ہیبت یہاں تک ہے کہ انکا چھوٹا بچہ بھی جوان داڑھیر کی مانند رعب داب رکھتا ہے۔

وعبل بن علی الخزاعی - اس شخص نے اپنے ایک بھتیجے پر کئی مرثیے کہے ہیں ایک مرثیہ میں وہ اپنے بھتیجے کے بارہ میں یہ کہتا ہے ۷

أَضْحَى قَرْنِي لِلْمَنَآيَا رَهْنٌ بِلَقَعَةٍ | أَيْ قَدْ كُنْتُ مِنْ عِدَاةِ الرِّضْعِ يَفْرِيهَا

اب وہ شخص موتوں کی خوراک اور خالی میدان کا گرو ہو گیا جو پہلے جنگ کی صبح کو موتوں کی ضیافت کرتا تھا۔

باب - خلفاء راشدین کا زمانہ - اس زمانہ کی تصنیف کی خصوصیات

۳۳ء میں حضرت محمدؐ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور صحابی اور مہاجرین اور انصار نے ان سے بیعت کی۔ خلیفہ ہوتے ہی انہوں نے اُسامہؓ کو جسے نبیؐ نے اپنی موت سے پہلے فوج کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا تھا قبائل شام کی سرکوبی کے لیے پھر روانہ کیا کیونکہ اُسامہؓ کی علالت کی خبر پا کر یدرینہ کو لوٹ آیا تھا۔ ان کے عہد خلافت کے آغاز میں بغاوت و سرکشی آگ کی مانند قبائل عرب میں پھیل گئی۔ اسلامی حاکم و سپاہ نے ہر طرف سے انحراف و سرکشی کی نشانیں

خلیفہ کے روبرو پیش کیں۔ اور مرتین جھوٹے ثبوتی آٹے جنہوں نے لوگوں کو برگشتہ و گمراہ کیا۔ طلیحہ۔ اسود العنسی اور مکیلہ الکذاب کے ہزاروں مقلد ہو گئے۔ طلیحہ اور اسود العنسی پر آسانی سے اسلامیوں نے فتح پائی۔ مگر مکیلہ الکذاب پر نہایت خونریزی کے بعد غلبہ حاصل ہوا۔ ہر جگہ اسلامیوں نے بڑے استقلال و استحکام کے ساتھ باغی قبیلوں کا مقابلہ کیا اور کشتی اسلام کو گرد آب بلا سے محالہ خالد بن ولیدؓ نے جو اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے اپنی شجاعت سے فتنہ و فساد کو ملک عرب کے بالکل معدوم کر دیا جب تک کہ عرب پھر مطیع ہو گئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو عراق کی طرف جانے کا حکم دیا اور ابو عبیدہ بن الجراح کو ملک شام کی طرف بھیجا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عراق پہنچتے ہی حیرہ کو سر کر لیا۔ ادھر ہر قل شہنشاہ قسطنطنیہ نے ایک لشکر جرار ابو عبیدہ کے مقابلہ کو بھیجا تھا۔ خالد خلیفہ کے حکم سے ابو عبیدہ کی مدد کو شام کی طرف گئے اور دونوں نے ملکر رومیوں کو شکست دی۔ اسکا مفصل حال خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے ساتھ ہوگا۔ ۶۳۳ء میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سو اور برس کی خلافت کے بعد کوئی پانچھ برس کی عمر میں جان بحق ہوئے۔ اور نبیؐ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ انکی خلافت کا سب سے بڑا کام یہی تھا کہ برگشتہ و منحرف قبیلوں کو انہوں نے از سر نو اسلام کا حلقہ بگوش کیا۔ اور قرآن شریف جمع کیا بغیر فی فتوحات بھی کچھ شروع ہوئیں کہ اتنے امین پیغام اجل آگیا۔ انکی سیرت و خلاق کا ذکر فضول ہے کیونکہ سچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ کیسے سچے دیندار۔ حلیم۔ پاکباز اور منصف تھے مصیبت زدوں کی فریادیں سنیں۔ یتیموں اور بیوؤں کی امداد اور غریبوں کی پروری کو عین فرض سمجھتے تھے۔ تاہم مگر شرع پر عمل کرتے رہے اور دین کی خاطر اپنے کو بالکل فقیر بنا دیا۔ عدل انکا ایسا تھا کہ اپنے اور بیگانے سب نظر میں برابر تھے۔ جو کچھ کرتے سوچ سمجھ کر کرتے اور اپنے ہر فعل میں نبیؐ کی تقلید کرتے تھے۔ انکی زندگی نہایت سادہ تھی اور اخوت و مروت کے ساتھ لوگوں سے پیش آتے تھے۔ بالابین ہر غایت درجہ کا استقلال مزاج میں رکھتے تھے۔

۶۳۴ء میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے

عغفوان شہاب میں تند اور گرم مزاج تھے۔ آغاز اسلام میں حضرت محمد ﷺ کے مخالف تھے۔ ایک روز کسی سے یہ خبر پکار کہ ان کے بہن اور بہنوئی مکہ میں شعلہ جھبکا ہو گئے اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں علم کیے ہوئے بہن کے گھر میں داخل ہو گئے۔ وہاں قرآن شریف کی تلاوت ہو رہی تھی۔ ان کے قدموں کی آہٹ پاتے ہی قرآن شریف کا ورق پوچھ پچا دیا گیا اور بہن و بہنوئی نے حال جال پوچھا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ جواب ملا کہ کچھ نہیں۔ اثنائے گفتگو میں طیش میں آکر بہن کو ایک طمانچہ مارا۔ پیچھے نادم ہو کر پھر نرمی سے سوال کیا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک پرچہ اٹھا کر ان کے ہاتھ میں دیا جس میں کلام مجید کی چند آیتیں مکتوب تھیں۔ انہوں نے وہ آیتیں پڑھیں اور ایسے متاثر ہوئے کہ جھٹ حضرت کے پاس آکر اپنے ایمان اور اسلام لانے کا اظہار کیا اس وقت بنی ہم کی وفات تک یہ برابر آپ کے وفادار اور معزومہ و دگار رہے۔ بنی ہم کی تعلیم دل و جان سے کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر بربران سے صلاح و مشورہ کر کے کام کرتے تھے ان کے عہد خلافت میں فوج سلیمین ہر جگہ ظفر مند ہوئی۔ سب سے پہلے ایرانیوں کے ساتھ لڑائی چھڑی۔ اور کچھ عرصہ تک دونوں طرف سے جنگ کی گرم بازاری رہی۔ آخر ایرانیوں نے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کی فوج طیار کی۔ اس لشکر چار کے مقابلہ میں عزلی فوج کے سپاہیوں کا شمار بہت تھوڑا تھا۔ اسلامی گنتی میں کوئی چالیس ہزار تھے ایرانی اس لڑائی میں جنگی ہاتھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ تین دن تک فریقین دل توڑ کر لڑے۔ چوتھے دن بڑی خونریزی کے بعد ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ یہ جنگ بمقام قادسیہ ۶۳۷ء میں ہوئی۔ اس جنگ کے خاتمے کے بعد پھر ایرانیوں نے سر اٹھایا۔ خلیفہ عمرؓ کو مجبور ہو کر سارے ایران کو فتح کرنے کا حکم دینا پڑا۔ ۶۳۶ء میں اسلامیوں نے مدائن کو جو ایران کا دار الخلافہ تھا فتح کر لیا اور سارے ایران میں خلیفہ کا سکہ جاری ہو گیا۔ اُدھر ملک شام میں رومیوں کے ساتھ چھڑ چھاڑ تھی۔ آخر ۶۳۶ء میں دریائے یرموک کے کنارے ایک مقام دثوسہ پر رومی ہڈیوں کے ساتھ چھڑ چھاڑ تھی۔ آخر ۶۳۶ء میں رومیوں کا شمار دو لاکھ چالیس ہزار تھا۔ اسلامیوں کا فقط چالیس ہزار۔ مگر ان تھوڑے آدمیوں کے

دل میں ہلاکی گر مجبوشی اور ایمان تھا۔ انکا سامنا کرنا گویا موت و قیامت کا سامنا کرنا تھا۔ بڑی شجاعت و تندہی کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔ اسلامیوں کے پر جوش حملوں کے آگے انکے قدم نہ جھے۔ شام ہوتے ہوتے رومیوں کو سخت ہزیمت ہوئی میدان جنگ کشتوں سے بھر گیا۔ اور ملک اسلامیوں کے ہاتھ آیا۔ شہنشاہ قسطنطنیہ نے کئی بار کوشش کی کہ سیطرح انہیں اس ملک سے نکالے۔ لیکن ہر دفعہ شکست کھانی رفتہ رفتہ اسلامیوں نے دمشق۔ قیصریہ۔ حمص۔ اور سلیم وغیرہ کو بھی فتح کر لیا۔ ایران اور شام کی فتح کے بعد ان فتح مندوں نے مصر کی طرف توجہ کی۔ یہ ملک رودنیل کی وجہ سے نہایت سیراب و زرخیز ہے۔ قدیم زمانہ سے یہاں کاغذ اور مالک کے باشندوں کی خوراک رہا ہے۔ ہر طرح کا اناج اور انواع و اقسام کے میوے یہاں بے افراط پیدا ہوتے ہیں۔ سکندریہ کے بندر میں ہزاروں کشتیاں اور سینکڑوں جہاز ہر وقت موجود رہتے ہیں جن سے یہاں کی پیداوار دوسری جگہوں میں پہنچائی جاتی ہے جو حال اسکا اسوقت سے غریب ایسا ہی حال اسکا اسوقت تھا جب اسلامیوں کی توجہ اس عجیب ملک کی طرف ہوئی یہاں کے اناج سے قوموں کی پرورش ہوتی تھی۔ یہاں کے باشندے قطبی کہلاتے تھے۔ دین کے لحاظ سے یہ مسیحی تھے۔ مگر اکثر اپنی آزاد خیالی کے سبب ستائے جاتے تھے۔ متدین عیسائی انہیں بدعتی سمجھتے اور انہیں ایذا پہنچانا عین ثواب جانتے تھے۔ علاوہ ان تکالیف کے انہیں اس قدر خراج دینا پڑتا تھا کہ یہ جینے سے بھی تنگ آگئے تھے۔ اسی سبب سے گئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ لہذا جب ۶۴۶ء میں اسلامی فوج مصر میں داخل ہوئی تو قبلیوں نے کچھ یوں ہی نام کو مقابلہ کیا۔ کہاں تو اسلامیوں کو یہ خیال تھا کہ بہت خونریزی ہوگی اور کہاں آسانی سے ملک ان کے قبضہ میں آیا۔ ادھر ادھر دو چار مقامات میں جنگ ہوئی اور ہر جگہ اسلامی ظفر مند ہوئے یہ ساری فتوحات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوئیں۔ کوفہ اور بصرہ بھی ان ہی کے زمانہ میں آباد ہوئے۔ عراق کے فتح ہونے کے بعد ۶۳۷ء میں ان شہروں کی بنیاد پڑی اور آبادی شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہاں کے باشندوں کا شمار الگ الگ دو لاکھ کے

قریب ہو گیا۔ ان ہی دو شہروں میں وہ بڑے بڑے نامی صر فی و نحوی پیدا ہوئے ہیں جو آج تک سپہر علم میں آفتاب و مانتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ تمدن و سیاست پر بھی ان کا بہت بڑا اثر پڑا۔ ۱۲۷۱ء میں ایرانیوں نے پھر چوٹیر چھاڑ مشرق کی۔ ایران کے اس پاس کے حصوں میں یہ ایرانی جا کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ اور وہاں آہستہ آہستہ لڑنے کا سامان جمع کرتے رہے۔ جب سب کچھ طیار ہو گیا تو فیروزان ایک ایرانی سپہ سالار ڈیڑھ لاکھ فوج کے کرا اسلامیوں کے مقابلہ کو نکلا اور ہمدان و حلوان ہوتا ہوا کوفہ کے قریب ایک مقام نہوند پر جا کر مقیم ہوا۔ خلیفہ نے تیس ہزار مردان جنگ مدد روانہ کئے۔ کچھ عرصہ تک تو ایرانی انہیں دق کرتے رہے۔ آخر ایک روز جگر لڑائی ہوئی۔ جانبین نے بڑی شجاعت دکھائی۔ آخر ایرانی پسا ہوئے۔ تیس ہزار قتل میدان جنگ پر چھوڑ کر بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے اسی ہزار اور قتل ہو گئے۔ آخر ایران کے گرد و نواح میں بھی مسلمانوں کا تسلط ہو گیا۔

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے گیارہویں سال میں ایک ایرانی غلام کے ہاتھ سے مجروح ہو کر جان بحق ہوئے۔ مغیرہ ایک ایرانی کو جس کا نام فیروز تھا اور جو عام طور پر ابو لؤلؤہ کے نام سے مشہور عراق سے اسیر کر کے اپنے ساتھ مدینہ لایا تھا۔ یہ شخص بڑی ہی کا کام کرتا تھا۔ یہ محنت کر کے جو کچھ کماتا اسے مغیرہ لے لیتا اور اسے فقط دو دوسری یوم دیتا تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ بازار میں اسے مل گئے۔ اس نے اُن سے مغیرہ کے ظلم کی فریاد کی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تیر کیا پیشہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں بڑبڑی اور لوہار کا کام خوب جانتا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تو میرے لیے ایسی چکی بنا جو تیرا سے چلے۔ ابو لؤلؤہ نے جواب دیا کہ میں آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کی شہر مشرق سے مغرب تک پھیلے گی۔ دوسرے دن جب حضرت صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گئے ابو لؤلؤہ بھی چپکے سے نمازیوں میں جا گھسا اور سب سے پہلی قطار میں کھڑا ہوا۔ حضرت ہی لوگوں کے امام بن کر نماز پڑھتے تھے۔ جون ہی آپ نے کھڑے ہو کر امد اکبر کہا ابو لؤلؤہ جب تک ایک خنجر سے آپ کے جسم کو چھ جگہ زخمی کیا بعد میں خنجر لے کر چاروں طرف دیوانہ وار بھاگنا

شروع کیا۔ کئی مقبول ہوئے اور کئی زخمی۔ آخر اسی فوج سے خودکشی کر کے واصل جنہوں
حضرت کو لوگ اُنہما کر اُنکے مکان میں لے گئے جہاں کچھ عرصے کے بعد انہوں نے تضافی
یہ جانکاہ حادثہ ۲۳۳ھ مطابق ۲۳ سہری میں وقوع میں آیا۔ حضرت عمر کی وفات پر
دونہایت ہی جگر سوز مرثیے کہے گئے ہیں جنہیں یہاں درج کرتا ہوں۔ ایک مرثیہ
شماخ کا کہا ہوا ہے ۵

بِحَرَامِ اللَّهِ حَيَّرَ اصْنِ امِيرٍ بَارِكْتَ	يَدُ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْاَدِيمِ الْمَرْقِ
--	--

امیر المؤمنین کو خدا جڑا می خیر دے۔ اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پارہ پارہ کی ہوئی جگر کو برکت دے !

فَمَنْ يَسْمَعُ اَنْ يَكُفَّ جَنَاحِي لِفَاصِيَةٍ	لِيُدْرِكَ مَا قَدَمْتُ بِالْاُمْسِ يُسْبِقُ
---	--

جو شخص شتر مرغ کے ہر دو بازو پر سوار ہو کر یہ چاہے کہ جو کچھ تو نے پہلے کیا وہ بھی کرے
سو پیچھے رہ جائیگا۔ یعنی ایسے اعمال جو تیرے زمانہ گذشتہ میں ہو چکے اُنکے ہرگز نہونگے۔

قَضَيْتُ اُمُورًا ثُمَّ عَادَتْ بَعْدَهَا	بِقَوْلِي فِي الْكَمَامِهَا لَمْ تَفْتَقِ
---	---

تو نے اپنے زمانہ میں بہت سے بڑے بڑے کام کیے اور بعد میں اُنکے پردوں اور غلافوں
میں ایسی آفتیں چھوڑیں جو اب تک ظاہر نہیں ہوئی ہیں۔

اَبْعَدَ قَتِيلٍ بِالْمَدِينَةِ اَظْلَمَتْ	لَهُ الْاَدْنَى تَهْمَةً الْعِضَاءُ يَأْسُوفُ
--	---

کیا بعد اس مقتول کے جو مدینہ میں قتل ہوا اور جس کے لیے زمین اندھیری ہو گئی
بڑے بڑے درخت اپنے تنوں پر لہرائیں گے۔

تَقْلُ الْحَصَانُ الْبِكْرُ يَلْقَى جَنِيْنَهَا	نَشَاخِرُ فَرَقِ الْمَطَرِ مَعْلَقُ
---	-------------------------------------

شوہر والی پاکدامن حاملہ عورتیں ایسی ہو گئیں کہ اُنکے حمل کو اس خبر کی خوشی
جسکو شتر سوار شہر بہ شہر لیے پھرتے ہیں گرا دیا ہے۔

وَمَا كُنْتُ اَخْشَى اَنْ تَكُوْنُ وَفَاتُهُ	يَكْفِي سَبْتِي اَذْذِقَ الْعَيْنِ مَطَرُ
--	---

اور مجھے اس بات کا خوف نہ تھا کہ اسکی موت ایک ایسے آدمی کے دونوں ہاتھوں سے
ہوگی جو جری گریہ چشم کیسہ دکت در ہو۔

دوسرا مرثیہ حضرت عمرؓ کی زوجہ عاتکہ بنت زید بن عمروؓ نے کہا ہے حضرت

عالمکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی بیوی تھیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

مَنْ لَيْفَسْ عَادَهَا أَحْزَانُهَا | وَبَيْنَ شَمْسٍ طُولِ السَّهْدِ

کون اس طبیعت کی غمخواری کرے جس کے غم اُس پر دوبارہ آئے۔ اور کون اُس
انگمہ کا علاج کرے جسے بیماری کی درازی نے تکلیف دی ہے۔

جَسَدٌ لَفِيفٌ فِي الْعَنَانِ | رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى ذَاكَ الْجَسَدِ

وہ ایک جسم ہے جو اپنے کفنوں میں لپیٹا گیا ہے۔ خدا کی رحمت اس جسم پر۔

فِيهِ تَفْجِيعٌ لِمَنْ لِي غَارٍ | لَمْ يَدَعْهُ اللَّهُ يَمْنِي بَسْبَدٍ

اُس مہم میں اس بارہم غمزدان و زہ کی ضرر رسائی ہے جس کے پاس خدا نے کچھ نہیں چھوڑا
حضرت عمرؓ کا لشکر کے کمرہ میں نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے برابر میں دفن کیے
گئے۔ یہ کیا دفن ہوئے گویا اسلام کے اچھے دن ان کے کفن کے ساتھ مدفون ہوئے
ان کی وفات کے بعد غزنوی و قتال۔ جنگ و جدال کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

جب تک یہ زندہ رہے عدل و انصاف۔ دینداری و خدا ترسی۔ قوت و استقلال
دانش و حکمت۔ محنت و مشقت۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ رعایا کی بہبود و فلاح
کے لیے سلطنت کے امور عظام کو سرانجام دیتے رہے۔ اور اپنے زبردست ہاتھ سے
فتنہ و فساد کو فرو رکھا۔ انہی آنکھیں بند ہوتے ہی اسلام کا آفتاب اقبال گہن میں آگیا۔

حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ منتخب ہوئے
انہوں نے بارہ برس تک حکمرانی کی اور ۳۵ء میں باغیوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے
ان کے عہد خلافت میں اسلامیوں نے شمالی افریقہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں متحد
کر لیا۔ ان ہی کے عہد میں ایک اسلامی بیڑا تیار ہوا جس نے رومیوں کے بیڑے کو

۳۵ء میں سکندریہ کے قریب شکست فاش دی اور کئی جزائر پر جو شہنشاہ قسطنطین
کے باج گزار تھے قبضہ کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر میں مارے گئے۔ یہ
خاندان اموی تھے اور معاویہ بن ابی سفیان حاکم شام کا رشتہ دار تھا۔ ان کے

بعد حضرت علی رضی خلیفہ چنے گئے۔ معاویہ نے اطاعت سے انکار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے تصاص لینے کی قسم کھائی۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر سے نہایت متاثر ہوئیں اور لوگوں کو انتقام پر آمادہ کیا۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تھے حضرت عائشہ کے ساتھ مل گئے۔ ان سبہوں نے جمعیت کثیر اپنے ہمراہ لے کر بصرہ پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوج لیکر نکلے اور بصرہ کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ فریقین میں بڑی سخت لڑائی ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے کیونکہ حضرت عائشہ ایک شتر پر سوار ہو کر شروع سے آخر تک اس جنگ میں موجود رہیں۔ فریقین کے غمگین دس ہزار مسلمان مارے گئے۔ گو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں مظہر ہوئے تاہم انتقام لینے والوں کا زور نہ ٹوٹا بلکہ یوٹا فوٹا بڑھتا گیا۔ دُعا یعنی کی ایک نظم انہیں واقعات پر مبنی ہے۔ ۵

إِنَّا أَبُوبُرَّةٍ إِذْ جَدَّ الْوَهْلُ | خُلِقْتُ غَيْرَ رَمَلٍ وَلَا مِلْ

میں صاحب جنگ ہوں جب خوف شدید ہوگا۔ میں بہادر پیدا ہوں اور اپنا کام اپنے آپ کر لوں گا۔

أَذْهَوَةٌ وَذَا شَبَابٍ مُّقْتَبَلٍ | لَا جَزَعَ أَبُو مَرْ عَلَى الْقُرْبِ الْكَجَلِ

پیدا ہوا ہوں میں نور اور ادھر چڑھتی جوانی والا۔ کوئی گھبراہٹ نہیں بچ کے دن موت کے قریب جا نیسے

الْمَوْتُ أَخْلَى عِمْدًا نَا مِنْ الْعَصَلِ | نَحْنُ بَنِي ضُبَّةٍ أَصْحَابُ الْجَمَلِ

موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ میسی ہے۔ ہم بنی ضبہ صاحبان جنگ جمل ہیں۔

نَحْنُ بَنُو الْمَوْتِ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلَ | نَعْنَى ابْنِ عَقَّانِ يَا ظَرَفَ الْأَسَلِ

ہم موت کے بیٹے ہیں جب موت آئے ہم مرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور ہم اپنے نیر وں کے بھالوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔

رُدُّنَا عَلَيْنَا شَيْخَنَا شَيْخَنَا الْجَلِ

شاعر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو خطاب کر کے کہتا ہے اے ہمارے شیخ حضرت عثمان کو ہمیں لوٹا دو اس لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ملک شام پر فوج کشی کرنے کا ارادہ کیا۔ ادھر معاویہ نے بھی مقابلہ کی ٹھانی۔ اب سوال درحقیقت یہ تھا کہ اسلام کی وسیع سلطنت پر حکمران کون ہوگا۔

خاندان ہاشم یا خاندان امیہؓ ہا لازم اور واجب تو یہی تھا کہ بنی جس خاندان سے تھے وہی فرمانروائی کرے۔ کیونکہ آپ ہی کی بدولت لوگوں کو اسلام کی بیقیاس برکتیں ملیں اور قوم عرب کو قبائلی زندگی و فروع حاصل ہوا۔ آخر صحیفین کے میدان پر دونوں لشکر جمع ہوئے اور لڑائی شروع ہوئی۔ جانبین کے محارب بڑی دلیری و شجاعت سے لڑے۔ کئی دن تک نہایت سخت غریزی کے ساتھ جنگ رہی۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ اسکی فوج کو شکست پہنچانی ہے تو یہ جیل اختیار کیا کہ نیرون کے بحالوں پر قرآن شریف کے ورق لگوا دیے اور یہ کہا کہ کلام اللہ ہم دونوں میں فیصلہ کرے۔ بڑے جھگڑے اور فساد کے بعد یہ بات قرار پائی کہ طرفین سے دو آدمی فیصلہ کے لیے مقرر ہوں اور ان کے فیصلہ کے مطابق عمل کرے ہو۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص مقرر ہوئے عمرو بڑا متعصب اور حیلہ باز تھا۔ ابو موسیٰ کو اس نے یہ جھٹھ دیا کہ حضرت علیؓ رض اور معاویہ دونوں خلافت و حکمرانی سے برطرف کیے جائیں اور کوئی اور شخص خلیفہ منتخب ہو۔ ابو موسیٰ اس دم میں آگئے۔ اور کھڑے ہو علاوہ یہ راے دی کہ حضرت علیؓ رض خلافت سے برطرف کیے جائیں۔ انہیں امید تھی کہ عمرو بن العاص معاویہ کو برطرف کرے گا۔ مگر اس شخص نے کھڑے ہو کر معاویہ کو خلافت پر مامور کیا۔ یہ سارے واقعات ۳۵ھ مطابق ۶۵۶ء ہجری میں ہوئے۔ معاویہ اپنے لشکر کو لے کر دمشق کو لوٹ گیا۔ اور حضرت علیؓ کو فوج کو ۳۶ھ میں شام پر کی عمر میں حضرت علیؓ رض ایک شخص ابن ابی نجم کے ہاتھ سے مجروح ہوئے اور چند دنوں کے بعد اسی زخم کے اثر سے قضائی۔ ان کے بعد سلطنت و خلافت خاندان امیہؓ کے ہاتھ آئی۔

حضرت علیؓ رض پر خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔ بیان سابق سے ظاہر ہے کہ ان چاروں خلفائے راشدین لوگوں کی توجہ یا فتوحات و اقلیم ستانی یا خانہ جنگیوں کی طرف رہی۔ قوم کو انہی فرصت نہ تھی کہ علوم و فنون کی طرف متوجہ ہو۔ لہذا اس زمانہ میں شعرا و کلام کم ہوئے ہیں۔ تو بھی یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ گھٹیا شاعر بہت تھے جنکو ان کے دو دو چار چار اشعار نے اسلام کے سب سے بڑے بقائے دوام کا تاج پہنا دیا ہے۔

اس زمانہ کے شعرا میں حضرت علی رضا کا درجہ بالاتفاق ولاریب اول ہے۔ ان کے سب سے
اشعار جو انہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف موقعوں پر کہے ہیں ایک دیوان میں جمع کئے
گئے ہیں۔ ان کا کلام نہایت پاکیزہ اور فصاحت و بلاغت سے بھرا ہوا ہے۔ شعر شعریں
طالب حزد و دانش کے لیے ایسی نصیحتیں ہیں جو درہم کی مانند بگاڑ و ہیشل ہیں۔ جو
اوصاف حمیدہ اور فضائل پسندیدہ خود اپنی ذات میں رکھتے تھے ان کا اظہار نہایت
لطیف کے ساتھ کیا ہے۔ آلام و تکالیف کے وقت امید و ایمان۔ صبر و شکیبائی کو
ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ غزوات کے متعلق بھی صد ہا شعر کہے ہیں جن میں ان کی تلوار آتش
کی تعریف اور ان کی دلیری و جبارت کا بیان ہے۔ جن اشعار میں تضرع و مناجات ہیں
ان سے دل عجیب طور پر متاثر ہوتا ہے۔ دنیا کی نئے ثباتی کے مضمون کو بڑھو سلیس
لفظوں میں بیان کیا ہے ۵

اَتَمَّ الدُّنْيَا كَطِلِّ زَاوِلٍ	اَوْ كَصَيْفٍ بَاتَ لَيْلًا قَدْ تَحَلَّى
اَوْ كَحُلْمٍ تَدِينُ اِلَيْهِ نَابِلُهُ	اَوْ كَبَرْقٍ لَاحَ فِي افقِ الْاَمَلِ

جہاں نیست کو دنیا دھلنے والے سایہ کی مانند ہے یا اُس مہمان کی مانند ہے جو رات
کاٹے اور صبح رخصت ہو جائے۔ یا مثلاً اُس خواب کے ہے جسے سونے والا دیکھتا ہے یا
اُس بجلی کی طرح ہے جو امید کے افق پر چمکتی ہے

ہر مضمون پر انہوں نے نہایت اعلیٰ درجے پر لطیف و اثر کن شعر کہے ہیں۔ نبیؐ کی
وفات پر بھی کئی رقت انگیز مرثیے کہے ہیں جن میں سے ایک مرثیے کے چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں

اَمِنْ بَعْدَ تَلَفِئِ النَّبِيِّ وَدَفْنِهِ	يَا نَفْسِ اِيَّاهِ اَسَى عَلَى هَالِكِ ثَوِي
--	---

کیا بعد نبیؐ کے کفن کے جانے اور مہم اپنے کپڑوں کے دفن کیے جانے کے میں
کسی مردہ پر جو قبر میں مقیم ہو سکیں ہوؤں۔ ؟

اَزَيْتُنَا دَسْوَلُ اللّٰهِ فَيُنَا قَلَنْ نَرَى	يَدَا اَلْكَ عَدِيْلًا مَا حَيِّنَا مِنَ الرَّدَى
---	---

ہم ان کی جو ہم میں خدا کے رسول تھے منسبت پہنچائے گئے ہیں۔ پس جس وقت تک
جیتے ہیں ہرگز ایسی موت و ہلاکت کی نظیر نہیں دیکھیں گے۔

وَكُنَّا بِمُرَآةِ النَّوَىٰ وَالْهَدَىٰ | صَبَاحًا مَسَاءً رَاحَ فِينَا أَوْغَدَىٰ

اور ہم انکے دیدار سے صبح و شام جب وہ ہم میں آتے جاتے تھے نور و ہدایت پاتے تھے
یعنی انکا مدار ہمارے لیے بمنزلہ نور و ہدایت تھا۔

لَقَدْ غَشِيْنَا ظُلُمَةًۭ بَعْدَ مَوْتِهِ ۖ

ہم پر تو بیشک انہی موت کے بعد دین و دھارے اندھیرا اچھا گیا۔ اور اس اندھیرے نے تاریکی شب کو بھی مات کیا۔ انہی دنوں حضرت فاطمہؓ بھی شہر گویٰ میں اعلیٰ درجہ کا ملکہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار نبیؐ پر کئی دردناک و دلسوز مرثیے کہے۔ ایک مرثیے کے چند شعر یہ ہیں ۵

اِغْبِرْ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكُوْنَا رَاتِ شَمْسُ النَّهَارِ وَاظْلَمَ الْعَصَمُ اِنْ

آسمان کے کنارے سنبھالو دو گئے۔ اور دن کا آفتاب اندھیرا گرد آلود ہو گیا اور صبح و شام تاریک ہو گئے۔

وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَيْبٌ ۚ أَسْفًا عَلَيْهِ كَثِيرَةٌ الْآخِرِينَ

اور نبی کی وفات کے بعد زمین بھی مارے افسوس کے نالان اور نہایت غمناک ہو رہی ہے۔

فَلْيَسِّرْ لَهُ سُبُلَ الْبَلَاءِ وَغَرِّهَا وَلْيَسِّرْ لَهُ مَضْرَ وَكُلَّ شَيْءٍ فِي

پس لازم ہے کہ ان پر ممالک کے مشرق و مغرب روئیں۔ اور نسلِ مُصْطَفٰی اور سہرِ یحسانی ماقم کرے
اور ایک اور مرتبے میں آپ فرماتی ہیں ۵

فَيَا سَاكِنَ الصَّحْرَاءِ عَلَّمْتَنِي الْبُكَاءَ وَذِكْرُكَ لِي أُنْشَأَنِي جَمِيعَ الْمَصَائِبِ

سوائے صحرا کے رہنے والے یعنی اے سالکین قبر جس نے مجھے زاری دلوحہ سکھایا ہے۔ اور
حال یہ ہے کہ تیری یاد نے مجھے ساری مصیبتیں بھلا دیں۔

فَإِنْ كُنْتَ عَنِّي فِي التُّرَابِ مُغَيَّبًا ۖ فَمَا كُنْتَ عَنْ قَلْبِي الْحَبِيبِ بَعَائِبَ

اگرچہ تو مجھ سے روپوش ہو کر تیرے زمین میں جا چھپا ہے۔ تو بھی تو میرے دل خمگین سے
بہرگو غائب نہیں بلکہ اس میں موجود ہے۔

ان مشاعر میں حضرت سیدہ نے رنج و الم کی انتہا کو نہایت سادگی و سلاست کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس مضمون پر ان سے بہتر شعر آج تک کسی شاعر نے کسی زبان میں نہیں کہے ہیں۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے پہلے سال ۳۳ عین وفات پائی۔

اس زمانہ کے اشعار کی خصوصیات بہت کچھ وہی ہیں جو زمانہ جاہلیت کے اشعار کی خصوصیات ہیں۔ اصل فرق صرف چند باتوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جاہلیت کے شعراء بخلہ اور بانو کے میخواری و قمار بازی پر ضرور ہی فخر یہ اشعار کہتے ہیں۔ اسلامی شعراء علی العموم انکا ذکر بھی نہیں کرتے۔ پھر قدیم شعراء کے کلام میں ایام جاہلیت کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اسلامی شعراء غزوات اسلامی کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کرتے ہیں۔ علاوہ ان فرقوں کے ایک خاص فرق اور پایا جاتا ہے۔ جاہلیت کے کلام میں عجیب طرح کی مایوسی کی حد سے جو شہوات نفسانیہ اور خواہشات حیوانیہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ انکی نظر میں آدمی ایک کھلونا ہے جو قضا و قدر کے ماتھے میں ہے اور زندگی محض ایک تماشہ۔ قدم قدم پر انہیں موت و فنا دکھائی دیتی ہیں۔ اسی سبب سے وہ دل کھول کر لہو و لعب۔ قیض و سرور و میخواری و عشق بازی۔ کینہ و عداوت۔ مروت و محبت میں مصروف نظر آتے ہیں کیونکہ انہیں اس زندگی کے بعد بھرنہ لوٹ کر آنے کی اور نہ زندہ رہنے کی امید ہے۔ اسلامی شعراء اس کے برعکس نہایت خالص ایمان و امید۔ خوشی و شادمانی سے بھرے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا سے قادر۔ رحیم و غفور۔ خالق و معبود انکا رازق و نگہبان ہے۔ اور اس چند روزہ زندگی کے بعد حیات جاودانی اور راحت سرمدی شروع ہونگی۔ قیامت و عدالت کا خیال انکے دلوں میں ایسا راسخ ہو گیا ہے کہ بات بات میں اسکا ذکر کرتے ہیں۔ ان خصوصیات کے علاوہ ایک اور خاص وصف ان میں دیکھائی دیتا ہے کہ یہ جذبات انسانی کو اپنے تابع رکھ کر ہر بات میں خوف خدا دکھاتے ہیں پرانی عداوت و دشمنی پر رحم کا خیال اور معاف کر دینے کی طبیعت غالب آتی ہے گو کبھی کبھی سخت دلی بھی نظر آتی ہے۔ باقی اور باتوں میں اسلامی شعراء جاہلیت کے شعراء سے ملتے ہیں۔ کلام انکا ایسا فصیح و بلیغ نہیں جیسا جاہلیت کا ہے مگر حیات و مروت۔ سخاوت و شجاعت میں ان سے رتی بھر بھی کم نہیں چنانچہ ذیل میں ہم سہ نظائر یہ ثابت کر دیں گے۔

(۱) اسلامی شعراء مثل قدیم شعراء کی کثرت جنگ پر فخر کرتے ہیں۔ لہذا اسکا

بن المقرب السعدی کہتا ہے ۵

إِذَا لَقِيَ لَا إِذَا لَأَحْضَا حُرُوبٍ | إِذَا لَمَّ أَجْبَنُ كُنْتُ حُجَّتَ جَانٍ

اور میں تو ہمیشہ لاتا ہی رہتا ہوں۔ اگر میں خود کو کیونہ ستاؤں تو اور لڑائی والوں کی سپر اور لپٹ پناہ رہتا ہوں۔

(۲) عجمت و خودداری انہیں غایت وجہ کی ہے چنانچہ حریش بن ہلال القرطبی کہتا ہے ۵

نَعْرَضُ لِلشُّبُوفِ إِذَا التَّقِيْنَا | أَوْ جُوهَا لَا كَوْرَ صُ لِلطَّامِ

جس وقت ہم جنگ میں ہوتے ہیں تو تلواروں کے روبرو ایسے منہ پیش کرتے ہیں جو طمانچوں کے لیے پیش نہیں کیے جاتے۔

وَلَسْتُ بِخَالِعِ عَيْنِي ثِيَابِي | إِذَا هَرَّ اللَّمَاءُ وَلَا أَرَامِي

اوجب بہار لوگ لڑائی سے متفر ہوں تو میں اپنے ہتھیار نہیں اتارتا اور نہ تیر اندازی کرتا ہوں۔

وَلَكِنِّي يَجُولُ الْمَهْمُرُ حَقِي | إِلَى الْغَارَاتِ بِالْعَضْبِ الْحَسَامِ

بلکہ میری سواری کا بچھڑا لوٹ مار کی طرف تیز تلوار کے ساتھ جو میرے پاس ہوتی ہے جولانی کرتا ہے (۳) انتقام لینے میں انکی طبیعت ویسی ہی تھی جیسی زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی تھی۔

چنانچہ اشتر النخعی جو حضرت علی رض کے اصحاب میں سے تھا کہتا ہے ۵

بَقِيْتُ وَفَرَى وَأَنْحَفْتُ عَنِ الْعُلَا | وَلَقَيْتُ أَصْبِيَا فِي بَوَاجِدِ عُبُوسٍ

میں اپنا مال کثیر جمع کروں اور عزت و شرف کی باتوں سے روگردان ہوؤں اور مہانوں سے ترس روئی کے ساتھ ملوں۔

إِنْ لَعْنُ أُمِّي عَلَى ابْنِ حَرْبٍ غَارَةً | لَمْ تَخْلُ يَوْمَ مَّامِنٍ مَهَابَ نَقُوسٍ

میں اوپر کی معیوب باتوں میں مبتلا ہو جاؤں اگر معاویہ بن حرب پر ایسی لوٹ کا بیٹہ نہ برساؤں جو جانوں کی لوٹ سے کسی دن خالی نہیں۔

حَبْلًا كَمَا مَثَلِ السَّعَالِ شَسْرًا بَا | تَعْدُو بِبَيْضٍ فِي الْكُرْهِ تَشُونُ سَا

اور وہ لوٹ گھوڑے ہیں جو مثل غول بیابانی کے تیز رو ہیں اور پتلی کمر کے ہیں اور ایسے مردان کریم کو لے کر دوڑتے ہیں جو دشمنوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

(۴) مصائب کی برداشت میں ہر قدم کی طرح بڑی جفاکشی کی روح دکھاتے ہیں چنانچہ
احوص بن محمد بن عاصم الانصاری کہتا ہے۔ ۵

مَا تَعَزَّرَ بَنِي مِنْ خُطُوبٍ مُلَمَّةٍ | اِلَّا كُنْشَرُ فَرْقِي وَتَعْظِيمُ شَاكِنِي

آنے والی مصیبتیں میرے اوپر نازل ہو کر فقط میری عزت و شان کو بڑھا دیتی ہیں اور
مجھے نقصان نہیں پہنچاتیں۔

اِنِّي اِذَا خِفِي الرِّجَالُ وَحَدَّثَتْنِي | كَالشَّمْسِ لَا تَخْفَى بِكُلِّ مَكَانٍ

جب اور لوگ پوشیدگی اختیار کریں تو میں مثل آفتاب کے ہوں جو کسی مکان میں نہیں چھپتا
(۵) اپنے مقتول کے بدلے خون بہا نہیں بلکہ قصاص لینے کو ممدوح جانتے تھے چنانچہ معاویہ
بن سفیان کے عہد میں ایک شخص ہذیب نے ایک آدمی کو جان سے مار دیا۔ کچھ عرصہ
کے بعد قاتل کی طرف سے سعید بن العاصی عامل مدینہ سات دینین مقتول کے بیٹے مسور
کے آگے پیش کین لیکن اس نے اُن کے لینے سے انکار کیا۔ آخر حسین بن علی رضی
عبداللہ بن عمرو۔ عمرو بن عثمان۔ سعید بن العاصی اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے
دیت دینی کر دی اور یہ چاہا کہ مسور دیت لے کر قصاص سے باز آئے پر اس نے دیت
لینے سے انکار کیا اور کہا۔ ۵

اَبْعَدَا الَّذِي بِاللَّعْفِ نَعَفَ كَوَيْبٍ | رَهْنِيْنَةُ دَمْسِ ذِي ثُرَاٍ جَبَلٍ

کیا بعد اس شخص کے جو کہ کوکب کی تڑائی میں مدفون ہے اور جو قبر کا جس پر مٹی
اور سخت پتھر پڑے ہیں قیدی ہے۔

اَذْكُرِّي يَا لُبَقِيَا عَلٰی مَنْ اَصَابَتْنِي | وَبُقَيَا اِنِّي جَاهِدٌ غَيْرُ مُوْتَلٍ

کیا میں اس شخص پر جس نے مجھے ستایا ہو رحم یاد دلایا جاؤں۔ میرا رحم تو یہ ہے کہ میں قصاص
لینے میں بغیر کوئی ناہی کو شش کرنے والا ہوں۔

فَلَا يَدْعُنِي قَوْمِي لِيُؤْمِرُوْا كَرِيْمَةً | لَكِنَّ لَمْ اَعْجَلْ صَرْبَةً اَوْ اَعْجَلْ

بخدا اگر میں قاتل کے جلد ضرب نہ ماروں یا جلد نہ مارا جاؤں تو میری قوم لڑائی کے دن مجھ کو نہ بلاؤ
آئیں۔

اَتَحْتَمُّ عَلَيْنَا كُلُّ الْحَرْبِ مَرَّةً | فَتَحْتَمُّ مِنْهُمْ هَا عَلَيْنَا بِكُلِّ كَلٍّ

آج کل ہر جنگ ہمارے لیے ہے۔

تم نے ہم پر ایک دفعہ لڑائی کے سینہ کو بٹھا دیا۔ پس ہم بھی اسکے سینہ کو تم پر بٹھا کینگے
اسی طرح کے چند اشعار اور بھی اس نے کہے اور اپنے والد کے قاتل سے قصاص لیا۔
(۶) آلام و شدائد میں صبر کو مستحسن سمجھتے تھے۔ چنانچہ حرث بن عتاب البہانی اپنی
ایک نظم میں کہتا ہے ۵

تَعَزَّ فَإِنَّ الصَّبْرَ يَا لِحِمٍّ أَجْمَلٍ | وَلَيْسَ عَلَى زَيْبِ الزَّمَانِ مَعْوَلٌ
صبر کر کیونکہ بیشک صبر آزاد آدمی کے لیے اچھا ہے اور زمانہ کے انقلاب پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔
فَلَوْ كَانَ يُغْنِي رَأْيُ امْرِئٍ أَلَمْ يَجَارِعَا | لِحَاكَ دَنْتَهُ أَوْ كَانَ يُغْنِي الشَّدَّ لَلْ

کیونکہ اگر کسی حادثہ کے سبب مرد کا مضطر و مقرر رہنا یا لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہونا مفید بھی ہو۔
لَكَانَ التَّعَزُّي عِنْدَكَ كُلِّ مُصِيبَةٍ | وَكَانَ تَبَتُّرُ بَالِحٍ أَوْ لِي وَاجْهَلٍ
اُس حال میں بھی بیشک ہر مصیبت و حادثہ کے وقت آزاد آدمی کے لیے صبر فضل و زیبا ہے۔

فَكَيْفَ وَحَلُّ لَيْسَ يَدُودُ قَوْمًا | وَفَالَا فَمَرْيَ عَمَّا قَضَى اللَّهُ فَمَرْحَلُ

پس گمراہان کیسے جس حال میں کہ اپنی موت کوئی تجاویز نہیں کر سکتا اور نہ حکم خدا سے کوئی جاس گریز ہے
(۷) فقر و فاقہ میں بھی مال مستون کا سا استغناء دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ
بنی مازن کو غار نگروں نے لوٹکر تباہ حال کر دیا۔ اور ان کے سارے جانور ہانک لے گئے
جزو بن ضرار مازنی شاعر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اسی وقت ایک نظم کہی جس میں سے
دو اشعار یہاں نقل کرتا ہوں۔ وہ اپنی قوم کی تعریف میں کہتا ہے ۵

لَقَدْ تَرَاهُمْ مُنْدِي الْغَنَى وَغَنَاهُمْ | لَهُ وَرَقٌ لِلْسَّائِلِينَ سَرَطِينُ

ان کا فقیر بھی تو ان کی غنایاں ظاہر کر رہا ہے۔ اور ان کا امیر حاجت مندوں کے لیے فائدہ بخش ہے

ذَلُّهُمْ صَعْبُ الْفَقِيرِ وَصَعْبُهُمْ | ذَلُّهُمْ بِحَقِّ السَّائِلِينَ سَرَطِينُ

ان کا مطیع بھی قابو میں نہیں آتا اور نہ ظلم قبول کرتا ہے اور ان کا تندہ آزاد آدمی سامانوں
کے لیے مطیع اور ان کی سواری ہے۔

(۸) جب کینہ و عداوت پر اترتے تو انہوں نے بھی جانی دشمن ہو جاتے تھے۔ چنانچہ
ارطاة بن سہبہ ایک مخضری شاعر کہتا ہے ۵

وَاَحْنُ بَنُو عَمْرِو عَلَيَّ اَذَاتٍ بَيْنَنَا	اَزِلِّي فِيْهَا بِفَضْلِهِ وَتَنَافُسُ
ہم میں تو چچا کے بیٹے لیکن ہم میں دلی صداقت پیدا ہو گئی ہے۔ اور کوئی تو ہم میں سے اُسے ناپسند کرتا ہے اور کوئی پسند۔	
وَاَحْنُ كَصَدْرِ الْعَسَلِ اِنْ لَطِطَ شَاعِبًا	يَدْعُهُ وَفِيْهِ عَيْبُهُ مُمْتَسَاخِسًا
اور ہم مثل بڑے پیلے کے ہیں جس میں شگاف ہو۔ اگر وہ پیالہ جوڑنے والے کو دیا جائے تو وہ اُسے ایسا جوڑے کہ اُسکا عیب ظاہر ہو۔	
(۹) یہ بھی اپنی اولاد سے غایت درجہ کی محبت کرتے تھے خواہ وہ لونڈی کے بطن سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ عمرو بن شاش ایک خضری شاعر اور صحابی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عرار تھا۔ یہ لڑکا سیاہ خام تھا اور اسکی ماں ایک حبشہ لونڈی تھی۔ عمرو بن شاش کی بیوی ہمیشہ اُس لڑکے کو لٹن طعن کرتی رہتی اور ستاتی تھی۔ آخر شوہر تنگ آکر اپنی بیوی کو مخاطب کرتا تھا	
اَرَادَتْ عَرَّارًا يَا لَهْوَانٍ دَمْنٍ يُّرِيْ	عَرَّارًا لَعْمَرِي يَا لَهْوَانٍ فَقَدْ ظَلَمَ
میری بیوی نے عرار کی ذلت کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے اپنی زندگی لٹی قسم جس نے عرار کی ذلت کا ارادہ کیا اپنے اوپر ظلم کیا۔	
وَإِنْ كُنْتُ مَعِيْ اَوْ لَيْسَ بِيَدِيْنَ صَحْبَتِيْ	اَفَكُوْنِيْ لَهُ كَالسَّمَنِ رُبْتُ لَهُ الدَّم
پس اگر تو میری ہے اور میرے پاس رہنا چاہتی ہے تو عرار کے حق میں ایسی ہو جیسی مدبوغہ اور دھوڑی جس میں گھی نہیں بگڑتا۔	
وَإِنْ كُنْتُ لَهْوَيْنِ الْفَرَاقَ طَعِيبَتِيْ	اَفَكُوْنِيْ لَهُ كَالذَّيْبِ عَضًا لَهُ الْعَنَم
اور اگر تو مجھ سے جدائی اور طلاق کی خواہاں ہے تو اُس کے حق میں مثل اُس بیڑے کی ہو جس کے قبضہ سے بھیڑ جاتی رہی ہو۔	
(۱۰) قرابت درشتہ داری کا انہیں بڑا خیال تھا۔ وقت پر خویش و اقارب ہی کام آتے تھے۔ چنانچہ قراد بن عباس کو کہتا ہے۔	
فَاَنْتَ بِحَالِ السَّلَامِ مَنْ شِئْتَ وَاعْلَمْتَ	يَا لَيْتَ سَيِّمًا مَوْلَاكَ فِي الْحَرْبِ خَنْبًا
پس صلح و سلامتی کی حالت میں جس سے چاہے بھائی جانہ کر لے اور جان لے کہ تیرے چچا زاد بھائی کے سوا باقی سب	

عزلی ادب کی تاریخ

وَمَوْلَاكَ مَوْلَاكَ الَّذِي إِنَّ دَعْوَتَهُ	أَجَابَكَ طَوْعًا وَاللَّهُ مَا مُنْصَبٌ
اور نے انہی تیرا چہارا و بھائی وہ ہے کہ اگر تو اس کو امداد کے لیے بلائے تو وہ خوشی	
خوشی تیری مانے ایسے حال میں کہ خون بہائے جا رہے ہوں۔	
فَلَا تَغْزِلِ الْمُؤَلَّى وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا	وَأَنْتَ بِهِنَّ تَنَاقَى الْأُمُورَ وَتُزِيلُ
پس اس پر چہارا و بھائی کو خواہ وہ ظالم بھی ہو مت چھوڑ۔ کیونکہ اسی کے ذریعے کام بڑھتے اور سدھرتے ہیں	
(۱۱) حسب و نسب پر انہیں بھی ہر تفریق چاہیے قیس بن عاصم المرقی ایک شہو صحابی فرماتے ہیں	
إِنِّي إِهْمٌّ لَا يَغْتَرِي خَلْقِي	دَلَسْتُ يُفْتِدُهُ وَلَا أَقْبُ
میں ایسا مرد ہوں کہ کوئی ایسی ناقص دنیا پاک بات میری عادت کو پیش نہیں آتی	
جو مجھے بد فہمی کی طرف منسوب کرے اور نہ کم عقلی عارض ہوتی ہے۔	
مِنْ مُنْفَرٍ فِي بَيْتٍ مَكْرُمَةٍ	وَالْفُصْنُ يَنْبُتُ حَوْلَهُ الْغَصْنُ
میں ہی منفر سے خانہ مشرق و غربت میں ہوں اور شاخ کے ارد گرد اسی قسم کی شاخ پیدا ہوتی ہے	
حُطْبَاءَ حِينَ يَقُومُ فَتَأْتِيهِمْ	بِضُؤُ الْوُجُوهِ مَصَاقِعُ لُسْنٍ
وہ لوگ بڑے گویا ہیں جبکہ ان میں کابلونے والا تقریر کو کھڑا ہو۔ اور سفید رنگ اور فصیح و بلیغ زبان آ رہیں۔	
(۱۲) جو ادب و سخن کی تعریف بھی اسلامی شعرا نے نہایت بلاغت کے ساتھ کی ہے۔ چنانچہ	
عبد اللہ بن الزبیر الاسدی عمرو بن عثمان بن عفان رضی کی تعریف میں کہتا ہے	
سَأَشْكُرُ عَمْرًا إِنْ تَرَأَيْتُ مِنْتِي	أَيَادِي لَمْ تَكُنْ وَإِنْ هِيَ جَلَّتْ
اگر میری موت نے مجھے مہلت دی تو میں عمرو کا ان نعمتوں کے بدلے جو باوجود اپنی	
کلانی کے منقطع نہیں ہوئیں شکر کروں گا۔	
فَتَى عَيْرٍ مَجُوبٍ الْيَتَى عَنْ صَدِيقِهِ	وَلَا مَطْهَرٍ الشُّكْلَى إِذَا التَّعَلُّ رَلَّتْ
وہ ایسا جوان ہے کہ اپنی توانگری کو اپنے دوست سے چھپاتا نہیں اور جب تو انگری سے	
افلاس کی طرف اس کی حالت پلٹے تو وہ شکایت نہیں کرتا	
رَأَى خَلْقِي مِنْ حَيْثُ يَخْفَى مَكَانَهَا	فَكَانَتْ قَدْ ذِي عَيْبَةٍ حَتَّى تَجَلَّتْ

اُس نے میری حاجت اُس جگہ دیکھ لی جہاں وہ چھپی تھی سو میری حاجت اُسکی آنکھوں کا کنک ہو گئی بیان تک کہ وہ جاتی رہی۔

اصل قصہ یہ ہے کہ شاعر ایک دن ممدوح سے کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ اتفاقاً اُسکے کُرتے کی آستین پر جو پھٹی ہوئی تھی اور لباس کے نیچے تھی ممدوح کی نظر پڑ گئی کھڑکیچل ممدوح نے شاعر کے پاس دس ہزار درہم اور سو تھان بیسج دیئے۔

حسان بن ثابت رض فرماتے ہیں ۵

أَصَوْتُ عَرَضِي بِمَالٍ لَا أَذْثِبُهُ | لَا بَارَكَ اللَّهُ بَعْدَ الْعُرْضِ فِي الْمَالِ

میں اپنی آبرو کو ایسے مال کے ذریعے بچاتا ہوں جسے نجاست بخل سے ناپاک نہیں کرتا آبرو جانے کے بعد خدا مال میں برکت نہ دے۔

خلف بن خلیفہ قیس بن ثعلبہ کامولی آل شیبان بن ثعلبہ کی تعریف میں کہتا ہے ۵

هُمْ الْجَبَلُ الدَّعْلِيُّ إِذَا مَاتَا كَرِثًا | مَلُوكُ الرِّجَالِ إِذَا تَخَاطَرَتِ الْبُرُثُ

جب اور سردار شدت قحط کے سبب انجان ہو جائیں یا جب شتران قوی ہیکل تجوف شدائد جنگ بھاگیں تو وہ لوگ اور دن کے محافظ ہیں

لَنَا فِيهِمْ حِصْنٌ حَصِينٌ وَمَعْقِلٌ | إِذَا حَرَّكَ النَّاسَ الْمَخَافَةُ وَالذَّلُّ

اُن میں ہمارے لیے مضبوط قلعہ و جاے پناہ ہے جبکہ خوف اور مصائب کی سختیاں لوگوں کو اُن کی جگہ سے ہلا دیں۔

(۱۳) مرثیہ خوانی میں اسلامی شعراء جاہلیت کے شعراء سے بالکل ملتے ہیں۔ ان کے نوع بھی نہایت دلہوز و جگر خراش ہیں۔

ایک شاعر مویک اپنی زوجہ اُم العلاء کے مرثیہ میں اُسے خطاب کر کے کہتا ہے ۵

أَتَى خَلْدَتِي وَكُنْتُ جِدًّا فَرُوقَةً | بَلَدًا يَمُرُّ بِهِ الشَّجَاعُ قَيْفَرًا

تو بڑی ڈر لوگ تھی تو اب ایسے شہر میں جہاں بہادر بھی جا کر ڈھلا ہوتے کیونکر ڈیرے والہ دیتے۔

صَلِّ عَلَىكَ اللَّهُ مِنْ مَفْقُودَةٍ | إِذْ لَا يَلَا يَمْلِكُ الْمَكَانُ الْبَلْفَمَ

اے کم شدہ۔ خدا تجھ پر رحم کرے کیونکہ خالی مکان تیرے لیے مناسب نہیں۔ اس لیے

رحمت باری تیرے لیے صادر ہو۔

فَلَقَدْ تَرَكْتِ صَغِيرَةً مَّرْجُومَةً | لَمْ تَذْبِرْ مَا جَرَعَ عَلَيْكِ فَجَرَعُ

تو نے تو اپنے پیچھے ایسی قابلِ رحم چھوٹی لڑکی چھوڑی ہے جو باوجود اپنی بہوشی اور بخیر کے پھر بھی تیرے لیے گہرائی ہے۔

فَقَدَّتْ سَمَائِلَ مِنْ لَزَامِكِ خَلْقًا | فَنُبِيتُ ثَمِيرًا أَهْلَهَا وَتَفْجَعُ

اس چھوٹی لڑکی نے تیری چھائی سے لگانے کی مزیدار عادت کو کم کیا ہے۔ اس لیے اب وہ ساری رات گھر والوں کو جگاتی اور درد مند کرتی ہے۔

وَإِذَا سَمِعْتُ أَرْبَعًا مَرَّافِي لَيْلِيَا | طَفَقَتْ عَلَيْكَ شَوْوَنَ عَيْنِي نَدْعُ

اوجھ میں رات کو اُنکے مدنے کی آواز سنتا ہوں تو میری آنکھ کے آنسو تیرے غم میں بہنے لگتے ہیں۔
فاطمہ بنت الاحجم الحمر اعیہ رضی اللہ عنہا ایک حبلیہ صحابیہ اپنے بھائی جرّاج کے مرثیہ میں فرماتی ہیں

قَدْ كُنْتُ لِي جَبَلًا أَلْوَدُ بِظِلِّهِ | فَتَرَ كُنْتِي إِكْضَحًا بِأَجْرَدِ ضَمَاحِ

تو میرے حق میں بمنزلہ پہاڑ کے تھا جسکے سایہ میں میں پناہ لیے تھی۔ اب تو نے مجھے ایسے حال میں چھوڑا کہ میں چٹیل میدان میں بغیر درخت یا سایہ کے دھوپ میں بیٹھی ہوں

قَدْ كُنْتُ ذَاتَ حِمِيَّةٍ مَاعِشْتُ فِي | أَمَشِي الْبَرَادَ وَكُنْتُ أَنْتَ جُنَّاحِي

جب تک تو اختیاراً یا میں غیرت والی تھی کہ بخوف لکھے میدان میں سیر کرتی تھی اور تو میرا بازو تھا۔

فَالْيَوْمَ مَرَّخَصُّعٌ لِلدَّيْلِ وَالْيَقِي | مِنْهُ وَأَذْفَعُ ظِلَامِي بِاللَّاحِ

پس میں آجکے دن کمینہ سے بھی بے جا جزی پیش آتی ہوں اور اس سے ڈرتی ہوں اور اپنے ستانے والے کو ہتھیلی سے دور و دفع کرتی ہوں۔

وَأَغْضُ مِنْ بَصْرِي وَأَعْلَمُ أَنَّ | قَدْ بَانَ حَدُّ قِيَّاسِي زِيْرَ هَاجِي

اور چشم پوشی کرتی ہوں اور جانتی ہوں کہ میرے سواروں اور نیزوں کی تیری تیری موت کے سبب جاتی رہی ہے۔

(۱۳۳) عشق و محبتِ زنانِ حسینہ میں بھی یہ کم نہیں۔ چنانچہ ایک شاعر و متّاح
بن اسماعیل بن عبد کلال کہتا ہے

صَبَا قَلْبِي وَ مَالِ الْبَيْتِ مَيْلًا | وَ أَكْزَيْتُنِي خِيَالِكَ يَا أَثِيلًا

اے اٹیکلہ میرا دل تجھ پر فریفتہ اور بشت مائل ہے اور تیرے خیال و تصور نے مجھے بیدار رکھا بسبب اضطراب و درد فراق کے۔

يَمَانِيَّةٌ تَسْلَمُ بِنَا فَتُسَبِّدُنِي | كَذِيْقٍ مُّحَاسِنٍ وَ مُنِيتٍ عَمِيْلًا

میری محبوبہ یمن کی رہنے والی ہے۔ جب اس کا خیال ہمارے پاس آتا ہے تو وہ باریک خوہن کو ظاہر کرتا اور موٹی خوہن کو چھپاتا ہے۔

ذُرِّيَّتِي مَا أَمَّيْتُ بِنَاتٍ نَعِيشٍ | مَرَّتِ الظُّلَيْفُ الَّذِي يَنْتَابُ لَيْلًا

اے اٹیکلہ۔ جب تک ہمارے گھوڑے بلا دشتام کو جاتے ہیں ہمیں اپنے خیال سے جورات کو بار بار ہمارے پاس آتا ہے صاف رکھ۔

وَلَكِنْ إِنْ أَدْرَبْتُ فَهِيَ حَيِيَّةٌ | إِذَا رَمَقَتْ بِأَعْيُنِهَا سَهْمِيْلًا

لیکن اگر تو چاہے تو اس وقت مجھے اپنے شوق سے بمقرا کر جب ہمارے گھوڑے اپنی آنکھوں سے سہیل کو جو یمن میں نمودار ہوتا ہے دیکھیں۔

فَأَنَّا لَوْ كُنَّا رَأَيْتُ الْخَيْلَ تَعُدُّ | عَوَّالِيسٍ يَتِيْعُ ذَنَ النَّعْ ذَيْلًا

کیونکہ اگر تو گھوڑوں کو دیکھے جو ترش و سوکر غبار میں دوڑتے ہیں اور اس کے پناہ میں نہایت ہیں۔

رَأَيْتُ عَلَى مَتْنُونِ الْخَيْلِ حَيْثَا | تَفِيْدُ مَعَايِمًا وَ كُفَيْتُ نَيْلًا

تو تو ان گھوڑوں کی پشت پر ایسے بہادر دیکھے جو مثل جن کی ہیں اور جو دسترن کو مال غنیمت دیتے اور دشمنوں کو عطا سے محروم رکھتے ہیں۔

پس نظائر مذکور بالا سے ثابت ہے کہ بہت باتوں میں زماذ اسلام کی شاعری کی مشنوں ایام جاہلیت سے ملتی ہیں۔ بیشک اسلام کے آنے سے لغو توہمات و باطل معتقدات کی بجائے بہن خدا سے سردی و صبر کے اوصاف اور جزا و سزا سے عقبے اور ملائکہ اور حیات آئندہ کا ذکر ملتا ہے۔ موت و محاسبہ قیامت کا خیال بھی اسلامی شعرا کے کلام میں اکثر پایا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ جاہلیت میں تلوار ان کے جملہ گون کا فیصلہ کرتی تھی۔ اب سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ یہ امر بہن صفائی سے

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔ نظیر کے طور پر ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اُن ابیات سے جو انہوں نے معاویہ بن سفیان کے پاس لکھ کر بھیجے چند شعر نقل کرتا ہوں۔ آپ ان اشعار سے ظاہر ہو جائیگا کہ اسلامیوں کا قیامت وعدہ الت کی نسبت کیسا پختہ عقیدہ ہے۔

إِلَى الدَّيَّانِ يَوْمَ الدِّينِ مَكْضِي | وَأَعِنْدَ اللَّهِ تَجْمَعُ الْخُصُوفُ مَكْ
ہم روز حساب کے فیصلہ کرنے والے کے پاس جائیں گے اور خدا ہی کے سامنے سب
جھک کر جمع ہوتے ہیں انفصال کے واسطے۔

سَتَعْلَمُ فِي الْحِسَابِ إِذَا التَّقِيْنَا | غَدَّاعِنْدَ الْمَلِكِ مِنَ الظُّلُمِ مَكْ
پس جبکہ حساب دینے کے لیے قیامت کے روز میں اور تو خدا کے سامنے اکٹھے
ہوئے تو تو جان لیگا کہ مجھ میں اور تجھ میں ظالم کون ہے پھر چند شعر کے بودہ فرمایا ہیں
تَرَوْهُ الْخُلْدُ فِي دَارِ الْمَنَاسِيَا | فَكَمْ قَدَّرَ أَمْرٌ مِثْلَكَ مَا تَرَوْهُ مَكْ
تو موتوں کے گھر میں دوام کا خواہشمند ہے۔ تیرے سوا اور مہتوں نے بھی اسکی
خواہش کی جس کی خواہش تو کر رہا ہے۔ پر مراد کو نہ پہونچے۔

نَسَاؤُكُمْ تَنْسُو عَنْكَ الْمَنَاسِيَا | تَتَبَّعَ لِلْمَمْنِيَّةِ يَا نَوْءُ مَكْ
تو تو سوراہا ہے مگر موتیں تیری طرف سے غافل ہو کر نہیں سو رہی ہیں۔ اے بہت
سونے والے۔ موت کے واسطے بیدار ہو جا۔

لَهَوْتَ عَنِ الْفَنَاءِ وَأَنْتَ تَفْنَى | قِمَا شَمْعِي مِنَ الدُّنْيَا يَدْرُ مَكْ
تو فتن کی طرف سے غافل ہو گیا ہے حالانکہ تو خود فنا ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ
دنیا کی کوئی چیز بھی ہمیشہ نہیں رہتی



باب۔ خلفاء خاندان اُمیہ ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ان کے اصحاب کوفہ میں جمع ہوئے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کی۔ اُدھر اہل شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسلامی اقالیم پر دو خلیفہ ہو گئے۔ حسن بڑے زیرک اور کمال اندیش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس نفاق کا انجام سوائے بد نظمی و خونریزی کے اور کچھ نہیں۔ لہذا پانچ ماہ کی خلافت کے بعد ۳۷ھ میں آپ زمام حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے امور دنیوی سے بالکل کنارہ کش ہو گئے۔ چھوٹے بھائی حسین رضی اللہ عنہ نے ہر چند اصرار بھی کیا کہ اس طرح بادسلطنت سے بری الذمہ ہونا چٹیک نہیں۔ پر آپ نے یہی جواب دیا۔ ”لَا بَدَّ مِثْنُ ذَٰلِكَ۔ وَقَدْ اخْتَرْتُ الْعَادَ عَلَی النَّاسِ“ معاویہ کی طرف سے ان کے گزرتان کا خاطر خواہ انتظام ہوا اور وہ معاہل و خیال مدینہ کو چلے گئے۔

اب ساری اسلامی دنیا پر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران ہو گئے اور خاندان اُمیہ کے تسلط کی بنیاد پڑ گئی اس زمانہ کے اسلامیوں کی نظر میں خلفائے خاندان اُمیہ غاصب خیال کیے جاتے تھے۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کو دین کے اوامر و نواہی کا چند خیال نہ تھا۔ دُنیوی اقتدار، شان و شکوہ، اور عیش و عشرت میں زیادہ تر ان کا دل لگتا تھا۔ چونکہ خلافت پر بزورِ شمشیر قبضہ ہوا تھا اس لیے ہاتھ برابر قبضہ شمشیر پر رہا۔ فرمانروائی و ملک گیری کے ساتھ لہو و لعب کو بھی ضروری جانتے تھے۔ دورِ حکومت و دورِ ساغر دونوں کا انہیں شوق تھا۔ مذاق میں یہ بہت کچھ عرب جاہلیت سے ملے ہیں۔ اسی سبب سے عجیت کارنگ ان کے عہد میں دکھائی نہیں دیتا۔ دمشق کے اہلِ خلافت ہو جانے سے تمدن و طرزِ معاشرت میں فرق تو ضرور پیدا ہو گیا۔ مگر عادات و اخلاق میں بہت کم تبدیلی ہوئی۔ ہم اس خاندان کے خلفاء کا مجمل حال ذیل میں دیتے ہیں۔

خلافِ معاویہ رضی اللہ عنہ انگری لکھتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ دیکھنے میں شکیل اور درجہ والے تھے۔ جلال و دباغت ان کے چہرہ سے چمکتی تھی۔ یہ بڑے ٹھانڈے کے سا

رہتے اور لباس فاخرہ پہنتے تھے۔ جو دوسرا اور بڈل و عطا میں ضرب اشل تھے۔ ان کے علم کے بہت سے قصبے بیان کیے جاتے ہیں۔ خاندان علی رضی کی تعلیم بہت کرتے اور اکثر انعام و اکرام دیتے رہتے تھے۔ ان ہی نے خلفاء میں سب سے پہلے ڈاک کا سلسلہ جاری کیا اور انصاف کے لیے عدالت گاہیں اور دیوان مقرر کیے۔ ان ہی کے زمانہ میں کئی محل بھی تعمیر ہوئے جن میں خلفائے خاندان امیہ بڑی شہرت و شکوہ کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنی مملکت کے انتظام اور رعایا کی بہبود و فلاح میں نہایت مستعد تھے۔ کتب بینی کا بھی انہیں بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ہر روز رات کو تین چار گھنٹے اقوام مختلفہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے۔ باہمہ یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ جو برتاؤ ان کا حضرت علی رضی کے ساتھ تھا وہ درست نہ تھا۔ انہوں نے اپنے اقتدار کے بڑھانے اور حضرت علی رضی کی حق تلفی کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ ان کا دانت خلافت پر لگا تھا۔ کیونکہ حضرت محمد ص نے ان سے فرمایا تھا: ”یا معاویہ! اذا مملکت فآخسین“ حسن اتفاق سے حضرت عثمان رضی کے قاتلون سے انتقام کا بہانہ مل گیا لہذا حصول مطلب کے لیے بڑے استقلال سے کام لیا۔ اگر حضرت علی رضی کے خلاف نہوتے تو نہ خارجی پیدا ہوتے۔ نہ شیعہ۔ انہوں نے اپنی ناقبت اندیشی سے ایک ایسی آگ بھڑکائی جس نے نہ فقط اسلام کو سخت نقصان پہونچایا بلکہ انجام کار ان کے خاندان کو بھی بھسم کر دیا۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنے عدل و انصاف تدبیر و مصلحت۔ دلیری و شجاعت سے اسلامی سلطنت کو بڑی شوکت بخشی۔ ان کی عمارتیں عموماً اسن رہا اور صنعت و تجارت کو ترقی ہوئی۔ شہر عین اسی برس کے ہو کر رطلت کی۔ فخری کا بیان ہے کہ مرنے سے پہلے یہ بہت روئے یہاں تک کہ اپنے شعلیقین کو بھی رلا لیا۔ اور یہ کہا: ”فَلَا تَغْرُ كُمْ الدُّنْيَا بَعْدِي“۔

یزید بن معاویہ۔ ۴۰ء سے ۶۰ء تک۔ معاویہ رضی کے انتقال کے بعد اُنکا بیٹا یزید خلیفہ ہوا۔ اسکی ماں یمنون ایک بچی عورت تھی۔ اُسے دمشق کے قصر شامانہ اور باغون سے نفرت تھی۔ اکثر اپنے وطن کے دادیوں اور ٹیلوں کو

دلسوز اشعار پڑھ کر یاد کرتی اور روتی تھی۔ معاویہ نے اسکا یہ حال دیکھ کر
 اسے اُسکے قبیلہ والوں کے پاس بھیج دیا۔ مَیسُون اپنے ساتھ یزید کو بھی لے گئی
 چنانچہ اس نے وہاں بدُون کے درمیان پرورش و تربیت پائی اور اُن ہی کے
 آداب و اخلاق سیکھے اور تا دمِ مرگ رندانہ زندگی بسر کی۔ یہ شخص عے خوباب کے
 نقشے میں محصور رہتا تھا اور سلطنت کے امور عظیمہ کی طرف سے غافل تھا۔ شکار کا بھی اسے
 بہت شوق تھا اور اکثر اپنے مصاحبوں کو لے کر جنگلون اور سیابانوں میں نکل جاتا
 اور شکار کھیلتا تھا۔ اسی کے عہد میں وہ پُر اَلَم واقعہ وقوع میں آیا جسکے حال کو
 سن کر ایک عالم متاسف اور متاثر ہوتا ہے۔ معاویہ رض کے انتقال کے بعد اہل کوفہ
 نے حسین رض کو خلیفہ بھیجی کہ اگر آپ خلیفہ ہونا منظور کریں تو ہم آپ سے بیعت کر لینے
 حسین اس پیغام کو پاکر معہ اپنے اصحاب اور اہل و عیال کے مکہ شریف سے کوفہ کو روانہ
 ہوئے۔ اُدھر یزید کی طرف سے عبید اللہ بن زیاد انکے مقابلہ کو کوفہ میں آیا۔
 حسین رض کے ساتھ عورتیں اور بچے ملا کر کل دو سو جاہلین تھیں۔ مردوں کے شمار
 میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے موافق تیس سوار اور چالیس پیادے انکے
 ہمراہ تھے۔ دوسری روایت کے مطابق چالیس سوار اور سو پیادے تھے۔ ان میں
 سے کئی حسن رض کے بیٹے تھے۔ عبید اللہ نے عمرو بن سعد کو چار ہزار سوار دے کر ساتھ
 روانہ کیا۔ انہوں نے اگر حسین رض کو گھیر لیا۔ مصالحو کی جو شرطیں یہ ٹھیراتے تھے
 انہیں عبید اللہ منظور نہ کرتا تھا۔ اور شمر بن ذی الجوشن کی تحریک سے مصالحو بلا شرط
 پر زور دیتا تھا۔ آخر فریقین کی لڑائی ٹھن گئی۔ حسین رض میدانِ کربلا میں اپنے ساتھیوں
 کو لے کر صف آرا ہوئے۔ پیاس کے مارے ان کا اور انکے ساتھیوں کا بُرا حال تھا
 کیونکہ دشمنوں نے اس طرح گھیر لیا تھا کہ نہر فرات سے پانی لینا بالکل ناممکن تھا
 آخر اسی تشنگی کی حالت میں سواران کوفہ نے اُن پر تیر برسوں کے شروع کر دیے۔
 یکے بعد دیگرے سب کے سب مارے گئے۔ فقط حسین رض تنہا رہ گئے۔ پانی پینے کو
 فرات کی طرف بڑھے کہ اتنے میں ایک تیر نے انہیں بھی زمین پر مردہ ڈال دیا۔

اس جنگ کے بعد تتر سر معہ حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے عبید اللہ کے پاس کو فہ پہنچا دیئے گئے
 اُس نے اُنہیں یزید کے پاس بھجوا دیا۔ رسولؐ کے نواسے کے سر کو دیکھ کر کو فہ اور دمشق
 میں کہرام مچ گیا۔ اور ساری اسلامی دنیا میں صدائے ماتم بلند ہوئی۔ قاتلونِ پیغمبرین
 برسنے لگیں جنکا تار آج تک نہیں ٹوٹا ہے۔ ماتم کدہ کر بلائے مسلمان کے گھروں کو
 بیت الحزن بنا دیا ہے۔ قیامت تک اس عالم آشوب واقعہ پر فوج و زاری ہوئی رہیگی
 اور یزید و عبید اللہ۔ سوارانِ کو فہ اور شمر بن ذی الجوشن کے نام پر خدا کی پھٹکار اور
 آدمی کی دھتکار رہے گی۔

حسینؑ کی جانکاہ موت کا قصہ ابھی لوگوں کے دلوں میں تازہ ہی تھا کہ یزید نے
 ایک اور متم ڈھایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ۶۲ھ ع میں دعویٰ کیا کہ خلافت میرا حق ہے
 اور مکہ شریف میں خلیفہ بن بیٹھا۔ یزید نے حصین بن نمیر کو فوج کے ساتھ روانہ کیا
 کہ عبداللہ بن زبیرؓ اور اُسکے پیروں کی سرکوبی کرے۔ بدقسمتی سے اسی موقع پر
 اہل مدینہ نے اُموی حاکم شہر سے نکال دیا۔ حصین بن نمیر نے مدینہ پر حملہ کیا اور اُسے
 سر کر کے فوج شامی کو لوٹنے کا حکم دیدیا۔ بعد اُسکے وہ مکہ شریف کو روانہ ہوا۔ عبداللہ
 بن زبیرؓ نے مسجد الحرام میں پناہ لی تھی۔ شامی فوج نے مخفی منصوب کر کے کعبہ شریف
 پر آگ کے انگارے اور ڈھیلے برسائے۔ اس سے سخت نقصان پہنچا اور کعبہ شریف
 نے سارے پردے جل گئے۔ مسلمان حریم شریفین کی بے حرمتی و بربادی کی حشر
 خرد کو سن کر نہایت رنجیدہ و بیتاب ہونے لگے۔ کوئی ایک برس تک حصین بن نمیر
 اپنی شامی فوج کو لے کر غارت گری اور لوٹ مار میں لگا رہا کہ اتنے میں ۶۳ھ
 میں یزید کے انتقال کی خبر پہنچی۔ یزید کا مرنا تھا کہ خلافت میں تزلزل پیدا ہو گیا
 اور اندیشہ تھا کہ کہیں سلطنت اسلام پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ انہی ایام کی طرف
 اشارہ کر کے سوار بن ہند بن زبیرؓ کہتا ہے ۵

لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ هَرَجًا فِئْتًا	عَمِيَاءَ تَوَقَّدُوا رَهَاؤُسَعْرًا
--	--------------------------------------

جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ابن زبیرؓ کے اندھاؤ و ہند فتنہ سے جسکی آگ

بھڑکائی جا رہی ہے گھبرا گئے ہیں۔

وَتَشْعَبُوا شَعْبًا كُلُّكُمْ جَزِيْرَةٌ | فِيْهَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمِنْكُمْ

اور الگ الگ جماعتوں میں ہو گئے ہیں۔ پس ہر جزیرہ میں ایک امیر المؤمنین اور ایک منبر ہے۔ اب نو عبد اللہ بن زبیر کی چڑھ سٹی۔ اسی سال معاویہ ثانی یزید کا بیٹا تخت نشین ہوا اور تین ماہ کی خلافت کے بعد سلمہ بن طاعون سے مرگیا۔ اس کے بعد مروان بن الحکم خلیفہ ہوا۔ اس کے عہد میں عبد اللہ بن زبیر حجاز میں۔ مصر اور خراسان پر قابض ہو گیا ان دونوں شامی عرب کے درمیان پھر وہی جھگڑے اور عداوتیں شروع ہو گئیں جو پہلے ان میں رہتی تھیں۔ چنانچہ مرج راسط کے معرکہ میں بنی کلب مروان بن الحکم کی طرف اور بنی قیس عبد اللہ بن زبیر کی طرف ہو کر لڑے۔ چنانچہ عمرو بن مظلّمہ الکلبی کہتا ہے۔ ۵

اَنْ قَدْ شَهِدَ الصَّغِيْرَ عَمْرُو بْنَ مَظْلَمَةَ | فَضَدَّاقٌ عَلَيْهِ الْمَرْجُ وَالْاَسِيْمُ

عبد اللہ بن زبیر اور مروان کے لشکروں کی دونوں صف میں عمرو بن محرز بیشک حاضر ہوا تو مقام مرج راسط باوجود وسیع ہونے کے اسپر تنگ ہو گیا۔

اَلْمِنْ يَلِكُ قَدْ لَاقَى مِنَ الْمَرْجِ عِيْطَةً | لَكَانَ لَقِيْسُ فِيْهِ خَاصٍ وَجَادِعٌ

پس اگر کوئی مرج راسط کے سبب سے ہم پر رشک کرے تو بجا ہے کیونکہ ہمارے ہی لوگ دہان بنی قیس کو خسی کرنے والے اور انکے ناک کاٹنے والے تھے۔

اس جنگ میں بنی کلب کے فتح ہونے سے مروان بن الحکم کو یہ فائدہ پہونچا کہ وہ سارے ملک شام پر مسلط ہو گیا۔ اور ابن زبیر کا سامنا کرنے کے لائق ہو گیا کیونکہ اس سے پہلے شام کے بہت سے مقامات پر بھی ابن زبیر کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس کے تسلط سے خاندان امیہ کو یہ فائدہ ہوا کہ اُس نے اموی خلیفہ کے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور انہیں بالکل پامال کر دیا۔ اسکا محل حال عبد الملک کے بیان میں دیا جاتا ہے۔

عبد الملک بن مروان۔ ۶۰ سے ۶۱ء تک۔ مروان نو ماہ کی خلافت کے بعد جان بحق ہوا۔ اور عبد الملک اسکی جگہ خلیفہ ہوا۔ اسے سات برس تک اپنے

دشمنوں سے تخت و تاج کے لیے لڑنا پڑا۔ ۶۸۵ء سے ۶۸۶ء تک مختار کی بغاوت کے سبب ملک کی حالت نہایت درہم برہم رہی۔ اس شخص نے خاندان علیؑ کے مقتولین کے انتقام کا بیڑا اٹھایا۔ کوفہ پر حملہ کر کے اُسے سر کر لیا اور میدانِ کربلا کے خونیون کو تیر تیغ کیا۔ شمر اور عمر و بھی مارے گئے اور اُنکے مدینہ کو بھیج دیے گئے۔

عبید اللہ کو بھی معرکہ زاب میں شکست دیکر اُسکا سر اتار لیا اور کوفہ میں لا کر اُسے اُسی جگہ پر کا جہان چھ برس پہلے حسین رض کا سر ڈالا گیا تھا۔ مگر یہ بھی سلامت نہ بچا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابنِ زُبَیر نے اپنے بھائی مُصَنَّب کو فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ مختار کا مقابلہ کرے۔ جنگ نہایت سخت ہوئی اور مختار نے شکست کھائی اور وہ اسکی فوج میں سے سات ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ خارجی اُموی خلفاء کے حق میں بھی بغل کا کانا تھا۔ گو انہوں نے حبیبِ سر اٹھایا انہیں برابر نہرِ میت ہی ہوئی۔ تاہم جہاں ذرا زور پکڑا جھٹ لٹنے مرنے کو طیار ہو گئے۔ یہ لوگ خاندانِ اُمیہ کے جانی دشمن تھے اور ان کی آئے دن کی بغاوتوں اور خنزیریوں سے سلطنت کو سخت جنبش ہوئی۔ اگر ایسے نازک وقت میں ابنِ زُبَیر ان سے مل جاتا تو پھر اُموی خلافت کے لیے بچنے کی کوئی صورت باقی نہ رہتی۔ کیونکہ ادھر مختار کی بغاوت اور خارجیوں کے بے درپے حملوں کے اُن کی جان پر زانی تھی۔ پر ابنِ زُبَیر نے بڑی نا عاقبت اندیشی کی کہ اپنے اہلِ شہن خاندانِ اُمیہ کو نظر انداز کر کے اپنی قوتِ باغیوں کو نیست و نابود کرنے میں صرف کی۔ اس احمقانہ فعل سے عبدالملک کو اس کے استیصال کا موقع مل گیا۔ سلطنت کے دشمنوں کو مارا اس نے۔ اور پھل عبدالملک کے ہاتھ لگا۔ ۶۹۱ء میں عبدالملک نے عرافین پر لشکر کشی کی اور مُصَنَّب برادر ابنِ زُبَیر کو شکست فاش دی۔ اور اُسے قتل کر ڈالا بعد اس کے حجاج بن یوسف کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ابنِ زُبَیر کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ حجاج نہایت جبری اور بیباک سپاہ سالار تھا۔ اوائلِ عمر میں بچوں کو پڑھاتا تھا۔ طراری و لسانی میں بھی یدِ ریضا رکھتا تھا۔ اسی نے سب سے پہلے عربی الفاظ پر اعراب لگائے اور اُنکے تلفظ کی صحت کا انصرام کیا۔ خاندانِ اُمیہ کا یہ دستِ رہت تھا

اور اسی کی بدولت اس خاندان کو استحکام و فروغ حاصل ہوا۔ جب اس نے ۶۹۲ء میں مکہ شریف کا محاصرہ کیا اور ابن زبیر کو شکست دے کر اس کا سر دمشق کو روانہ کیا تو خلیفہ عبد الملک نے اُسے دالی عراق بنا دیا۔ اُس وقت اُس صوبہ کی حالت نہایت اتر تھی باغیوں کی سازشوں اور متواتر حملوں کے سبب سے بد نظمی کا یہ عالم تھا کہ کسی کی جان و مال کی خیر نہ تھی۔ یہ تہاج ہی کا دم تھا کہ اس نے باغیوں کے جتھوں کو نیت و نابود کر کے اپنے استقلال و حسن تدبیر سے ملک کا یہ نقشہ کر دیا کہ اُس کے طول و عرض میں رعایا کو برسوں کی خوریزی و فساد کے بعد امن و امان کے دن نصیب ہوئے۔ اور علوم و فنون اور صنعت و حرفت کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے زیر حمایت لوگوں کو قرآن و احادیث کے مطالعہ کا موقع ملا اور کوفہ اور بصرہ میں چار سو علم کی روشنی چمکنے لگی۔ اس کے مخالفوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ بڑا ظالم اور جبار تھا اور اس کی تلوار بے گناہوں کے خون میں ڈوبی رہتی تھی۔ لایوں نے اس کے جہر و تعدی کے قصوں سے اس زمانہ کی تاریخ کے صفحے کے صفحے رنگین کر دیئے ہیں۔ پر حق تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مبالغہ سازوں کے افسانے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بغاوت کے فرو کرنے میں اس نے بڑی سختی اختیار کی۔ پر ساتھ ہی اس کے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ بغیر اس سختی کے ملک میں امن قائم کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ ایسی کھٹن کھڑی میں نرم دلی اور نازک مزاجی سے معاملہ اور بگڑ جاتا اور سرکشوں کے گروہ عراق کو آجاز گرد ویران بنا دیتے۔ اس کے والی ہونے سے پہلے فتنہ و فساد کے سبب سے ملک میں قیامت مپا تھی۔ اور عافیت کا کہیں نام بھی نہ تھا۔ اس کے آتے ہی نقشہ ملٹ گیا۔ اس نے تلوار کے زور سے باغیوں اور سرکشوں کو نیچا کیا اور خلق خدا کو سلامتی اور عافیت بخشی۔ اپنی تن پروری اور شکم پرستی کے لئے کبھی کسی کا بال بھر بھی نقصان نہ کیا۔ چنانچہ جب ۷۴۳ء میں جان بحق ہوا تو اس کے گھر میں قرآن کی ایک جلد۔ چند آلات جنگ اور دو تین سو درہمیں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ فردق نے اس کی ہجو میں سیکڑوں اشعار کہے ہیں۔ ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

وَمَاذَا عَسَى الْحِجَاجُ يَبْلُغُ جَهْدَهُ | إِذَا مَحْنٌ خَلَقْنَا حَفِيزَ دِيَارِ

کیا ہو سکتا ہو کہ حجاج بن یوسف مین گرفتار کرنے مین اپنی کوشش کو پونج جائے
جب ہم زیاد بن ابی سفیان کی نہر کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

فَبَاسَتْ اَبٰی الْحَجَّاجِ وَاسْتَغْجِرَ | اَعْتَبِدْ بِهَمْ تَرْتَعٰی يٰوَهَّادِ

(یہ الفاظ ایسے بیہودہ اور فحش ہیں کہ انکا ترجمہ نہیں دے سکتا)

فَلَوْلَا بَنُو هُرٍّ وَاَنَّ ابْنَ يُوْسُفٍ | کَمَا كَانَ عَتَبِدًا مِنْ عَبِيدِ اَيَادِ

اگر بنی مروان اپنے خلفائے اموی نہ ہوتے تو حجاج خوار و ذلیل ہوتا جیسا پہلے ایاہ
کے غلاموں میں سے ایک غلام تھا۔

زَمَانَ هُوَ الْعَبْدُ الْمُعْتَرِ يَذَلُّ | يُرَادُ حُ صَبِيَّاتِ الْفُرَّحِ وَبِغَايِ

وہ غلام تھا اُس زمانہ میں کہ وہ اپنی ذلت کا اقرار کرتا اور صبح و شام دہبات کے بچوں کو پڑھاتا تھا۔
ابن قتیبہ کتاب المعارف میں کہتا ہے کہ عرب کی گرو نکش قوم کو قابو میں رکھنا
اس کا کام تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو باغی جسے خلافت کا نام و نشان مٹا دیتے۔ اسکی مختو کا
شمرہ اس بات میں دکھائی دیتا ہے کہ اسکے عہد میں خلیفہ عبد الملک اور ولید کو دشمنوں کا
خطر نہ رہا اور سارے اسلامی مقبوضات میں حسن انتظام اور امن رہا۔ عبد الملک نے
بہت اصلاحیں کیں اور رعایا کی بہبود و فلاح کے کاموں میں سہمہ تن مصروف رہا۔ اب تک
اسلامی ممالک میں رومی ایرانی سکون کا رواج تھا۔ عبد الملک کے حکم سے اسلامی
نیکسالیں نکھلیں اور ایسے سکے مسکوک ہوئے جن پر آیات قرآن کندہ تھیں۔ اسی کے حکم
سے عربی و بارسی زبان ہوئی۔ اب تک سلطنت کے سارے امور اور عدالت کی ساری
کارروائیاں یونانی یا فارسی زبان میں ہوتی تھیں۔ مگر اب عربی نے ان کی جگہ لی۔
اس سے فائدہ یہ ہوا کہ عربی جواب تک نقطہ دینی و ملکی زبان تھی و بارسی اور علمی زبان
ہو گئی۔ عبد الملک ہی کی تحریک سے حجاج نے عربی الفاظ پر اعراب لگانے کا سلسلہ جاری
کیا جس سے عربی زبان کا مطالعہ غیر ممالک کے باشندوں کے لیے آسان ہو گیا۔
اسی کی حکومت میں موٹے نے سارے شمالی افریقہ کو فتح کیا اور خلیفہ کے نام کا
سکہ بحر اوقیانوس تک رائج کیا۔ ابوالفرج لکھتا ہے کہ یہ بڑا محتاط اور حازم۔ عقل

اور دانشمند تھا۔ علوم کا اول درجہ کا شائق تھا اور علما و فضلا کی کمال تعظیم کرتا تھا اسکی وفات کے بعد اس کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔

ولید بن عبد الملک - بعض مورخین کے خیال میں یہ اموی خلفاء میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اس نے شام سے سترہ لاکھ عسکر حکمرانی کی۔ دمیتری کے قول کے مطابق عربی زبان ولید کے عہد میں درباری زبان ہوئی یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ جو جاہ و جلال - شان و شوکت اور عظمت و شہرت ہم اسکے ایام میں دیکھتے ہیں انکا بیج اسکے والد عبد الملک نے بویا تھا۔ اور جو کچھ زور و استحکام سلطنت میں تھا وہ بھی باپ کی فحیاجیونکی بدولت تھا۔ اسے عمارتوں کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ لاکھوں روپیہ کی لاگت سے مسجد اقصیٰ اور جامع مسجد شوق کو تیار کروایا جو آج تک موجود ہیں۔ امراء اور اراکین دولت کو بھی اسکی دیکھا دیکھی بڑے بڑے عالی شان محلوں کے بنوانے کا شوق ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں سارا شہر رفیع الشان قصروں اور حلیوں سے بھر گیا۔ سعودی اپنی کتاب "مروج الذهب" میں لکھتا ہے کہ یہ صحت کے ساتھ عربی نہیں بول سکتا تھا۔ چونکہ اسکے عہد میں اسلامی اقالیم میں چاروں طرف امن تھا۔ لہذا اسے آس پاس کے ممالک کو فتح کرنے کا موقع ملا۔ اسکی فتوحات کثیرہ کے سبب سے اسلامیوں کی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی۔ مشرق میں خلیفہ کی فوجوں نے ماوراء النہر پر چڑھائی کی اور سمرقند و بخارا کو سر کر کے چین کی دیوار تک جا پہنچیں۔ ادھر مسلمہ بن عبد الملک نے بلاد روم میں بڑی بڑی معرکہ آرائیاں کیں اور دار الخلافہ کو مال غنیمت سے بھر کر دیا۔ اسی مسلمہ کی مرع میں کیت نے ذیل کے اشعار کہے ہیں۔ ۵

فَمَا غَابَ عَنْ حِلْمٍ وَلَا نَهْدٍ لَنَا	وَلَا اسْتَعَذَّبَ الْعَوْدَ اَيُّو مَا ظَاهَرَا
--	--

وہ شخص حلم سے کبھی الگ نہیں ہوا اور نہ کبھی کسی فحش کام کو کیا۔ اور نہ بڑی بات کو اچھا سمجھ کر زبان پر لایا۔

يَذُودُهُ عَلَى خَيْرِ الْخَلَائِلِ وَيَتَّقِي	اَتَصَرَّهَ مَا مِنْ شَيْمَةٍ وَانْقَالَهَا
--	---

وہ ہمیشہ چھی خصلتوں پر قائم رہتا ہے اور اس عمدہ عادت کے جالتے رہنے

اور اسکے منتقل ہونے سے ڈرتا ہے۔

وَقَفَّضُ اِيْمَانِ الرِّجَالِ شِمَالَهُ اَلْكَمَافَضْلَتِ يُمْنِي يَدِيْهِ شِمَالَهَا

اسکا بائیں ہاتھ لوگوں کے دہنے ہاتھوں پر فضیلت رکھتا ہے جس طرح اسکا دہنا ہاتھ اسکے بائیں ہاتھ پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۵

اَقَانْتُ التَّدْرِیَ فِیْمَا یُؤْبِکُ وَالسَّدٰی اِذَا الْحُوْدُ عَدَّتْ عُقْبَةَ الْقَدْرِ مَا لَهَا

جب جہان نازک اندام عورت ہنڈیا کی کھر جن کو بیش قیمت سمجھ لینے قحط ہو تو لو ان سختیوں میں جو تجھ پر نازل ہوں عین سخاوت و احسان ہے۔

ولید ہی کے عہد میں محمد بن القاسم الثقفی نے عربی فوج کو لے کر ہند میں قدم رکھا اور اسلامیوں کو فتح ہند کا راستہ دکھایا۔ اسکے عہد کا سب سے مشہور واقعہ فتح اندلس ہے۔ ۱۰۰ عین موسیٰ بن نصیر نے افریقہ کے شمال میں قوم ہبربر کو پورے طور پر حلقہ بگوش کر لیا۔ اسکے دو برس بعد ۱۰۰ عین موسیٰ کے آزاد کردہ غلام طارق نے آبنائے جبل طاق کو عبور کر کے اندلس میں قدم رکھا اور لذریق ملک قوط کو شکست دیکر ایسی زبردست سلطنت کی بنیاد رکھی جو قریب سات سو برس تک قائم رہی۔

سمندر پار ہونے کے بعد طارق نے کوہ کلیہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی وقت سے اس پہاڑ کا نام بدل گیا اور آج تک جبل طاق کے نام سے مشہور ہے۔ جب موسیٰ بن نصیر کو طارق کی فتوحات کی خبر ملی تو وہ اور فوج کو لے کر اندلس میں داخل ہوا اور سارے ملک پر رفتہ رفتہ تسلط ہو گیا۔ خاندان امیہ کے استیصال کے بعد اسی ملک میں اس خاندان کے باقی ماندہ اشخاص کو پناہ ملی اور عبدالرحمن اموی کو اندلس میں اموی خلافت کو قائم کرنے کا موقع ملا۔ اس زمانہ کے علوم و فنون میں بھی بڑی ترقی دکھائی دیتی ہے۔ مدرسے اس کثرت سے تھے کہ عوام آسانی سے اپنے بچوں کو تعلیم دلا سکتے تھے۔ شعر اور کی تو ہر طرح سے چاندی تھی۔ امن و امان کے قائم ہونے سے دولت و ثروت کی کچھ انتہا نہ رہی۔ حاکم مقتدر اور دانشمند تھے اور رعایا خوشحال اور قابلمند۔ ضعف اور مساکن کے واسطے بھی خاطر خواہ انتظام تھا

اور بیماروں کے لیے شفا خانے تعمیر کروائے گئے تھے۔ ولید کو شعر و سخن کا بڑا شوق تھا مگر عربی پر عبور نہ ہونے کے سبب سے مجبور تھا۔ تاہم علماء اور شعرا کی بڑی قدر کرتا اور انہیں اپنی عطا و بخشش سے خوش رکھتا تھا۔ یہ سلسلہ عہد میں جان بحق ہوا۔ اس کی وفات پر اس وقت کے شعرا نے کئی مرثیے کہے ہیں۔ ذیل میں جبریکامرثیہ نقل کیا جاتا ہے۔

فَمَا لِدَمْعِكَ بَعْدَ الْيَوْمِ مُدَّحَّرُ
خَيْرَاءُ مَلْحُودَةٍ فِي جَوَاهِرِ زَوَرٍ
مِثْلَ النَّجْمِ هَوَى مِنْ بَيْنِهَا الْقَمَرُ
عَبْدُ الْعَزِيزِ لَا رَوْحَ وَلَا عَمْرُ
أَغْلَوْا حَاطَةً لَوْ يَنْفَعُ الْحَطَرُ
لَمَّا أَتَاهُ يَدِيرُ الْقَسْطُ الْحَبْرُ

يَا عَيْنُ جُودِي بِدَمْعٍ هَاجَهُ الذِّكْرُ
أَنْتَ الْخَلِيفَةُ قَدْ دَارَى شَمَائِلُهُ
أَمْسَى بَنُوهُ وَقَدْ جَلَّتْ مُصِيبُهُ
كَأَنَّهُ شُهُودٌ أَلْفٌ يَدْفَعُ مَنِيَّتَهُ
وَنَاحِلُ الدُّرِّ أَرَادَ الدَّهْرُ فَنَدَبَتُهُ
قَدْ كَشَفَتْنِي دَوْعَةُ الْعَبَاسِ مِنْ فَنَعِ

ولید کے انتقال کے بعد گوفاندان امیہ ۳۶ برس تک اور حکمران رہا۔ تاہم سہن شک نہیں کہ اہل تشیعہ۔ خارجیوں اور عباسیوں کی سازشوں اور بغاوتوں کے سبب یوما فیوما ان کا زور گھٹتا گیا اور انجام کار سلطنت انکے ہاتھ سے جاتی رہی۔ ولید کے بعد اسکا بھائی سلیمان خلیفہ ہوا۔ اسکے اخلاق و خصال نہایت پسندیدہ تھے۔ مظلوموں کی داد رسی اور غربا و مساکین کی امداد میں بہت وقت صرف کرتا تھا۔ خودداری اور غیرتمندی میں بھی گورے سبقت لے گیا تھا۔ اسے اپنے خویش و اقارب سے بڑی محبت تھی۔ اس نے سترائے ع سے سترائے ع تک حکمرانی کی۔ اسکے عہد میں امن رہا عیش و عشرت اور راحت و آسائش کا یہ حال تھا کہ لوگوں کی زبان پر سوا ازنان نازک اندام اور نعمتہا سے گونا گوں کے اور کسی بات کا چرچا نہ تھا۔ اس نے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور اپنے بھائی مسلمہ کو فوج لے کر قسطنطنیہ روانہ کیا تاکہ اُسپر حملہ کر کے اُسے فتح کرے۔ مسلمہ نے قسطنطنیہ کے ارد گرد مقاموں کو فتح کر کے شہر کا محاصرہ شروع کر دیا کہ اتنے میں اسے سلیمان کی وفات کی خبر ملی اور مجبور ہو کر دمشق کو لوٹنا پڑا۔ سلیمان کے بعد عمر بن عبدالعزیز

وقت پر بیٹھا اور ۱۷۷۷ء سے ۱۷۸۲ء تک حکمرانی کی۔ یہ شخص بڑا متقی اور عقیف زراہ و ناسک تھا۔ الفخری لکھتا ہے کہ یہ شب دروز تلاوت قرآن اور عبادت الہی میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے دربار میں شعراء اور بلغاء کے بدلے دین کے علماء کا جگہ رکھتا رہتا اور قرآن و احادیث کا ذکر ہوتا تھا۔ اس نے خلیفہ ہونے ہی حکام کے لیے یہ حکم نافذ کیا کہ اگر وہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش نہ آئیں گے تو مغرول کر دیے جائیں گے۔ اس نے حضرت علی رض کے نام پر لعنت بھیجنے کے مکروہ دستور کو بالکل بند کر دیا کیونکہ معاویہ کے وقت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ مجاہد کے روز خطبہ پڑھتے وقت حضرت علی رض اور انہی اولاد کے نام پر لعنت بھیجتے تھے۔ استمالت و دلجوئی کی یہ پیر اگر پہلے سے کام میں لائی جاتی تو شاید عباسیوں کو اولاد علی کے ساتھ ملکر سلطنت کے خلاف سازش کرنے کا موقع نہ ملتا۔ اس خلیفہ کی اس مہم نہی کا اتنا اثر تو ضرور ہوا کہ جب خالد بن اُمیہ کے زوال کے بعد اموی خلفاء کی قبروں اور لاشوں کی بے چرتی کی گئی اس وقت عمر بن عبدالعزیز کی قبر کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا بلکہ تعظیماً اُس پر بھول وغیرہ برسا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں عمر کی قبر کی زیارت ہوتی تھی عمر نے محصول و خراج میں بھی تخفیف کی اور رفاہ عام کے لیے اور بہت سے کام کیے یہ نہایت سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتا۔ اور اپنے روزمرہ کے خرچ کے لیے دو درہم سے زیادہ نہیں لیتا تھا۔ عباسیوں نے اسے دین میں منہک اور دنیا سے غافل پاکر اپنی خفیہ کارروائیاں شروع کیں اور اپنی مطلب براری کے لیے خارجیوں اور شیعوں کو اپنے ساتھ گانٹھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی ریاضت و عبادت سلطنت کے لیے مضر ہوئی۔ رعایا کی حمایت۔ ملک کی حفاظت اور سلطنت کا انتظام بادشاہ اور اسکے مشیروں کے ذمہ ہے اگر وہ ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتے تو تاج و تخت کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا انہیں کوئی استحقاق نہیں۔ تخت کو مصلے اور دربار کو گوشہ مسجد بنالینا عقل مند ہی نہیں۔ عبادت کرنی تو بادشاہ اور اسکے امراء کو بھی واجب ہے لیکن اتنا یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا نے خلق کی حفاظت و حمایت

ان کے سپرد کی ہے۔ اور اس فرض کو نظر انداز کرنا گناہ ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی غلطی تھی۔ یہ اس بات کو بھول گیا کہ فتنہ و فساد کو فرو کرنا اور خلقِ امد کو خونی زری سے بچانا میرا کام ہے۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ باغیوں کے جتنے زور پکڑنے اور رعایا پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ جب اسکے رشتہ داروں نے اسکی طرف سے یہ دھیل ڈھال دیکھی تو اسے زہر دے کر مار دیا۔ کیونکہ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اسکی عبادت و دینداری کا یہ انجام نہ ہو کہ خلافت ہمارے خاندان سے جاتی رہے اسکے رُہ و تقویٰ کا کچھ اندازہ اسکے ان آئین شعرون سے ہو سکتا ہے۔

وَلَيْكَ نَوْرٌ وَالرَّدَىٰ لَكَ لَا زَمَ كَمَا عَمَّ بِاللَّدَاتِ فِي التَّوَمِ حَالِمْ كَذَلِكَ فِي الدُّنْيَا لَعَيْشُ الْبِهَائِمِ	تَهْمَا لَكَ يَا مَغْرَمٌ سَهْوٌ وَغَفْلَةٌ يَعْمُرُ لَكَ مَا يَفْنَىٰ وَتَفْرَحُ يَا لَمُنَىٰ وَتُسْغَلُكَ فِيهَا سَوْتٌ تَكْرَهُ عَتَبَهُ
--	---

عمر بن عبد العزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک جو یزید ثانی کہلاتا ہے خلیفہ ہوا اس نے ۴۲ عمر سے ۴۷ عمر تک حکمرانی کی۔ یہ شخص دیکھنے میں بڑا خوبصورت تھا۔ اسی کے ایام میں یزید بن مہلب نے بغاوت کی اور کشور اسلامی میں تہلکہ مچا دیا مگر آخر میں یزید کے بھائی مسلمہ نے اسے شکست دی اور اس کے ساتھیوں کو ہرا گندہ کیا جب یزید چار برس کی خلافت کے بعد انتقال کر گیا تو اسکا بھائی مہشام اسکی جگہ خلیفہ منتخب ہوا۔ یہ بڑا بیدار مغز۔ روشن ضمیر۔ ذکی اور مدبر تھا۔ سیاست مڈن میں غایت درجہ کی دور بینی اور عاقبت اندیشی سے کام لیتا تھا۔ معاویہ اور عبد الملک کی طرح تہذیب و تمدن میں بدظلمی رکھتا تھا۔ یہ بلا ریب دنیا کے سب سے بڑے مدبروں کا ہم پلہ جو۔ اسی کے عہد میں اسلامی فوج ترکستان میں داخل ہوئی اور وہاں ترکوں کے بادشاہ ابن خاندان کو ایک معرکہ میں شکست دیکر سارے ملک پر قبضہ کر لیا اور بے انتہا مال غنیمت لیکر دمشق کو روانہ کیا۔ اس وقت سے ترکستان کی علداری میں شامل کیا گیا۔ اسی کے زمانہ میں یزید بن زین العابدین نے سر اٹھایا اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ ہر طرف شیعہ اسکی مدد کو کھڑے ہو گئے۔ اور سارے ملک میں کھلبلی ڈال دی۔

یوسف بن عمر الشافعی نے شاہی فوج لے کر اُس پر حملہ کیا۔ جانین کے لوگ دل توڑ
 توڑ کر لڑے اور بڑی سخت خیزی ہوئی۔ آخر زید کی پیشانی پر ایک تیر لیا لگا کر وہ
 جاکر کھا کر نیچے گرا۔ اُسکے پیروں و جھٹ اُسے اٹھا کر میدان جنگ سے باہر لے گئے۔
 وہاں جا کر وہ مر گیا اور اُسی جگہ دفن کیا گیا۔ دوسرے دن جب شیعہ بھاگ گئے تو
 یوسف نے زید کی لاش قبر میں سے نکلوائی اور اُس کو سولی پر لٹکا دیا۔ ایسے ایسے
 ہنگاموں اور شور و شون سے خلافت دن بہ دن کمزور ہوتی گئی اور مخالفوں کا حوصلہ
 بڑھتا گیا۔ ہشام نے ۳۳۷ھ سے ۳۳۸ھ تک ملک اپنی تدبیر و اقتدار سے دشمنوں
 کے پنجہ سے بچایا۔ اُسکی آنکھ بند ہونا تھا کہ زوال و ہلاکت نے اپنا کام شروع کر دیا
 اور سات برس کے اندر ہی اندر عباسیوں نے عنان حکومت خاندانِ اُمیہ سے
 چھین لی۔ ہشام نیک اور حلیم تھا۔ یہ اکثر اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیتا
 تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ بخیل بھی اول درجہ کا تھا۔ پر اگر غور کیا جائے تو فہمِ حقیقت
 یہ بخیل نہیں تھا۔ احتیاط اس میں اس قدر تھی کہ فضول خرچی سے گریز کرتا اور
 سوچ سمجھ کر خرچ کرتا تھا۔ چونکہ نے فائدہ شعراء وغیرہ کو انعام و اکرام نہیں دیتا
 تھا اور وہ فضول کی بخشش و عطا سے محروم رہتے تھے اس سبب سے اسکو
 بخیل کے نام سے مشہور کر دیا۔

ہشام کی رحلت کے بعد ولید ثانی تختِ خلافت پر بیٹھا اور ۳۳۸ھ سے ۳۴۰ھ
 تک فرمانروائی کی۔ یہ شخص بنی اُمیہ میں ادب و فصاحت - زبان دانی و بلاغت -
 بازی و ظرافت کے اعتبار سے کامل تھا۔ اور عربی زبان کے دقائق و پیچیدگیوں سے
 خوب واقف تھا۔ سخی و فضول خرچ ایسا تھا کہ اپنی ایک سال کی خلافت میں
 شاہی خزانہ کی ساری دولت کو خاک کی مانند بیچ سمجھ کر اڑا دیا۔ عیش و عشرت کا
 ایسا دھنی تھا کہ اپنے ندیموں کے ساتھ شب و روز بہ خوارِی میں دیوانہ رہتا اور پرستار
 حور و ش کے ساتھ لہو و لعب کے مزے اڑاتا تھا۔ محل و دربار کی یہ کیفیت تھی کہ رات
 دن رات شاعر اور مطرب اپنی غزلوں اور خوش الحانیوں سے دربار کو نگوں لٹا

دیتے تھے۔ خلیفہ اور اس کے امراء و جلاسا ایسی بھیجائی کے ساتھ ناپنے اور گانے والیوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول اور مباشرت کرتے تھے جس سے اہل دین کی آنکھیں نیچی ہوتی تھیں۔ آخر رعایا اسکی اوباشیوں سے دق اگر اس کے خلاف سازش کرنے لگی۔ انجام یہ ہوا کہ ولید ثانی قتل کیا گیا اور اسکا سر اُسی کے محل پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے قتل کے بعد ملک میں بڑی بر نظمی پھیلی اور بنی اُمیہ کے اعداؤ کی چڑھ بنی۔ ہر طرف باغیوں نے سر اٹھایا اور شاہی فوج کاناک میں دم کر دیا۔ لوگوں نے ولید کے بیٹے یزید ثالث کو خلیفہ بنایا۔ یہ شخص بڑا محمود سیرت۔ عابد و پرہیزگار تھا۔ اگر یہ زندہ رہتا تو شاید اپنی پاکبازی سے رعایا کو خوش کرتا اور ولید کی ساری بد اعمالیوں کو لوگوں کے دل سے بھلا دیتا اور اہل سنت کو خاندان اُمیہ کا حامی بنا لیتا۔ مگر اہل ناگہانی نے سارا کھیل خراب کر دیا۔ یزید ثالث چند ماہ کی خلافت کے بعد ۷۴۴ء میں قضا کر گیا اور اسکی جگہ اسکا بھائی ابراہیم بن ولید خلیفہ ہوا یہ ۷۴۴ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے کوئی ڈھائی مہینے چین سے سلطنت کی کہ اتنے میں مروان بن محمد نے جمعیت کثیر لے کر اس پر حملہ کیا۔ شاہی سپاہ نے چین وقت پر یوفانی کی اور دشمن سے جاملی۔ آخر مروان غالب آیا اور ابراہیم کو تاج و تخت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ فوج نے مروان کو خلیفہ بنایا اور کچھ دنوں تک اس کا ساتھ دیا۔ اتنے میں ابوالعباس جو عبدالمطلب کے تیسرے بیٹے عباس کی اولاد میں سے تھا باغیوں کا سرغنہ بنا اور خراسان میں خلافت کا دعوے کیا۔ اس نے فریب اپنے ساتھ شیعہ اور خارجیوں کو گانٹھا اور شیعہ کو یہ چمکہ دیا کہ میں دراصل اولاد علی رضی کے حق کے واسطے لڑ رہا ہوں۔ خراسان میں دولاکہ آدمی تلوار لے کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ ابوالعباس نے ابو مسلم کو اپنا سپاہ سالار بنایا۔ یہ بڑا جری اور بہادر تھا۔ اس نے خراسان میں اُموی فوج کو شکست دی اور مروان پر قبضہ کر لیا وہاں سے عباسیوں کے سپاہ علم کو لیے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر مروان نے بھی جنگ کے واسطے ایک لشکر چار طیار کیا اور اس کے مقابلے کو نکلا

موصل کے قریب دریائے زاب کے کنارے شیعہ کے ماہ جنوری میں دونوں فوجوں کی ٹھہر بٹھیر ہوئی۔ بنی اُمیہ کو اکٹھے چار دشمنوں سے لڑنا تھا۔ شیعہ۔ خارجی۔ موالی اور اہل سنت سب کے سب ان کے مخالف تھے اس پر غضب یہ ہو گیا کہ میدان کارزار میں عین معرکہ کے وقت فوج کا ایک بڑا حصہ غنیمت سے جا ملا۔ اُموی سپاہ ٹوٹ ٹوٹ کر غنیمت پر پڑی لیکن انہی ساری شجاعت بے سود بٹھیری۔ مروان کی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی اور خلافت بنی اُمیہ کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ابومسلم ظفر مند ہوا اور دمشق کی فصیل پر عباسیوں کا سپاہ علم لہرانے لگا۔ تخت پر قبضہ کرتے ہی ابوالعباس اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوا۔ شیعہ کو یہ گمان تھا کہ اولاد علی رضہ میں سے کوئی خلیفہ منتخب ہوگا۔ پر جب ابوالعباس نے بنی اُمیہ۔ اولاد علی رضہ۔ شیعہ اور خارجیوں سمیت ہر یک کیان طور پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا تو آخر الامر معلوم ہوا کہ پہلے سلعے وعدے سلطنت حاصل کرنے کے دھوکے سلعے تھے۔ ابوالعباس نے بڑی بے رحمی سے بنی اُمیہ اور اپنے پہلے مددگاروں کو چن چن کر قتل کیا ابومسلم کو بھی قتل کا صلہ ملا۔ ابوالعباس اپنی بے انتہا خونریزی کے سبب سے الشفّاح یعنی خونریز کہلاتا ہے۔ اس وقت سے خاندان عباسیہ کی خلافت شروع ہوئی۔ اور قریب پانچ سو برسوں تک قائم رہی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ ابوالعباس ایسا بے درد اور سنگدل تھا کہ جب جلاؤں کے دشمنوں کا سر لاکر آتے دیتے تو وہ انہیں اپنے دسترخوان کے نیچے برابر تظار سے رکھتا اور اُسی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ ایک دفعہ اُس کے دسترخوان کے نیچے ستر آدمیوں کے سر تھے۔ بنی اُمیہ پر کئی مہینے کہے گئے ہیں۔ انہیں سے دو بیان نقل کیے جاتے ہیں۔ ایک شاعر ابوسعید نے ذیل کے اشعار ان پر کہے ہیں۔

نَبِئْتُ وَمَا ذَا سِرُّ ذَا الْبُكَاءِ لِقَتْلِي كَذَا	وَقَتْلَ الْبُكَاءِ لِقَتْلِي كَذَا
أَصِيبُوا مَعًا فَتَوَلَّوْا مَعًا	كَذَلِكَ كَانُوا مَعًا فِي رَجَا
بَكَتْ لَهُمُ الْأَرْضُ مِنْ بَعْدِهِمْ	وَنَاحَتْ عَلَيْهِمْ نَجْمُ السَّمَاءِ
وَكَانُوا ضَيَّائِي فَلَمَّا أَلْقَضَى	رَمَانِي بِقَوِّى تَوَلَّى الضَّيَّاءِ

ایک اور شاعر کعب بن لؤی نے اس طرح ان پر ماتمہ و نوحہ کیا ہے۔

<p>أَفَاضَ الْمَدَامَعَ قَتَلَى كَمَا وَقَتَلَى يَوْجَ وَ يَا لَلْبَتَيْنِ وَالْزَابِيَيْنِ نَفْسُ تَوَكَّتْ أُولَئِكَ قَوْمٌ أَنَا خَشِيَهُمْ إِذَا رَكِبُوا زَنَبُوا السَّارِكِينَ هُمْ أَضْرَعُونِي لِرَبِّ الزَّمَانِ فَمَا أَنْسَى لَا أَنْسَى قَتَلَهُمْ</p>	<p>وَقَتَلَى بِكَثْرَةٍ لَمْ تُرْمَسْ بِيَتْرَبْ هُمْ خَيْرٌ مَا أَنْفُسُ وَأُخْرَى بِنَهْمِ أَبِي قَطْرِ لَوَائِبُ مِنْ رَمَنٍ مُتَعَسِّ وَأَن جَلَسُوا زِينَةُ الْمَجْلِسِ وَهُمْ الصَّقَا السَّرْعَمُ بِالْمُعْطَسِ وَلَا عَاشَ بَعْدَهُمْ مَنْ نَسَى</p>
<p>نبی امیہ کے ایک آدمی کا بڑا جانکاہ فتنہ حماسہ میں ہے۔ اس آدمی کو گرفتار کر کے سفاح کے سامنے لائے۔ سفاح نے قتل کا حکم دیا۔ اسکی بیوی بھی وہاں اس کے بچے کو لیے موجود تھی۔ آدمی بڑا مالدار تھا۔ اس نے اپنے قتل کا فتوے سننے ہی اپنا مال اپنے دوستوں اور حاضرین کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ بیوی یہ دیکھ کر چلانے لگی۔ تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ یہ سب مال اُسے کیوں نہیں دیتا؟ وہ شخص اپنے تخت جگر کی طرف دیکھ کر آنسو بھرا لایا اور آہ سرد کیسے بچکر نہایت حسرتناک آواز سے ذیل کے شعر پڑھنے لگا۔</p>	<p>بنی امیہ کے ایک آدمی کا بڑا جانکاہ فتنہ حماسہ میں ہے۔ اس آدمی کو گرفتار کر کے سفاح کے سامنے لائے۔ سفاح نے قتل کا حکم دیا۔ اسکی بیوی بھی وہاں اس کے بچے کو لیے موجود تھی۔ آدمی بڑا مالدار تھا۔ اس نے اپنے قتل کا فتوے سننے ہی اپنا مال اپنے دوستوں اور حاضرین کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ بیوی یہ دیکھ کر چلانے لگی۔ تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ یہ سب مال اُسے کیوں نہیں دیتا؟ وہ شخص اپنے تخت جگر کی طرف دیکھ کر آنسو بھرا لایا اور آہ سرد کیسے بچکر نہایت حسرتناک آواز سے ذیل کے شعر پڑھنے لگا۔</p>
<p>بَا نَت تَّلَوْمُ وَنَلْكَأَنِي عَلَى الْخَلْقِ</p>	<p>عَوْدْتُ عَادَةً وَالْجُودُ تَقْوِيدُ</p>
<p>میری بیوی نے رات گزار لی ایسے حال میں کہ وہ مجھے میری نیک عادت پر جبکا میں غور تھا ملامت کرتی تھی۔ اور خشمش ایک عادت ہے۔</p>	<p>میری بیوی نے رات گزار لی ایسے حال میں کہ وہ مجھے میری نیک عادت پر جبکا میں غور تھا ملامت کرتی تھی۔ اور خشمش ایک عادت ہے۔</p>
<p>قَالَتْ أَرَأَيْكَ بِمَا أَلْفَقْتَ دَاسِرِنَا</p>	<p>فِيمَا قَوْلَتْ فَهَلَّا فِيكَ تَصَرُّيدُ</p>
<p>وہ بولی کہ میں تجھے خرچ کرنے میں مضرب دیکھتی ہوں۔ سو تجھ میں کم خرچ کرنے کی عادت کیوں نہ ہوئی۔</p>	<p>وہ بولی کہ میں تجھے خرچ کرنے میں مضرب دیکھتی ہوں۔ سو تجھ میں کم خرچ کرنے کی عادت کیوں نہ ہوئی۔</p>
<p>قُلْتُ أَرَأَيْكَ بِنِي أَبْعَ مَالِي بِمَكْرُمَةٍ</p>	<p>بِقَتْلِي ثَنَانِي بِمَا مَا أَوْرَقَ الْعُودُ</p>
<p>میں نے اُس سے کہا کہ تو مجھے جموڑے کہ میں اپنا مال ایسے عمدہ کام کی عوض بیچوں جسکی تعریف جب تک شاخ پر پتے لگیں ہوتی رہے یعنی ہمیشہ۔</p>	<p>میں نے اُس سے کہا کہ تو مجھے جموڑے کہ میں اپنا مال ایسے عمدہ کام کی عوض بیچوں جسکی تعریف جب تک شاخ پر پتے لگیں ہوتی رہے یعنی ہمیشہ۔</p>

إِنَّا إِذَا مَا آتَيْنَا أَهْمًا مَكْرُمَةً | قَالَتْ لَنَا أَنْفُسُ حَرَبِيَّةٌ عُدُوًّا

جب ہم کوئی عمدہ کام کرتے ہیں تو ہم سے ہماری طبیعتیں جو حرب بن امیہ کی طرف منسوب ہیں اور اسکی مانند سخی ہیں یہ کہتی ہیں کہ ایسا عمدہ کام بار بار کرو۔ یعنی جو دشمن ہمارے سرشت میں ہے۔

باب - اموی شعراء

اس زمانہ کے اشعار کی خصوصیت

اسلامی فتوحات کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ دار الخلافہ خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد مدینہ نہیں بلکہ دمشق قرار پایا یہ عجیب شہر دنیا کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے اسلام سے پہلے یونانیوں اور رومیوں کے عہد میں اسے بڑی رونق و فروغ حاصل تھا اس کے گرد و نواح کی زمین چشموں اور ندیوں سے سیراب اور بہرہ ور اور گولون سے شاداب تھی۔ دمان کی چراگاہوں اور مرغزاروں میں ہر وقت سبز و لہکتا اور پھولوں کے درختوں پر گلہاے رنگارنگ لہلہاتے تھے۔ انواع و اقسام کے میوے یہاں بکثرت پیدا ہوتے اور مدد دور ملکوں کو روانہ کیے جاتے تھے۔ باشندے یہاں کے صبیح و وجہہ - مہذب و شایستہ تھے۔ عورتیں یہاں کی حور العین - دراز قامت خوش گلو۔ اور نازک اندام تھیں۔ تمول و توانگری نے عیش و عشرت کے سارے سامان ان کے واسطے مہیا کر دیے تھے۔ یہ نازنینان مہیا رہ جنہیں دیکھ کر عاشقوں کے کلیجے پارہ پارہ ہو جاتے تھے گویا دولت کی گود میں ملی تھیں اور صغریٰ میں راحت و آسائش کا دودھ پیا تھا۔ لکنا بناؤ سنگار ایسے غضب کا تھا کہ قلم دریدہ زبان اس کے پورے بیان سے عاجز ہے۔ ان کی پوشاک عطر لائے گوناگون مین بلبی رہتی اور ان کے جگر گیسو سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ جب اسلامیوں نے ملک شام کو فتح کیا تو ان پریر دیان غزال چشم کو بمنزلہ حوران بہشتی سمجھا کر ان کے جلوے نگاہ اور حسن و لفریب کے اسیر ہو گئے۔ ان عورتوں میں ایک وصف یہ بھی تھا کہ انہیں

اکثر فن موسیقی میں ماہر تھیں۔ لہذا انہیں اپنے فاتحون کی مخلوق میں مردوں کے سامنے گانا بجانا پڑتا تھا۔ انکی دیکھا دیکھی اسلامیوں کو بھی موسیقی کا شوق ہوا۔ چنانچہ انکی فتوحات کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ گو موسیقی شرعاً ممنوع ہے۔ تاہم اسلامیوں میں اس کے بڑے بڑے اُستاد پیدا ہو گئے۔ اسلامی عورتوں کو بھی اس کے شوق نے گدگدایا اور ان میں ایک ایسی جماعت کھڑی ہو گئی جنہوں نے نغمہ سرائی و نواسنجی کو اپنا خاص پیشہ بنا لیا۔ یہ طرح طرح کی غزلین گا کر بہت کچھ کمالیتی اور اپنے ناز و انداز اور غنچ و دلال سے لوگوں کے دل بھاتی تھیں۔ اُستاد بھی اس زمانہ میں ایسے نامی ہوئے جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ چنانچہ معبد اور غریب۔ ابن سراج اور طویس اور ابن عائشہ کے ناموں سے کون واقف نہیں؟ اس کی صد باغزلین کتاب الاغانی میں پائی جاتی ہیں۔ اسلامی فتوحات کا تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامیوں کے ہاتھ بے قیاس دولت آئی۔ اور کثرت زر نے انہیں عیاش اور عشرت پسند بنا دیا۔ اور عشرت پسندی نے لوگوں کے اخلاق بگاڑ دیئے شعراء کے ذکر سے پہلے اس دور کے ادب کی خصوصیات کا بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں

اول۔ قصیدہ کی صورت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ اموی شعراء نے اس باب میں متقدمین کی پرپی تقلید کی۔ اور مضمون واداسے مطالب اور طرز کلام میں بھی انہیں کی نقل کی۔ ان کے کلام میں فتوحات اسلامی اور مبارزان اسلام کے کارناموں کی تعریف کم آتی ہے۔ برعکس اسکے قصیدہ تشبیب سے شروع ہوتا ہے اور دیار یار کے باقیانہ آثار پر شاعر کھڑا ہو کر صبح عشرت و شام وصال کو یاد کر کے روتا ہے اور برابر اُس کے اسکی ناقہ لاغر و کاہیدہ ہے جسکی خوبیوں کا شاعر نہایت بلاغت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ کبھی کبھی قصیدہ میں ایسا رنگ بھی بھرتے تھے جس سے اُس زمانہ کے واقعات کا کچھ پتا لگتا تھا۔

دوم۔ اس دور کی نظموں میں اسلام و جاہلیت کی ملی جلی تصویر یہیں دکھائی دیتی ہے۔ اور زیادہ تر تو ان باتوں کا ذکر ملتا ہے جو شرعاً حرام ہیں۔ یہی ایک بڑی

وجہ یہ تھی جس سے مدین اسلامی بنی امیہ کو ہمیشہ بُرا کہتے تھے۔

سوم۔ زمانہ جاہلیت میں اکثر کسی فرضی معشوقہ کا ذکر ہوتا تھا۔ شاعر نے خواہ تعشق کے امرے چکے ہوں یا نہیں۔ درودِ ہجر کا بیان اور وصال کی ناامیدی بڑے پرورد لفظوں میں بیان کرتا تھا۔ برعکس اس کے اس دور میں شعراً اپنی حقیقی محبوبہ کی مدح کرتا اور اپنے جوشِ عشق صاف اور سلیس لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ کثرتِ زرنے انہیں بھی عشق کے سارے رموز سکھا دیئے۔

چہارم۔ یہ سنکرتِ تعجب ہوگا کہ اس دور کے کلام کی ایک بہت بڑی خصوصیت مہاجا ہے۔ یوں تو متقدمین کے کلام میں بھی اکثر ہجو بائی جاتی ہے۔ مگر جس قدر اس دور کے شعرا ہجو گوئی میں طاق و مشاق تھے ایسے اور کسی دور میں نہیں ہوئے۔ مہاجا کی جو کچھ قابلیت زبانِ عربی میں ہے اُسے یہ پورے طور پر کلام میں لائے۔ بعض اوقات اپنے حریف کی ہجو میں ایسے غلیظ اور فحش الفاظ انہوں نے استعمال کیے ہیں کہ انہیں پڑھتے شرم آتی ہے اور یہ اور بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ اس دور کے جو شعرا سب سے زیادہ نامی ہیں وہ اپنی ہجو گوئی کے سبب سے نامی ہیں۔

پنجم۔ خلفائے راشدین اور بنی امیہ کے عہدوں میں اسلامیوں کی توجہ ملک گیری اور اقلیم ستانی کی طرف رہی اور جب ان سے فارغ ہوئے خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ ان وجوہ سے عربی زبان میں کی طرح کی آمیزش نہ ہونے پائی۔ اور اس پاس کی قوموں کا کچھ اثر ان کی زبان پر نہ پڑا۔ لہذا ہمیں اس دور کے ادب میں کسی بیرونی رنگ کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ جو کچھ ذخیرہ و سپر مایہ ایامِ جاہلیت کا ان کے پاس تھا اسی پر یہ قانع رہے اور کہیں سے کچھ مستعار نہ لیا۔

ششم۔ نثر کی طرف اب تک علماء کی رغبت و توجہ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اسے کم قدر و بیچ سمجھا اس میں تصنیف و تالیف کو عار جانتے تھے۔ لیکن بنی امیہ کے عہد میں لوگوں کے خیالات میں ایک طرح کا انقلاب پیدا ہو گیا۔ اس انقلاب کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید جسے وہ معیار فصاحت و بلاغت جانتے تھے نثر میں نازل ہوا تھا

اسکی متفاد مبیع عبارتوں کے آگے بڑے سے بڑے شاعر کی اعلیٰ سے اعلیٰ نظم بھی مات تھی۔ لہذا اب یہ کوشش ہونے لگی کہ نہیں کتنا بین لکھی جائیں جو عبارت کی رنگینی اور مضمون کی چستی میں کی طرح خداوندان سخن کی نظموں سے کم نہوں۔

ہفتم۔ اسی دور میں لوگوں کو تاریخ کا بھی شوق ہوا۔ اسوقت تک روایتوں سے کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اب ایسے محقق پیدا ہوئے جنہوں نے کلام متقدمین - احادیث اور واقعات کو بڑی چھان بین اور تدقیق کے ساتھ جمع کیا اور انہیں کتابوں میں قلمبند کیا۔ اب ذیل میں ان شعراء کا ذکر ہو گا جو بنی اُمیہ کے عہد میں ہوئے۔ ایک بات یہاں قابل غور اس دور کے اکثر شعراء خاص ملک عرب میں نہیں بلکہ عراق میں پیدا ہوئے اور وہاں ہی تعلیم و تربیت پائی۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ دمشق کے دار الخلافہ ہونے کے باعث عرب کے سربراہان و خاندان اپنے وطن کو چھوڑ کر عراق اور شام میں زمین گیر ہو گئے تھے کیونکہ یہاں یہ اپنی طباعی اور ذہانت - ذکاوت و فطانت کے ذریعہ سے جلد اور بہ آسانی اپنی معاش پیدا کر سکتے تھے۔ شام اور ایران کے زرخیز اور سرسبز شاداب ممالک عرب کے صحراؤں اور بیابانوں سے زیادہ خوشگوار اور دل فریب تھے عیش و طرب - راحت و نشاط کے جو سامان یہاں مہیا ہو سکتے تھے وہ ملک عرب میں بالکل ناممکن تھے۔ علاوہ برین دمشق کے دار الخلافہ ہونے سے عرب سلطنت اسلامی کا محض ایک صوبہ ہو گیا۔ خلیفہ کے دربار میں امراء اور کبراء - شرفاء اور گملائے روز گار کا جگمگا رہنا اور انعام و اکرام کے لالچ سے وہاں خلق کا تانتا بندھا رہنا تھا شعراء کی ایسی جگہ چاندی تھی۔ وہ اپنے قصائد اور مدحیہ اشعار سے بہت کچھ کما سکتے تھے لہذا انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر زرخیز کرنے کی ٹھان لی۔

عمر بن ابی ربیعہ قرشی۔ یہ شخص قبیلہ قریش کا نامی اور اول شاعر ہے۔ اس کا باپ مکہ کا باشندہ اور بڑا امیر سوداگر تھا۔ عمر ۴۰ سالہ عین پیدا ہوا تھا۔ اس وقت اس کا باپ عرب کے ایک صوبہ کا دالی تھا۔ حضرت عثمان کے ایام خلافت میں اسکا باپ مکہ کو لوٹا۔ یہاں عمر نے اپنے اوائل عمر کو اپنے کئی بھولیوں کے ساتھ تحصیل علم میں

گزارا۔ عنفوان شباب میں باپ کے انتقال کے بعد بڑی دولت اسکے ہاتھ لگی۔ پھر کیا تھا؟ اُوھر چڑھتی جوانی کے دن تو تھے ہی اور ناصح و مانع کوئی تھا نہیں۔ لگا دل کھول رنگ رلیاں منانے اور گل کھلانے۔ فطرتاً عقل سلیم اور طبیعت موزون بھی رکھتا تھا۔ چنانچہ ان سارے اسباب نے ملکر اسے عیشی پیشہ اور حُسن پرست بنا دیا۔ جنگ کے نام سے ایسی وحشت تھی کہ شمشیر برہنہ کو دیکھ کر خوف و ہراس اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر آپ حسنین کے ایسے گاہک تھے کہ انکی تیغ ادا اور تیز نگاہ سے بسمل ہو جانا عین زندگی سمجھتے تھے۔ اس شاعر نے کتنا کلام بالاتفاق نہایت شستہ و پاکیزہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اسکے اشعار عشقیہ ایسے ہر دل عزیز اور مقبول عام تھے کہ اقالیم اسلامی کے ہر گوشہ میں جلد مشہور ہو گئے۔ منجملہ اور زمان گل اندام کے اس نے خاندان اُمیہ کی دو شاہزادیوں کے حسن و جمال کی تعریف ایسے مسرت انگیز الفاظ میں کی کہ خلیفہ عمر ثانی انہیں سُنکر نہایت آشفۃ ہوا اور حکم دیا کہ یہ اور اسکا ساتھی اَلْأَوْحُصْ قیدی کی طرح زنجیروں سے جکڑے ہوئے دُشمن کو لائے جائیں۔ اَلْأَوْحُصْ تو جلا وطن کیا گیا اور عمر سے قسم لی گئی کہ پھر مرتے دم تک عشقیہ اشعار نہ کہے۔ اس واقعہ کے چند ماہ کے بعد ۱۹ء عین یہ فوت ہو گیا۔

عبداللہ بن قیس الرقیات۔ یہ شاعر مدینہ کا باشندہ اور عبداللہ بن زُبیر کا بڑا دوست اور مددگار تھا۔ شاعر ہونے کے علاوہ محارب بھی اول درجہ کا تھا۔ جب عبداللہ بن زُبیر کے بمابئی مُصعب کو ۶۹ء میں شکست فاش ہوئی تو خلیفہ عبدالملک کے خوف سے ایک برس تک ادھر اُدھر چھپا رہا۔ اس کے بعد خلیفہ نے اسے معاف تو کر دیا مگر اپنے دربار میں آنے کی اجازت نہ دی۔ ان ہی ایام میں مدینہ کے دوسرے شاعر قیس بن ضرّیح نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا بڑی شہرت حاصل کی۔ قیس کی محبوبہ کُثَیْبَہ بڑی خوبصورت اور نازنین تھی اور قیس اس پر جان دے دیتا تھا۔ اُس نے اس زلیٰ جمیلہ کی تعریف میں ایسی رنگین۔ پُرسوز اور دلآویز

نفس مین کہین کہ لبّنی اور قیس کا عشق لیلیٰ اور مجنون کے عشق کی طرح ضرب المثل ہو گیا۔ جمیل بن عبد اللہ بھی اسی طرح مشہور ہو گیا۔ اس نے اپنی محبوبہ بٹینہ کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے جو ہر خاص و عام کے زبان زد ہو گئے۔ ان عاشقوں کا کلام ایسا پُر اثر و لطیف اور پُر اندیشہ ہے کہ آج تک شام اور مصر کے لوگ شوق کے ساتھ اسے حفظ کرتے اور گاتے ہیں۔ سیاحوں کا بیان ہے کہ راہ چلتے بھی ان قدیم عاشقوں کے اشعار سے ناواقف نہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں مدینہ میں ایک ایرانی مطرب رہتا تھا جس کا نام یونس کاتب تھا۔ یہ سُرّیج اور غریب کا شاگرد تھا اور اپنی خوش لحنی اور شیریں بیانی کی وجہ سے بڑا مغز سبھا جاتا تھا۔ اسے گلے بجانے کے علاوہ تصنیف کا بھی شوق تھا۔ اسی نے سب سے پہلے غزلوں کا ایک ضخیم رسالہ مرتب کیا جس کا ڈھنگ ابو الفرج الاصفہانی کو اپنا پسند آیا کہ اس نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الاغانی اسی کے نمونہ پر لکھی۔ مدنی شعراء اور یونس کاتب کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مدینہ بہت جلد اس بات کو قبول گئے کہ اسلام شعر و سخن اور قص و سرود کا مخالف ہے۔ جب مدینہ النبی کے لوگ اسلام کی اس قید کو گوارا نہ کر سکے تو کیا تعجب ہے کہ اور جگہ کے اسلامی اس سخت قید سے گردکش ہوئے۔ تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی کہین کوئی اسلامی سلطنت قائم ہوئی وہاں شاعری اور نغمہ پر داری نے بھی اپنے جوہر دکھائے۔

دکھتے ہرمی آن بان اور دہوم دنام کے ساتھ دکھائے۔ بنی امیہ کے عہد کے سب سے زیادہ مشہور شاعر تین ہیں۔ اَظْطَلُ - فَرْزَدَق - اور جریر ان کے دیوان آج تک موجود ہیں۔ اور طلباء بڑے اشتیاق سے ان کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ادیبوں کی رائے میں اَظْطَلُ کو سبھوں پر فوقیت حاصل ہے اس کا اصلی نام ابو مالک غیاث بن غوث تھا۔ یہ شخص بنی تغلب میں سے تھا اور ماہِ راء النہر میں پیدا ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنی قوم کے ایک آدمی کی ہجو کی اور کہا "بَا غْلَامُ اَنْتَ لَا اَظْطَلُ اللّٰہَ اَنْ" اس وقت سے اس کا نام اَظْطَلُ پڑ گیا۔ یہ عیسائی تھا اور مرنے دم تک عیسائی رہا۔ عرب کے قبائل اور خلفائے خاندان امیہ اس کی

بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ عبد الملک نے خطل کے بارہ مین و شش مین یہ منادی کر دئی "هَذَا شَاعِرُ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ هَذَا اشْعَرُ الْعَرَبِ" اسکی طلاقت و شیوہ بیا فی ضرب المثل تھی کسی نے حماد الاولیہ سے پوچھا کہ خطل کے کلام کے بارہ مین آپ کی کیا رائے ہے؟ اُس ادیب نے جواب دیا "مَا نَشَأُ لَوْ فِي عَنِّ دَجَلٍ قَدْ حَتَبَ شِعْرُهُ اِلَى النَّصْرَةِ اَيْنَةً" خطل کی فصاحت و بلاغت کے سبب سے مسیحی دین بھی اسکے نزدیک گران قدر اور محبوب ہو گیا تھا۔ ایک دوسرا ادیب ابو عمرو اکثر کہا کرتا تھا "لَوْ اَدْرَاكَ اَلَا خَطْلٌ يَوْمًا وَاحِدًا مِنَ الْعِبَاهِلِيَّةِ مَا قَدْ مَنَّتْ عَلَيْهِ اَحَدًا" فرزوق اور جریر دونوں اپنے ہمعصر خطل کی فوقیت کو تسلیم کرتے تھے۔ اسے میخواری کی ایسی لت پڑی ہوئی تھی کہ خم کے خم کے خم لٹھا دیتا تھا۔ ظاہر دار الیسا تھا کہ حب باہر نکلتا تو ریشمی جیبہ پہنتا اور سونے کی ایک چھوٹی سی صلیب طلائی زنجیر مین باندھ کر گلے مین ڈال لیتا تھا۔ خلیفہ عبد الملک کے دربار مین بنیر خبر دیے یک بیک آ موجود ہوتا اور شراب کے قطرے اسکی داڑھی سے پٹکتے ہوتے۔ دین کی رسوم و فرائض کے ادا کرنے مین یہ بڑا سرگرم تھا۔ اس نے اکثر مردوں اور عورتوں کی ہجو اور بے عزتی ایسے سخت اور زہریلے الفاظ مین کی تھی کہ قیس نے ناراض ہو کر اسے ایک گرجہ مین قید کر دیا۔ اسکے ایک اسلامی دوست نے قیس سے جا کر اس کی رہائی کے لیے بڑی سفارش کی قیس اس اسلامی کی سفارش سے اسکے رہا کرنے پر راضی ہوا اور اگر خطل سے پوچھا "يَا عَدُوَّ اللَّهِ اَتَعُوذُ نَشْتُمُ النَّاسَ وَتَحْجُوهُمْ وَتَقْذِفُ الْمُحْصَنَاتِ؟" خطل نے جواب دیا "لَسْتُ بِعَايِدٍ وَلَا اَفْعَلُ" جب وہ رہا ہو گیا تو راستہ مین اُس کے دوست نے اُس سے کہا۔ اے خطل! خلیفہ اور اسکے اراکین دولت تو تیرا اتنا اکر ام کرتے ہیں اور سارے لوگوں کی نظر مین تو ایسا معزز و محترم ہے پھر تو اس قیس کے ساتھ ایسے خضوع و خشوع سے کیوں پیش آیا۔ خطل نے جواب دیا "اِنَّهُ الدِّينُ اِنَّهُ الدِّينُ"، ہجو و مدح مین اسے کمال مہارت تھی۔ اسکی والدہ لیلیٰ کے انتقال کے بعد اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی تھی۔ یہ اسوقت چھوٹا تھا سو تیلی مان اسے بہت ستاتی اور بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے نبوں اور جنگلوں مین بھیجتی

تھی۔ وہاں یہ بکریوں کا دودھ نکال کر پیتا اور اپنے گوستہ تنہائی میں بیٹھا بیٹھا شعر گوئی کی مشق کیا کرتا تھا۔ اسی مشق کی بدولت اس کا کلام رفتہ رفتہ نہایت خاص و شستہ ہو گیا۔ کعب بن جعیل ثعلبی اس کا حریف تھا اور ان دونوں کی اکثر چٹمک رہتی تھی۔ با این ہمہ ان میں کی طرح کی خاصیت یا عداوت نہ تھی۔ کیونکہ اگر کعب ابن جعیل کو اس سے کچھ حسد ہوتا تو وہ اس کا نام یزید اول کے آگے یہ کہہ کر پیش نہ کرتا کہ اخیل سے بڑھ کر اس وقت عرب میں کوئی دوسرا شاعر نہیں ہے یہ دمشق میں شان و شوکت کے ساتھ رہتا تھا۔ جب کبھی کسی قبیلہ میں کی طرح کا جھگڑا یا فساد ہوتا تو اسے بیچ بن کر اسکے فیصلہ کے بموجب کامروائی کرتے تھے۔ جب دارا الحلافہ سے اس کا جی اکتا جاتا تو یہ کچھ دنوں کے لیے مصر میں چلا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ جب نئی شاہی رچانی چاہتا تو اپنی پہلی بیوی کو کسی نہ کسی بہانہ سے طلاق دیتا تھا۔ یہ جبریا کا جانی دشمن تھا اور اکثر اس کی ہجو نہایت غلیظ و زہریلے لفظوں میں کیا کرتا تھا۔ اس نے عمر رسیدہ ہو کر ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔

فرزدق۔ اس کا اصلی نام ہتھام بن غالب دارمی تھا۔ اسکے بزرگ بنی تمیم کے شرفاء میں سے تھے اور اپنی سخاوت و ہمان نوازی کے سبب سے بڑے مشہور تھے۔ یہ ۶۱۷ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا تھا۔ سریشی کہتا ہے کہ یہ ۵۹ھ عریں پیدا ہوا تھا۔ شاعری سے جلی مناسب تھی اور بچپن ہی سے شعر گوئی کی مشق کرنے لگا حضرت علی نے اسے قرآن پڑھنے کی ترغیب دی۔ انکی صلاح سے اس نے قرآن کو حفظ کرنا شروع کیا۔ اتنے میں باپ انتقال کر گیا۔ باپ کے مرنے کے بعد پھر شاعری کی دھن میں لگ گیا اور کچھ عرصہ کے بعد نہایت اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کر لی۔ یہ بڑا بد صورت اور قبیح النظر تھا۔ ایسوجہ سے اسے فرزدق کہنے لگے۔ ساتھ ہی اسکے نہایت زشت خو اور خبیث الباطن تھا۔ بھوکھنے میں ایسا بیباک تھا کہ پاک دامن و عصیمہ عورت بچی عزت بھی اس سے محفوظ نہ تھی۔ اخیل کے ساتھ تو دوستانہ ارتباط رکھتا تھا اور جبریا کا جانی دشمن تھا۔ اسکی قوت ہجو گوئی کے سبب سے سارے آدمی اس سے کانپتے تھے

اس نے اپنے ابا مثنیٰ بن ابی ہشام کی ایسی ہجو کی کہ خلیفہ نے اسے جلا وطن کر دیا۔ یہ ہجاگے مدینہ میں آیا اور ایک مدت تک وہاں عیاشی وادباشی میں ڈوب رہا۔ اس نے اپنی چچا زاد بہن نوار کے ساتھ جو نہایت شکیلہ و جمیلہ تھی فریب سے نکاح کر لیا تھا۔ نوار کو اس سے از حد نفرت تھی۔ ایک دن شراب کے نشہ میں اس نے اسے طلاق دیدی دوسرے دن جب ہوش میں آیا تو اپنے کیے پر بڑا نادام ہوا یہاں تک کہ مذامت میں اسکا نام بھی کسے کی طرح ضرب اٹل ہو گیا۔ چنانچہ حریری مقامہ اسکندریہ کے آخرین کہتا ہے: عَشِيْثُنِيْ نَدَامَةُ الْقَهْرَاءِ دَقِ حَيْنَ اَبَانَ التَّوَادُّعِ لِكُسْعِيْ حَيْنَ اسْتَبَانَ الْهَرَاءِ فَرَزْدَقُ نے خود بہت سے شعروں میں اپنی کمال مذمت ظاہر کی ہے۔ ان میں سے ایک یہاں نقل کرتا ہوں۔ ۵

نَدَامْتُ نَدَامَةَ الْكُسْعِيْ كَمَا	غَدْتُ مِثِّيْ مُطْلَقَةً نَوَارًا
---------------------------------------	------------------------------------

ارناء اور فخر۔ ہجو اور مدح میں فرزدق کے بے شمار قصیدے ہیں۔ اسے سمرقہ و اتھال کی بھی عادت پڑی ہوئی تھی۔ دوسروں کے شعروں کو چڑا کر ان میں دو چار شعر اپنے ملا دیتا اور جھٹ دھوی کر بیٹھتا کہ یہ سب میرے طبع زاد ہیں۔ اور اسکی ہجو کے خوف سے کوئی چون بھی نہیں کرتا۔ آدمی تو درکنار یہ ابلیس کی ہجو سے بھی نہ چوکا۔ جس قصیدہ میں اس نے ابلیس کی ہجو کی ہے اس میں سے چار شعر نقل کرتا ہوں۔ ۵

اَلَمْ تَرَنِیْ غَاہِدْتُ رَبِّیْ فَاَنْتَیْ عَلٰی قَسَمِیْ لَا اَنْتُمْ الدَّهْرُ سَلَامًا اَطْعَمْتُکَ یَا اِبْلِیْسُ سَبْعَیْنِ حَبَّةً فَرَمَتْ اِلٰی رَبِّیْ وَاقْتَنَتْ اَنْتَیْ	لَبِیْنَ رِجَالٍ قَائِمٌ وَمَقَامٌ وَلَا خَارِجًا مِنْ فِیْ سَوْءٍ کَلَامٍ فَلَمَّا اَنْتَهٰی سَبْعَیْنِ وَتَمَّ مَآحِی مُلَاقِیْ لَا یَا مِ الْمُتَوَكِّلِیْنَ حَامِی
---	---

اس کے قصائد فخریہ بھی بڑے غضب کے ہیں۔ ایسے زور شور کے ساتھ کہ جو فخرت کرتا کہ سامعین پر بلا کا رعب چھا جاتا تھا مدح میں بھی اسکا یہی حال تھا۔ یہ خاندان علی کا بڑا جان نثار دوست تھا۔ اس نے علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں جو اسام زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں ایک قصیدہ ہمیں کہا ہے جو فصاحت و بلاغت

اعتبار سے لانا فی ہے۔ قصہ اس قصیدہ کا یہ ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک حج کو گیا۔ اراکین دولت اور بہت سے ساداتِ شام اس کے ساتھ تھے۔ حج کے موقع پر طواف کرتے کرتے یہ حجر الاسود کے قریب پہنچے۔ ہشام نے حجر الاسود کو جو منا چاہا۔ مگر حاجیوں کے انبوه کثیر کی وجہ سے اسے نہ چوم سکا۔ اتنے میں امام بن العابدین آئے۔ جب طواف کرتے کرتے وہ حجر الاسود کے پاس پہنچے تو سارے حاجی تعظیماً ہٹ گئے تاکہ یہ اسے بوسہ دے سکیں۔ شام کے سرداروں نے اس غایت درجہ کے ادب و تعظیم کو دیکھ کر ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ ہشام نے تجاہلِ عافانہ اختیار کیا اور کہا کہ میں اس سے واقف نہیں۔ فرزدق کہیں پاس ہی کھڑا تھا اس نے ہشام کا جواب سن کر امام بن العابدین کی مح میں ایک نہایت پُر تاثیر و دلچسپ قصیدہ کہا جس سے ہشام نے ناراض ہو کر اسے قید کر دیا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۵

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْءُ وَطَأْتُهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُ وَالْحِجْلُ وَالْحِمْرُ

اسی قصیدہ میں وہ کہتا ہے ۵

هَذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتُ جَاهِلَةً
اللَّهُ شَرُّهُ فَدَرَأْهُ وَعَظْمُهُ
وَلَكَيْسٌ قَوْلُكَ مَنْ هَذَا بِضَائِرِهِ
يَجِدُ بَاوُلِيَاءَ اللَّهِ فَدَخِمُوا
بَجَرَى يَذَاكَ لَهُ فِي لَوْحِ الْعَلَمِ
الْعُرْبُ تَعْرِفُ سَنَ اَنْكُرْتُ وَالْعَجْمُ

فرزدق نہایت محنت ہو کر قصیدہ میں بصرہ میں جان بحق ہوا۔ حسن بصری۔ ابن سیرین اور جریر بھی اسی سال میں فوت ہوئے۔

جریر - اسکا پورا نام ابو حرزہ جریر بن عطیہ ہے۔ یہ بھی تمیمی تھا اور ۶۷۳ء ع میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے والدین عراق میں رہتے تھے۔ اشعار فخریہ و مدحیہ و ہجو یہ تینوں میں کمال و دسترس رکھتا تھا۔ جریر کی فرزدق سے سخت عداوت تھی۔ دونوں ہجو گوئی میں یکساں تھے اور ایک دوسرے کی ہجو کرتے رہتے تھے۔ ان کے نقائص جو انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف کہے آج تک موجود ہیں۔ جریر کا ایک شعر جو اس نے فرزدق کی ہجو میں کہا بڑا مشہور ہے ۵

وَقَاتِلَ الْحَيَّاتِ مِنْ أَحَدِ قَبَائِلِ	وَقَدْ زَعَمُوا أَنَّ الْفَرَزْدَقَ حَبِيبٌ
اسکے کلام میں صنعت اور عبارت آرائی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ مصنف کتاب الاغانی کی رائے میں اسکا درجہ خطل اور فرزدق سے بڑھ کر ہے۔ دو وجہ سے وہ جریر کو اسکے ہم عصرون پر فوقیت دیتا ہے۔ اول اس لیے کہ اسے فنون شعر میں اور دن کی نسبت زیادہ کمال حاصل تھا۔ دوم اس لیے کہ اسکے الفاظ سہل اور عام فہم ہیں۔ یہ حجاج بن یوسف والی عراق کا مامور تھا۔ اسکی تعریف میں اس نے ایسے اعلیٰ درجہ کے قصائد کہے کہ خلیفہ عبدالملک کو بہت بڑا معلوم ہوا۔ اور وہ جریر کا مخالف ہو گیا۔ لیکن ایک دفعہ جب جریر دمشق کو گیا تو اس نے عبدالملک کی مح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ خلیفہ یون ہی کچھ بے توجہی سے سن رہا تھا۔ قصیدہ پڑھتے وقت جب جریر اس شعر پر آیا	
وَأَكْذَى الْعَالَمِينَ بَطُونِ رَاحِ	الْأَسْتَمُ خَيْرٌ مِنْ دَكْبِ الْمَطَايَا
تو خلیفہ نے بلند آواز سے کہا ”اگر کوئی ہماری مح کرے تو اس طرح کرے ورنہ فاموش رہے“ عمر ثانی کے عہد میں اس نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ اہل دربار اور عوام الناس دونوں اسکی قدر کرتے تھے۔ اس کے بعض قصائد مدحیہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں خصوصاً وہ قصیدہ جو اس نے عمر ثانی کی تعریف میں کہا ہے اور جس کا مطلع یہ ہے۔	
مِنْ الْخَلِيفَةِ مَا نَرَجُوا مِنْ الْمَطَرِ	إِنَّا لَنَرَجُوْا إِذَا مَا الْغَيْثُ أَخْلَفَنَا
اسکے اشعار فخریہ بھی ستم دھاتے ہیں۔ اپنے قبیلہ کی مح میں اس نے ایک بنظیر شعر کہا ہے۔	
لَحَسِبْتُ النَّاسَ كُلَّهُمْ غَضَبًا	إِذَا غَضِبْتُ عَلَيْكَ بَنُو قَبِيْلِمِ
ہجو میں اسکا یہ حال تھا کہ جسکی ایک دفعہ ہجو کہتا وہ پھر ایسا نکون جاتا تھا کہ غیرت داؤ کو کون میں سر اٹھانے کے لائق نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں ایک گھٹیا شاعر تھا جسکا نام عبید تھا۔ اس نے باجج شعرون میں شسترون کے اوصاف بیان کیے تھے اس سبب سے لوگ اسے راعی الابل کہنے لگے۔ یہ نبی نمبر میں سے تھا اور علانیہ فرزدق کو جریر پر فوقیت دیتا تھا حالانکہ جریر نے اس کے قبیلہ نبی نمبر کی تعریف	

میں ایک قصیدہ بھی کہا تھا۔ ایک دن یہ شامت زدہ راعی اپنے بیٹے کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں جریر مل گیا اور راعی کو ملامت کرنے لگا۔ راعی کے بیٹے حنبل نے باپ سے کہا کہ اسکی بات کو کیا سنتے ہو۔ چلو! یہ کہہ کر اُس نے اپنے خمر کو ایک چابک لگایا۔ خمر نے بدک کر ایسی دولتی چلائی کہ جریر کی ٹوپی زمین پر گر گئی جریر نہایت آشفتمہ ہوا اور اسی رات بنی نمیر کی سجو میں اسی شعر لکھ ڈالے۔ دو ستر دن ان اشعار کو لے کر اُس مجمع عام میں حاضر ہوا جہاں راعی اور فرزدق بھی موجود تھے وہاں آنے ہی اُس نے وہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے حاضرین سکوت کے عالم میں اُسکے اشعار سنتے رہے۔ اتنے میں اُس نے یہ دلدوز مگر سوز شعر پڑھا۔ ۵

فَقَضَّ الظَّرْفَ إِثْكَ مِنْ مُدِيرٍ	فَلَا كَعْبًا بَلَعْتَ وَلَا كِلَابًا
---------------------------------------	---------------------------------------

راعی اور اُسکے ساتھی نہایت شرمندہ ہوا اپنے اپنے خمر برد سوار ہو گئے اور اُسی دم بصرہ سے نکل بھاگے۔ اور اپنے قبیلہ سے جا ملے۔ جریر نے سترہ عزمین اپنے وطن یمامہ میں دفات پائی۔

کثیر البوصحصر - یہ شاعر حجاز میں پیدا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندانِ براء بن مالک دوست تھا۔ یہ اخطل۔ فرزدق اور جریر کا معاصر تھا۔ یہ اسقدر رستہ در تھا کہ اسکے حاسد ہمیشہ اسکے کوتاہ قامت پر اسکا خاکہ اُڑاتے تھے۔ الا حوص اسکا بڑا دوست تھا الا حوص کو بھی شعر گوئی کا شوق تھا۔ کثیر اور الا حوص کا کلام سادہ اور عام فہم ہے ایک دفعہ یہ دونوں ملکر خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور اُسکی مجلس میں ایک ایک قصیدہ کہا۔ کثیر کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔ ۵

وَلَيْتَ فَلَمْ تَشْتُمْ عَلَيَّ وَلَا تَحْتَفَ	بَدَايَا وَلَمْ تَتَّبِعْ مَقَالََةَ فَحْجَاهِ
---	--

اور الا حوص کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔ ۵

وَمَا الشَّعْرُ إِلَّا خَطْبَةٌ مِنْ مُؤَلِّفٍ	يَمْنُطِقُ حَقِّ أَوْ يَمْنُطِقُ بَاطِلٍ
--	--

کثیر عمر رسیدہ ہو کر مرا اور الا حوص اپنے اشعار عشقیہ کی وجہ سے جزیرہ و ہلک کو جلا وطن کیا گیا جہاں وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوا۔

غیلان بن عقبہ۔ یہ شاعر ذوالرئسہ کے نام سے مشہور ہے۔ اپنے زمانہ میں اس نے بڑی شہرت پائی۔ اس کا کلام جاہلیت سے بہت ملتا ہے۔ جاہلی شعرا کی مانند اپنے پیچیدہ اور مطلق قصائد میں دیارِ یار کے گھنڈروں پر بڑے زور شور کے ساتھ ماتم کیا کرتا تھا۔ محقق اور ادیب دونوں کے لیے اس کے کلام کا مطالعہ عالی از نفع نہیں ہے۔

اعشا ہمدان۔ یہ شاعر قاری اور فقیہ بھی تھا۔ اس کے اشعار فخریہ بعض بعض مٹھاشا میں ہرول عزیز تھے۔ ایک دفعہ دلمیوں نے اسے اسیر کر لیا۔ آخر میں ایک دلمی لڑکی نے جو اس پر عاشق ہو گئی تھی اسے بچایا۔ یہ شاعر میں حجاج کے حکم سے مارا گیا۔

لیثی الاخیلیہ۔ یہ شاعر مرثیہ خوانی میں یکتا گذری ہے۔ غنسا کو چھوڑ اور کوئی شاعر اس کی ہم پلہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے مامق ثوبہ بن الحثیر پر بڑے رفقت انگیز دورِ دغیر مرثیے کہے ہیں۔ خلیفہ عبد الملک اسکی از حد تعظیم کرتا تھا۔ اور جب کبھی وہ اسکے دربار میں حاضر ہوتی اسے بہت کچھ انعام و اکرام دیتا تھا۔ حجاج بن یوسف والی عراق کی تعریف میں اس نے کئی نظمیں کہیں۔ بالغتہ الجعدی کی اور اسکی ہمیشہ چشمک رہتی تھی۔ یہ شاعر میں جان بحق ہوئی۔

عبد اللہ بن الخارق۔ اس کی بنا بغتہ شیبانی بھی کہتے ہیں۔ یہ عیسائی تھا اور بات بات میں سوگند کھاتا تھا۔ عبد الملک اور ولید اسکے مرثیے تھے۔ ان دونوں خلفاء کی مع میں اس نے کئی قصائد کہے۔ خلیفہ ہشام اس سے نفرت تھی۔

عمیر بن شمیم۔ اسی شاعر کو القطامی اور صریح الغوانی بھی کہتے ہیں۔ عیسائی تھا۔ عبد الواحد بن سلیمان کی مع بڑی بلیغ نظموں میں کی ہے۔ خطل اسکے کلام دلپذیر و عاشق تھا۔ ایک مرتبہ خطل نے اسکے تمغورے سے اشعار خلیفہ عبد الملک بن مروان کے آگے پڑھے۔ ان میں دوشہر بیان نقل کیے جاتے ہیں۔

وَالْعَيْشُ لَا عَيْشَ إِلَّا مَا تَقَرَّرَ بِهِ	عَيْنٌ وَلَا حَالُ إِلَّا سَوْفَ تَنْتَقِلُ
قَدْ يَذْرُوكُ الْمَتَانِي بَعْضُ حَاجَتِهِ	وَقَدْ يَكُونُ مَعَ الْمُسْتَعِجِلِ الزَّلْكَ

عبد الملک نے ان اشعار کو سن کر کہا "تَكَلَّتِ الْقَطَارِمُ امْسَهُ - هَذَا لِلَّهِ لَمْ يَخْرُ"

یہ شاعر ششمین مرا۔

خلیفہ ولید ثانی - یہ شخص کئی خوبیاں رکھتا تھا۔ فن شاعری اور موسیقی میں اسے اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی۔ اور مزید برآں مصوّر اور معنی بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ عباسی و میخوار ہونے کے علاوہ یہ زینلیق بھی تھا۔ جب یہ مکہ کو گیا تو وہاں کے مشہور منتی سچی خیال کو بلا کر قص و سرود میں اس سے کئی سبق لئے۔ اس کا کلام سادہ اور شگفتا ہے۔ غزلین لگانے اور میں سجانے میں کمال رکھتا تھا۔ اگر اس کی رعایا اسے قتل نہ کر دیتی تو دمشق سے اس کا کلام اور دلاویر ہو جاتا۔

طیر ملاح بن حکیم - یہ شاعر خارجی تھا۔ اس کی پیدائش دمشق کی تھی۔ کلام اس کا نہایت شستہ و پاکیزہ ہے۔ یہ کسیت کا دلی دوست تھا گو کسیت شیعہ تھا۔ اسی کی وہ پریطف نظم ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

لَقَدْ زَادَنِي حُبًّا لِنَفْسِي أَتَيْتُ
لِنَفْسِي إِلَى كُلِّ أَمْرٍ عَيْبًا

الکسیت بن زید - یہ شریف خاندان سے تھا۔ یہ عربی زبان میں بڑا فاضل تھا اور آیام العرب سے غایت درجہ کی واقفیت رکھتا تھا۔ اس کا باپ زید حضرت ام کا لیج تھا۔ کسیت نے بنی ہاشم کی مرج میں بے شمار قصائد کہے۔ اس سبب بنی امیہ اس کے دشمن تھے۔ بنی امیہ کی ہجو بھی اس نے کئی نظموں میں کی تھی۔ انجام کار ہشام نے اسے قید کر دیا اور اس کی زبان اور ہاتھوں کے کٹوانے کا ارادہ کیا۔ جب اس کی آواز کو اس امر کی خبر ملی تو وہ چپکے سے قید خانہ میں آئی اور اپنے شوہر کو اپنے کپڑے اتار کر ویسے اور کہا کہ تو انہیں پہن لے اور بھاگ جا۔ کسیت نے ایسا ہی کیا۔ کچھ دنوں کے بعد کسیت کی ملاقات خلیفہ کے بیٹے منکبہ سے ہوئی۔ شاعر نے معاویہ کی مدح میں ابیہ ایک ایسا قصیدہ کہا جس سے منکبہ بہت خوش ہوا اور اپنے والد سے سفارش کی کہ کسیت کو معاف کر دے۔ خلیفہ نے اسے معاف کر دیا اور بعد ازاں اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اسی سلسلہ کی تفریف میں کسیت نے وہ قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

فَمَا غَابَ عَنْ حِلْمِهِ وَلَا شَهَادَةَ الْحَنَاءِ
وَلَا اسْتَعْدَبَ الْعُورَ بِمَوْمَاتِهَا

کمیت کا نام اشعار طویل کہنے میں ضرب اشل ہو گیا تھا۔ حریری مقامہ گو فیہ میں کہتا ہے۔

وَأَكْمَلْنَا لِي فَنُتُونُ مَحْضِرًا	أَبْدَعْتُ فِيهَا وَمَا أَقْدَرْتُ
لَحْمَ حُكْرِكَ إِلَّا ضَمَعْتُ فِيهَا	حُكْرِي وَلَا حَالَهَا الْكُمَيْتُ

یہ سن رسیدہ ہو کر سلاطین میں سپاہیوں سے لڑتے لڑتے مار گیا۔

اس زمانہ میں کئی ایرانی مسلم ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے عربی زبان میں شعر کہے ہیں
النَّاسُ عَلَى دِينٍ مُلْكُوهُمْ۔ قوم عرب نے ملک گیری کے ساتھ اسلام کی ترقی
و اشاعت کو مد نظر رکھا۔ اور ہمیشہ ہی کوشش کی کہ کی طرح اور قویں بھی اسلام کو
قبول کریں۔ آتش پرست عجمیوں کے درمیان اسلام بہت جلد پھیلا۔ چند ہی سال کے اندر
انکو کھانجی اسلام لے آئے اور زبان و پوشش میں اپنے فاتحوں کی نقل کی۔ ان عجمی
مسلموں کو جو مولیٰ کہلاتے ہیں عربی کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ اعراب کی اسوقت تک زیادہ
قدر نہ تھی اس سبب سے ان ہجاردن کو بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں۔ علاوہ برن
کئی حروف ایسے ہیں جن کے تلفظ کی صحت انکے واسطے نہایت دشوار تھی۔ لہذا انکی
تقریر سے خاص عرب کو بڑی نفرت تھی۔ تاہم تحریر میں یہ عجمی اپنے فاتحوں سے بیٹے
نہ تھے۔ یہی عجمی تنویرے عرصہ کے بعد علم و ہنر اور فضیلت و لیاقت میں عرب کے ہم پلہ
و ہمایہ ہو گئے۔ زیادہ بن سلیمان الاعجمی پہلا عجمی شاعر ہے جس نے مہلب ابن ابی
صفور کی طرح میں بہت سے قصائد عربی زبان میں لکھے۔ دوسرا عجمی شاعر جس نے
عربی میں شعر خوانی کی اسمعیل بن یسار ہے۔ اس نے ایک دفعہ خلیفہ ولید کے سامنے
اپنی قوم کی طرح میں ایک پرجوش قصیدہ پڑھا۔ اسکی اس شوخی سے خلیفہ کا مزاج
ایسا درہم برہم ہوا کہ اُسے ایک تالاب میں جس میں پانی بھرتا دلوادیا۔ تنویر
دیر کے بعد وہ نیم مرده حالت میں نکلا یا گیا اور حجاز کو حلاوطن کیا گیا۔ اسی زمانہ
ابو عطا الفلح ابن یسار نے بھی عربی میں اشعار لکھے۔ اسکا باپ ہندو
تھا اگر شاعر کوفہ میں پیدا ہوا۔ ابو عطا نے نبی اُسیہ کی طرح اور عباسیوں کو
اس نے خلیفہ منصور عباسی کی طرح میں قصائد لکھے۔ مگر منصور اسکے تلمذ

خليفة کے عہد میں ۳۳۸ عین یہ فوت ہوا۔ اسی زمانہ میں ایک شخص عجوبہ روزگار تھا ابو بن سائور الراویہ ہوا ہے۔ اسکا حافظہ غضب کا تھا۔ ایام عرب کے سینکڑوں قصا اور جاہلیت کے ہزاروں اشعار اسے از بر یاد تھے۔ یہ بھی عجیب تھا اور کوفہ میں پیدا ہوا تھا یہی **المنبع المعلقات** کا جامع اور سب سے پہلا شاعر ہے۔ یزید اور ہشام دونوں اسکی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اوائل عمر میں یہ رہن تھا۔ ایک رات ایک مسافر کی جیب اس نے تراش لی۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک کاغذ کا ورق بھی ہاتھ لگا جس پر کچھ اشعار لکھے تھے۔ اس ورق سے اس کے دل میں لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ تحصیل علم سے فانی ہو کر سفر گوئی کی مشوق شرمع کی اور نہایت اعلیٰ درجہ کے شعر کہنے لگا۔ **المفضل البقی** کا قول ہے کہ حماد قدام کے کلام میں اکثر اپنا کلام ملا دیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ المہدی کے آگے اس نے اپنے اس فزیب کا اقرار بھی کیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شخص فاضل اجل تھا اور شعرا و جاہلی کے ونگ پر آسانی سے شعر کہہ لیا کرتا تھا۔ معلقات کے علاوہ جاہلیت کی صد ہا نظمیں اسی کی بدولت آج تک ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس زمانہ میں اشتہار و استناد میں کوئی دوسرا شخص اسکی طرح ماہر نہ تھا۔ نقد کلام کا یہ جوہری اور سند و ثبوت کے لحاظ سے زندہ لغت تھا۔ قوت امتیاز ایسی رکھتا تھا کہ متقدمین کے کلام کو صاف پہچان لیتا تھا۔ ۳۳۸ عین اسکا انتقال ہوا بنی امیہ کے عہد میں لوگوں کی توجہ تاریخ کی طرف ہوئی۔ قصوں اور افسانوں پر وہیون اور کہانیوں کا زمانہ ختم ہوا اور تحقیق کا مرتبہ روز بروز بلند ہوتا گیا۔ سب سے پہلے معاویہ کے بھائی زیاد نے اس طرف قدم بڑھائے اور عرب کے قدیم خاندانوں کے شجرے تیار کیے۔ اسی کے ہم عصر عہد میں شریح یمنی نے یمن کے بادشاہوں کے قصے مرتب کیے۔ یہ شخص صنعا سے آیا اور معاویہ اسکی بڑی قدر کرتا تھا۔ وہ **سب بن** **ابن ابی** نے جو ۳۳۸ عین پیدا ہوا تھا اوائل عرب پر ایک کتاب لکھی۔ یہ مشہور رہت سی حدیثیں جمع کیں۔ یہ نقد اور الہیات میں بھی دخل رکھتا تھا۔ ۳۳۸ عین انتقال ہوا۔ ابو مخنف لوط نے ۳۳ رسالوں میں مختلف واقعات اور شایعہ ان رسالوں میں مصنف نے فتح عراق کے متعلق بھی بہت کچھ حال دیا ہے۔

ابوحنفہؒ عین مرا۔ حدیثیں بھی سب سے پہلے اسی عہد میں جمع ہوئیں۔ محمد بن مسلمہؒ ابن شہاب الزہریؒ بڑا ہی محدث ہوا ہے۔ یہ ۱۶۹ھ عرین مدینہ میں پیدا ہوا تھا والد نے طبع موزون اور عقل سلیم و کھیکر خوب تعلیم دلوائی۔ روزگار کی تلاش میں ملک شام کو گیا جہاں خلیفہ ہشام نے اُسے اپنے لڑکوں کا اتالیق بنا دیا۔ یزید ثانی اور عمر ثانی عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوا۔ اور بڑی دیانت اور حسن لیاقت کے ساتھ۔ زرائع کو انجام دیا۔ شکل مسائل میں اسکا فیصلہ مقدم تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس نے اجداد جافشا کر کے ہزاروں حدیثیں جمع کیں اور انکی چھان بین میں بڑی عرق ریزی کی۔ یہ کتب بد میں ہر وقت مستغرق رہتا تھا۔ ایک روز اس کی زوجہ اسکے مطالعہ سے تنگ آ کر کہ اسکی کتابیں سو کنون سے بھی بدترین۔ یہ ۲۳۷ برس کا ہو کر ۲۴۲ھ عین جان بحق۔ اسی عہد میں کئی اور علوم کی طرف لوگوں کی توجہ ہوئی۔ دمشق کے ایک عیبی نے مناظرہ کی ایک کتاب لکھی اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا کہ مسیحی دین مر ہے۔ حسن بصریؒ جس نے ۲۴۲ھ عین قضا کی اس زمانہ کا سب سے مشہور علامہ و فاضل ہے۔ اسکی ذکاوت و فطانت کے بہت سے قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ حسن ایک شاگرد و اصل بن عطا اسی عہد میں مذہب معتزلہ کا بانی ہوا۔ امثال کیا بھی اسی زمانہ میں علماء کا خیال ہوا۔ خالد بن یزید نے علم کیمیا پر تین رسا۔ اس نے یہ علم ایک راہب سے سیکھا تھا جسکا نام ماریا نفس تھا۔ غرض بنی اُمیہ میں عربی ادب اور علوم و فنون نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ عباسی کے دور حکومت میں وہ شان و وقعت حاصل کی جسکی مثال مشکل سے کسی قوم کی تاریخ میں ملے گی

مختصر فہرست مضامین کتاب ہذا

مضمون	نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
عرب کا جغرافیہ	۱۲	لیدر	۱۳	درید بن الصنہ	۱۴	عاصم طائی - عدی بن زید -	۱۲۳
مورخوں کے اہل عرب کو	۱۴	عمر بن کثوف ثعلبی	۱۵	ہذلول بن کعب الجعفری	۱۶	ابو زید	۱۲۴
تین قسموں پر تقسیم کیا ہے -		عنزہ بن معاویہ بن خثعم	۱۷	عبداللہ بن عجلان	۱۸	باب حضرت محمد علیہ السلام	۱۲۵
عاد -	۱۸	حارث بن حلزہ بشکری بکری	۱۹	خزاز بن عمرو بن غی بدش	۲۰	اور اسلام -	۱۲۶
ثمود -	۲۰	نابغہ ذبیانی	۲۱	جوتہ بن النضر	۲۱	باب زمانہ اسلام -	۱۲۷
جدیس وادیشم -	۲۱	اعشی سید بن قیس بن زید	۲۲	زمانہ جاہلیت	۲۲	اسوقیک شعر	۱۲۸
عمالیق -	۲۲	علقمہ بن عبدہ	۲۳	خفاء	۲۳	حسان بن ثابت	۱۲۹
عرب الشعرہ -	۲۳	شقری	۲۴	عائکہ بنت عبدالمطلب	۲۴	کعب بن نہیر	۱۳۰
عرب المستعر -	۲۵	ابوہلی حسان بن قیس	۲۵	ام الصریح الکندیہ	۲۵	ستم بن فیرہ	۱۳۱
باب زمانہ جاہلیت		منفل بن الحارث البشکری	۱۰۰	زینب بنت الطغرئہ	۱۰۰	ابو محجن	۱۳۲
شاعری کا آغاز		عبداللہ بن العزیز بن جحش		عمہ الخفعمہ		عمر بن صدیک رب الزیدی	۱۳۳
باب زمانہ جاہلیت کے دستور	۲۶	عروہ بن الورد		ربطہ بنت ماصم		عباس بن مرداس سلمی	۱۳۴
باب زمانہ جاہلیت کے شعراء	۲۷	یہیع بن زیاد لبعسی	۱۰۱	اہل سبا -	۱۰۱	ابو خاش الہندی	۱۳۵
ادب کا پہلا دور - اس کی		ہبلہ بن ربیعہ	۱۰۲	عمیر - یعنی شیخ	۱۰۲	جرول ابن اوس	۱۰۳
خصوصیات -		صحنہ عمر		حیرہ اوزان کی سلطنتوں کا		ابو ذویب	۱۰۴
قدیم شعراء میں امرء القیس	۹۷	صبید بن الابرص		حال -	۱۰۳	ابو الاسود دہلی	۱۰۵
احمدیج کا اول درجہ ہے -		اوس بن حجر		جاہلیت کے پہلی شاعر	۱۱۱	حریث بن زید انیل	۱۳۶
زمانہ جاہلیت کا دوسرا دور	۹۸	قیس بن الخطیم ثیری	۱۰۵	سمیرال ابن عادیہ	۱۰۵	خلف بن غلیفہ موتی بن ثعلبہ	۱۰۶
شاعر طرہ		حاتم طای	۱۰۶	الربیع بن الواحقیق	۱۰۶	ععل بن علی الخزاعی	۱۰۷
نہیر بن ابی سلمی	۹۹	ابو کبیر الہندی	۱۰۷	امرو القیس بن ابی الصلت	۱۰۷	باب خلفاء راشدین کا زمانہ	۱۰۸

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۳	زیادہ	۱۹۱	طراح بن حکیم	۱۸۵	فرزدق
۱۹۴	دہب بن منبہ انباری	۱۹۲	الکبت بن زید	۱۸۶	جریر
۱۹۳	ابو مخنف لوط	۱۹۲	زید بن سلیمان الاعجمی	۱۸۷	کثیر - ابوالصخر
۱۹۴	محمد بن مسلم بن شہاب	۱۹۲	اسمعیل بن یسار	۱۸۸	غیلان بن عقبہ
۱۹۳	الزہری - خالد بن زید	۱۹۲	ابو عطا افعلج ابن یسار	۱۸۹	اشعسہ بن
		۱۹۳	حارث بن سائبہ الرازی	۱۹۰	لیثہ الاخیلیہ
			بنی امیہ کے عہد میں	۱۹۱	عبد العزیز المہاسن
			لوگوں کی توجہ تاریخ کی	۱۹۲	عمر بن شیم
		۱۹۲	طرف ہوئی	۱۹۳	غلیفہ ولید ثانی

پہلا حصہ ختم ہوا

حصہ دوم میں ذیل کے مضامین ہوں گے

خلفاء خاندان عباسیہ - اس زمانہ کی بے نظیر ترقی - علماء و شعراء - مذہبی فرقے - مشہور تصنیفات -
 ترکون کا زور فتح قسطنطنیہ - مصر کے فاطمی خلفاء - یہان کی تصانیف - اندلس کی تاریخ - یہان کی
 خلافت - غرناطہ و قرطبہ کے دارالعلوم اور کتب خانے - یہان کے مشاہیر - قاہرہ و بیروت کے
 جدید حالات - عربی اخبار وغیرہ -

اعلان

کاپی رائٹ محفوظ

محمد عبدالاحد غفر اللہ - ماہ نومبر ۱۹۰۹ عیسوی

در مطبع مجتہائی واقع دہلی ماہ نومبر ۱۹۰۹ عظیم گز

